امیر المجاہدین علیہ الرحمۃ نمبر

جلد نمبر ۴/ شمارہ نمبر ۶

سہ ماہی مجلہ

FIKR-E-GHOUSIA

# فکرِ غوثیہ

جمادی الثانی تا شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ بمطابق جنوری تا مارچ 2021ء

کراچی

اُنہیں جانا اُنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
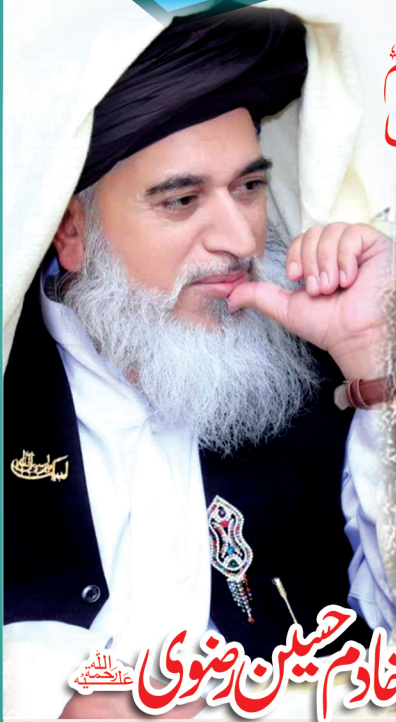
یادگار امیر المجاہدین شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ

دار العلوم حنفیہ غوثیہ

پی، ای، سی، ایچ، ایس بلاک ۲ طارق روڈ، کراچی

فہرست مضامین

اُنہیں جانا اُنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہِ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

# حمد باری تعالیٰ

وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ

تیرے ہاتھ میں ہے عزت ، تیرے ہاتھ میں ذلت

تیرے ہاتھ میں ہے قدرت ، تیرے ہاتھ میں ہے قسمت

وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ

جسے چاہے دے ضلالت ، جسے چاہے دے ہدایت

جسے چاہے دے ہلاکت ، جسے چاہے دے حفاظت

وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ

تیری دسترس میں سب ہے ، تو ہی سب کا ایک رب ہے

تیری بات ہوتی جب ہے ، سبھی خلق باادب ہے

وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ

جسے تو رکھے الٰہی! ، اسے کون پھر چکھے گا

تو ہو ساتھ جس کے ، اس کا کوئی کچھ نہ کرسکے گا

وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ

یہ ہے حمد تیری مولیٰ! ، کوئی فلسفہ نہیں ہے

تیری حمد کے علاوہ ، کوئی مشغلہ نہیں ہے

# نعت رسول مقبول ﷺ

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیء رحمت کا قلمدان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنّا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تِری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

اُنہیں جانا، اُنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہِ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

آج لے اُن کی پناہ ، آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بِھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

# سلامِ عقیدت ببارگاہ

## علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کے اے مردِ مجاہد تجھے سلام — اے کاروان عشق کے مرشد تجھے سلام

خادم حسین رضوی امیر المجاہدین — اے مہر انقلاب، اے قائد تجھے سلام

آواز تیری شعلہ و شمشیر بن گئی — اے جانشین "طارق و خالد" تجھے سلام

تو دے گیا ہے عشقِ نبی کو نئی حیات — اعداد اور شمار سے زائد تجھے سلام

تاعمر کی حفاظتِ ناموس مصطفیٰ — اے سنیوں کے رہبر راشد تجھے سلام

نبضِ جہاں ٹھہر گئی تیری وفات پر — سب رو کے کہہ رہے ہیں اے قائد تجھے سلام

لکھی ہوئی رہے گی دلوں پر تیری حیات — تازہ رہیں گے تیرے شاہد تجھے سلام

میداں کو تونے سجدہ گہِ عشق کرلیا — اے کربلائے وقت کے عابد تجھے سلام

پیغامِ حق سنایا بھی، اس پر چلایا بھی — اے عشق مصطفائی کے قاصد تجھے سلام

تجھ پر فدا، اے ختم نبوت کے پہریدار — اے پاسبانِ باغِ عقائد تجھے سلام

ملت میں روحِ عشق کو بیدار کردیاہیں — سارے اہل حق ترے حامد، تجھے سلام

کرتا رہا تو آخری دم تک مقابلہ — اصحاب بدر کے اے مقلد تجھے سلام

مشغول ہیں دعا میں فریدی کی جان و دل — فضل خدا ہو تیرا مساعد تجھے سلام

# منقبت

علامہ پیر محمد شہزاد مجددی سیفی

(دارالاخلاص لاہور)

جہاں میں ہوا شورِ محشر بپا
اُٹھا دہر سے ہے وہ مردِ خدا

وہ جاتے ہوئے سب کو سمجھا گیا
شہ دوسرا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت ہے کیا

مبلغ شریعت کا خادم حسین
بڑی شان و عظمت سے رخصت ہوا

یہ پوچھا کتابِ الٰہی سے جب
سن وصل مردِ خدا کا ہو کیا

تو سنتے ہی شہزادؔ ہاتف نے دی
''فقد فاز فوزاً عظیماً'' نِدا

# مختصر حالات زندگی وخدمات

تحریر: مفتی محمد رمضان تونسوی

جامع مسجد نور، ڈیفنس فیز 1، کراچی

**نام ونسب:** اسمِ گرامی: علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ: لقب: امیر المجاہدین، محافظ ختم نبوت وناموس رسالت، فنافی الرسول ﷺ۔ والد کا اسم گرامی: حاجی لعل خان اعوان مرحوم۔ خاندانی تعلق ''اعوان'' برادری سے ہے۔ آپ کا تعلق خالص سادہ دیہاتی ماحول سے تھا، بچپن گاؤں میں ہی گزرا، یہی وجہ ہے کہ آخری دم تک طبیعت میں سادگی اور تکلف سے کوسوں دور رہے، والد گرامی دیہاتی زندگی کی روٹین کے مطابق کھیتی باڑی اور جانوروں کی دیکھ بھال کرتے تھے، جب علامہ خادم حسین رضوی اپنے گاؤں جاتے تو والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی اور مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے، سبزیاں اور سادہ سالن استعمال کرتے، آپ فرماتے ہیں: ''میں شروع سے ہی دیسی گھی استعمال کرتا ہوں، اور ڈالڈا چکھا تک نہیں۔ لاہور شفٹ ہونے کے بعد بھی والد صاحب گاؤں سے دیسی گھی وافر مقدار میں پہنچاتے تھے''۔ آپ کی والدہ ایک سادہ وضع کی نیک خاتون تھیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''سچ پوچھو تو عشقِ رسول ﷺ کی سوغات مجھے اپنی والدہ سے ملی ہے، میری والدہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں ''میں صدقے یارسول اللہ'' کہا کرتی تھیں، یہ جملہ بچپن سے ہی میری زندگی کا مقصد بن گیا۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے ایک فارسی شعر میں فرمایا ہے: ''یہ جو عشق مصطفیٰ ﷺ مجھے ملا ہے یہ میری ماں کی گود سے ملا ہے، اسکولوں میں نہ دل کھلتا ہے، نہ آنکھ، وہاں صرف یہ جادوگری سکھائی جاتی ہے کہ کمانا کیسے ہے''۔

علامہ اقبال نے اس صحرائی ماحول کے بارے میں کہا ہے:

یہ حُسن و لطافت کیوں؟ وہ قُوّت و شوکت کیوں
بُلبل چمَنِستانی، شہباز بیابانی!

اے شیخ! بہت اچھی مکتب کی فضا، لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی!

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نِگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کُہستانی

دنیا میں مُحاسب ہے تہذیبِ فُسوں گر کا
ہے اس کی فقیری میں سرمایۂ سُلطانی

**تاریخ پیدائش:** آپ 22/ جون 1966ء کو "نکہ کلاں"، ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔

**تحصیل علم:** حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی، مقامی اسکول میں چار کلاسیں پڑھیں۔اس کے بعد دینی تعلیم کے لئے ضلع جہلم چلے گئے اس وقت آپ کی عمر بمشکل آٹھ سال ہی تھی اور یہ 1974 کی بات ہے۔ جب حضرت امیر المجاہدین اکیلے جہلم پہنچے تو اس وقت تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی اور اس کی وجہ سے جلسے جلوس اور پکڑ دھکڑ کا عمل چل رہا تھا۔ جہلم میں علامہ صاحب کے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد موجود تھے جو انہیں جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عید گاہ لے گئے۔ یہ مدرسہ قاضی غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ وہ خود خطیب و امام تھے اس مدرسہ کے منتظم ان کے بیٹے قاضی حبیب الرحمن تھے۔ مدرسہ میں حفظ قرآن مجید کے لیے استاد قاری غلام یسین تھے جن کا تعلق ضلع گجرات سے تھا اور وہ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھے۔ آپ نے قرآن مجید کے ابتدائی بارہ سپارے جامع غوثیہ اشاعت العلوم میں حفظ کیے اور اس سے آگے کے اٹھارہ سپارے مشین محلہ نمبر 1 کے دار العلوم اہلسنت میں حفظ کیے۔ آپ کو قرآن پاک حفظ کرنے میں چار سال کا عرصہ لگا۔ جب آپ کی عمر بارہ برس ہوئی تو دینہ ضلع گجرات چلے گئے اور وہاں دو سال قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ قرأت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد

1980ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور چلے گئے۔ وہاں آپ نے شہرہ آفاق دینی درس گاہ جامعہ نظامیہ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ 1988ء میں درس نظامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کو عربی، فارسی، اردو پر مہارت تامہ حاصل تھی، مادری زبان پنجابی تھی، اکثر اسی زبان میں ہی بیان فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: دوران تعلیم ہی میں علامہ اقبال کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ کلیات اقبال 1983ء میں خرید لی تھی۔ بعد ازاں ان کے روحانی مرشد حضرت مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف کو بھی پڑھا، ان کا کلام بھی حفظ کر لیا۔ مولائے روم کے بارے میں علامہ اقبال کہتے ہیں: "میں مولانا روم کے مئے خانے سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مئے لایا ہوں جس کی مستی کے آگے انگور کی شراب کوئی حیثیت نہیں رکھتی"۔ ان کے علاوہ حافظ شیرازی اور اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری، اور اردو شعراء میں اکبر الہ آبادی کی شاعری پسند آئی۔ مطالعے میں سفرناموں اور تاریخ اسلام کا بہت شوق تھا، حالات حاضرہ کے لئے اخبار بھی پڑھتے تھے۔ مجاہدین اسلام کی سیرت و کارنامے ازبر تھے۔ شام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری ہوئی۔

**آپ کے اساتذہ کرام:** حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ حافظ عبد الستار سعیدی، علامہ محمد صدیق ہزاروی، مفتی محمد عبد اللطیف نقشبندی، علامہ محمد رشید نقشبندی، قاری غلام یسین صاحب، قاضی امانت علی صاحب۔

**بیعت و خلافت:** سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد عبدالواحد المعروف حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ضلع جہلم) سے بیعت ہوئے۔

**سیرت و خصائص:** محافظ ختم نبوت و ناموس رسالت، امیر المجاہدین، فنافی خاتم النبیین، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ۔ روشن چہرہ، عبادت و ریاضت اور سجود کے نور سے منور پیشانی، اتقوا فراسۃ المومن کی حامل خوبصورت آنکھیں، علم و عمل کو وقار دینے والی خوبصورت

دستار، بیان میں جوش اور ترنم کا حسین امتزاج، شجاعت کے پیکر، استقامت کے کوہِ گراں، اپنے وقت کی جرأت وہمت و شجاعت کی اعلیٰ مثال، ظاہری طور پر معذور مگر صاحب فقرِ غیور، نہایت ہی خوددار، تحریر، تقریر، تدریس میں بے مثال، تمام علوم وفنون میں بالعموم اور صرف ونحو میں بالخصوص امامت کے درجے پر فائز، حافظ قرآن، حافظِ حدیث، حافظ مولائے روم، حافظ کلام اقبال، شیدائی امام احمد رضا، وارث کامل امام خیر آبادی و حضرت گولڑوی، فکر امام اعظم و غوث الاعظم کے سچے نقیب، فقرِ جنید و بایزید اور شجاعتِ خالد بن ولید کے عکسِ جمیل، امام احمد بن حنبل کی استقامت سے حصہ پانے والے، ناموس مصطفی علیہ التحیۃ والثنا پر سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھنے والے، نہ جھکنے والے، نہ بکنے والے، نہ دبنے والے، نہ حق سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنے والے، باطل کو للکارنے والے، وقت کے جابروں کا مقابلہ کرنے والے، ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دلیری سے بات کرنے والے، امت میں جذبہ ایمانی زندہ کرنے والے، نوجوانوں کو دلیر کرنے والے، رسول اللہ ﷺ کے دین کو تخت پر لانے کی کوشش کرنے والے، کروڑوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے، دنیا بھر کے مظلوم و مجبور مسلمانوں کی آواز بننے والے، کشمیر و فلسطین افغانستان و عراق اور شام و یمن کی بیٹیوں کی عزتوں کے رکھوالے، ہزاروں علماء و فضلاء کے سینوں میں علم کا دریا بہانے والے، لاکھوں نوجوانوں کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کرنے والے، سینوں کے بے تاج بادشاہ۔ علامہ محمد اقبال کے ”مرد مؤمن“ جن کی شان یہ ہے:

ہر لحظہ نئی شان، نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
بظاہر قاری حقیقت میں قرآن — دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز — آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

یہ ہیں امیر المجاہدین حضرت خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

**عملی زندگی:** حضرت امیر المجاہدین 1990ء کو جامعہ نظامیہ لاہور میں بطور مدرس مقرر ہوئے۔ اسباق میں "علمِ صرف" آپ کے ذمہ لگایا گیا۔ حضرت امیر المجاہدین نے 1993ء کو محکمہ اوقاف پنجاب میں سرکاری ملازمت کی۔ محکمۂ اوقاف لاہور کی طرف سے دربار سائیں کانواں والے گجرات میں خطابت و امامت کے لیے آپ کا تقرر ہوا۔ بعد ازاں دربار حضرت شاہ ابوالمعالی کی مسجد میں تبادلہ ہوا۔ وہاں حکومتی پالیسیوں پر تنقید کی وجہ سے چار ماہ کے لیے معطل کر دیے گئے۔ اس کے بعد بحال ہو کر پیر مکی صاحب لاہور کی مسجد میں فرائض انجام دینے لگے۔ لیکن حکومتی پالیسیاں حسب معمول ان کا ہدف تھیں، خاص طور پر ممتاز قادری کے حوالے سے ان کا مئوقف حکومت کے برعکس تھا جس کا اظہار وہ سرکاری پلیٹ فارم پر کرتے تھے۔ نتیجتاً آپ کو یہ ملازمت چھوڑنا پڑی۔

آسیہ نامی ایک عیسائی عورت نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی اس پر مقدمہ درج ہوا، وہ جیل میں بھیج دی گئی۔ اس کی حمایت میں اس وقت کا گورنر آپے سے باہر ہو گیا اور تحفظ ناموس رسالت قانون کو "کالا قانون" کہا (نعوذ باللہ) اس پر حضرت غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے غیرت ایمانی سے اس کا کام تمام کر دیا اور مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ حکومت نے اس عاشق رسول کو جیل میں ڈال دیا اور پھر ان کو تختۂ دار پر لٹکا کر شہید کر دیا گیا۔ حضرت امیر المجاہدین تحفظ ناموس رسالت پر بیان کرنے لگے، اور غازی ممتاز قادری کی رہائی کے لئے تحریک چلائی۔ اس پر حکومت پنجاب کی طرف سے کہا گیا کہ آپ یہ سلسلہ روک دیں، ورنہ ملازمت چھوڑنا پڑے گی۔ انکار پر ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔ بعد میں پنشن، ماہانہ تنخواہ بطور پنشن، اور بیٹے کو نوکری کا لالچ دیا گیا کہ آپ خاموش رہیں یہ ساری مراعات آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن آپ نے اپنے امام کی زبان میں جواب دیا:

ع کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اب آپ کی نوکری دربار مصطفیٰ ﷺ میں پکی ہو چکی تھی، ع جہاں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں۔ آپ ''ممتاز قادری رہائی تحریک'' کے محرک اور سرپرست اعلیٰ رہے۔ ''تحریک فدائیان ختم نبوت'' کے امیر رہے۔ علاوہ ازیں ''مجلس علماء نظامیہ'' کے مرکزی امیر رہے۔ دار العلوم انجمن نعمانیہ سمیت کئی مدارس، تنظیمات اور اداروں کے سرپرست و نگران رہے۔

**سیاسی زندگی:** آپ کا سیاست میں آنے کا سبب ممتاز قادری کی سزائے موت تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قائد اہلسنت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سیاسی طور پر اہل سنت میں ایک خلا پیدا ہو گیا تھا۔ اہل سنت کی پاکستان میں اکثریت کے باوجود کوئی سیاسی نمائندگی نہیں تھی۔ جب آپ نے سیاست میں آنے کا اعلان کیا تو اہل سنت کا بکھرا ہوا شیرازہ آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونے لگا۔ آپ کی سیاسی جماعت ٹی ایل پی ''تحریک لبیک پاکستان'' کے نام سے 26 جولائی 2017ء کو الیکشن کمیشن پاکستان میں رجسٹرڈ ہوئی اور انتخابی نشان ''کرین'' الاٹ ہوا۔ اس کا منشور ہے ''رسول اللہ ﷺ کا دین تخت پر لانا''۔ جب تک حضور ﷺ کا دین تخت پر نہیں آئے گا اس وقت تک پاکستان کا ایک حقیقی فلاحی و اسلامی ریاست کا تصور جس کا خواب قائد اعظم و علامہ اقبال اور کروڑوں مسلمانوں نے دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

بہت ہی قلیل عرصے میں آپ علیہ الرحمہ صرف پاکستان نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ 2016ء میں توہین مذہب کے قانون کے حق میں ریلی نکالنے پر لاٹھی جارج کیا گیا اور گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

2017ء میں نواز شریف حکومت نے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں الفاظ بدل دیئے، جس پر ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی، حضرت امیر المجاہدین نے بیانات کی بجائے عملی قدم اٹھایا اور

نومبر 2017ء میں فیض آباد انٹر چینج پر کئی دن دھرنا دیا، 25 نومبر کی صبح وفاقی پولیس اور رینجرز نے اپنے ہم وطنوں کے خلاف مسئلہ ختم نبوت کے ایشو پر آپریشن کیا، پولیس نے ہزاروں آنسو گیس کے شل پھینکے جس میں کئی افراد زخمی ہوئے، اور 8 عاشقان رسول شہید ہوئے۔ واقعے کے بعد ملک گیر احتجاج شروع ہو گیا۔ اور 25 نومبر کو وزیر داخلہ نے فوج سے مدد طلب کر لی۔ پابندیوں اور بھوک و پیاس اور شدید سردی اور زبردست شیلنگ کے باوجود آپ اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے، یہ نہتے مسلمان شہری تھے، جن کا جرم صرف اتنا تھا کہ قانون تحفظ ختم نبوت کی شِق میں جو تبدیلی کی گئی ہے اس کو سابقہ حالت پر بحال کیا جائے اور اس میں ملوث افراد کو بے نقاب کیا جائے، اور وفاقی وزیر استعفیٰ پیش کرے، لیکن حکومت نے اپنے شہریوں پر طاقت آزمائی، لیکن انہیں اصحاب بدر کے غلاموں کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا۔ پھر تمام مطالبات حکومت کو منظور کرنا پڑے، اور وزیر قانون زاہد حامد کو استعفیٰ دینا پڑا۔

2018ء میں جب ہالینڈ نے حضور ﷺ کے خاکوں کی نمائش کی گستاخی کی تو آپ نے دوبارہ لاہور تا اسلام آباد مارچ کیا اور دھرنا دیا۔ وفات سے چند دن پہلے فیض آباد پر پھر دھرنا دیا، اس بار آپ کا مطالبہ فرانس کے سفیر کو پاکستان سے نکالنا تھا کیونکہ فرانس کے صدر نے گستاخانہ خاکوں کی حمایت کی تھی۔ اس بار بھی پر امن جلوس پر حکومت نے زبردست قسم کی شیلنگ کی۔ دنیا مکافات عمل کا نام ہے، ظلم جب بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے، اور باطل تو ہے ہی مٹنے کے لئے، جنہوں نے پہلے ظلم کیے تھے، ان کی حالت ہم سب کے سامنے ہے تین تین مرتبہ وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز رہنے کے باوجود پوری دنیا میں ذلت مقدر بنی، یہ بھی ذلیل ہو رہے ہیں اور مزید ذلت کا انتظار کریں۔

تحریک لبیک پاکستان نے 2018ء کے عام انتخابات میں بھرپور حصہ لیا اور سندھ اسمبلی کی صرف دو سیٹیں دی گئیں، تحریک کا مینڈیٹ چوری کیا گیا، یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے، اس کے باوجود آپ کی جماعت مذہبی اعتبار سے پہلی اور سیاسی اعتبار سے تیسری قوت بن کر ابھری۔ 2017ء میں سیاست

میں آنے کا اعلان کیا اور 2018ء میں الیکشن ہوا، اتنے قلیل عرصے میں مجموعی طور پر 23 لاکھ سے زیادہ ووٹ حاصل کیے۔

**عزیمت کا کوہِ استقامت:** آپ فرماتے ہیں: ممتاز قادری کی رہائی کے لئے ہم نے تحریک چلائی اور مظاہرے کئے، اسی حوالے سے کئے گئے ایک مظاہرے میں پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا، جب مجھے گرفتار کر کے لیجایا جارہا تھا تو میری ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک پولیس افسر نے طعنہ دیا کہ "تم نبی ﷺ کے ٹھیکیدار ہو۔ جب بھی تمھاری تقریر سنو، ناموس رسالت پر بات کرتے ہو، تمہیں کوئی اور موضوع نہیں ملتا"۔ میں نے جواباً کہا: "نبی ﷺ کے ٹھیکیدار تو صدیق اکبر بھی نہیں تھے، میں ٹھیکیدار نہیں ہوں، چوکیدار ضرور ہوں"۔ بعد ازاں مجھے کوٹ لکھپت جیل پہنچایا گیا تو جیل افسر نے پوچھا کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا "مسجد میں جھاڑو لگاتا ہوں"۔ اس نے اپنے نائب سے پوچھا کیا لکھوں؟ وہ بولا "سر جی! مؤذن لکھ چھوڑو"۔ اللہ اکبر! یہ سادگی وعاجزی، آج کے علماء کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

غالباً یہ 2016ء کا واقعہ ہے جب آپ "جامع مسجد اقصیٰ" محمد علی سوسائٹی کراچی میں تشریف لائے تھے، میں نے پہلی مرتبہ حضرت کو اتنا قریب سے دیکھا تھا۔ جب تشریف لائے تو نعرے لگائے گئے، تو ان نعروں پر خفا ہوئے اور فرمایا میر التعارف صرف اتنا سا ہے:

**"میں کتا پاک رسول اللہ دا بھونکے شور مچاوے، ناموسِ رسالت گلشن اندر کوئی سور نہ پھیرا پاوے"۔**

ع: خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

پھر فرمایا کہ جب میں جیل پہنچا تو انہوں نے میرا مذاق اڑانا شروع کیا، کہ میں قدموں سے چل کر جیل جاؤں، بھلا میں معذوری میں کیسے چلتا؟ بس انہوں نے مجھے گھسیٹنا شروع کیا اور تاریک کوٹھڑی میں پھینک دیا گیا، میری علالت و معذوری کسی سے پوشیدہ نہیں تھی سب کو پتہ ہے کہ مجھ سے فرش پر پانچ منٹ بھی نہیں بیٹھا جاتا۔ چھ ماہ فرش پر بیٹھے بیٹھے گزار دیئے، بعض دن تو ایسے تھے کہ میں سارا دن بھوکا

پیاسا رہتا، شدید کمزوری و مجبوری میں دل ایک بات کہتا تھا "کیا ہی اچھی بات ہے اگر تجھے یہاں موت آگئی؟ کیا تیرے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کی عزت پر فنا ہو جائے"۔

جیل کی حالت عجیب تھی، دیوار سے پانی بہتا رہتا تھا، دسمبر اور جنوری کی سرد راتوں میں اوپر پانی ڈال دیا جاتا تھا۔ میرے ایک ساتھی سے برداشت نہ ہوا اس نے جیل کے عملے سے کہا: "ہمیں کوئی ہیٹر رکھ دو تم بھی دیکھ رہے ہو یہاں ایسے لوگ جنہوں نے قتل کئے ہوئے ہیں، ملک لوٹا ہے، انہیں تو سہولتیں ملیں اور ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے جائیں"۔ اس کو یہ جواب دے کر خاموش کرا دیا: "انہیں سہولیات دینے کا اوپر سے آرڈر ہے، اور آپ کے لئے نہیں ہے"۔ میں مسکرا دیا کہ کیا میں نے کوئی قتل کیا ہے، چوری کی ہے، ملک لوٹا ہے، میرا جرم تو صرف اتنا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی بات کرتا ہوں۔ ایک دن انہوں نے مجھے مارنا شروع کیا تو میرا عمامہ دور جا گرا کیونکہ یہ علمائے اسلام کے عظمت کی علامت ہے، دل کو افسوس ہوا پھر فوراً رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور شہداء اسلام کی زندگیاں میرے سامنے آگئیں، دل کو قرار آگیا۔ اے امتِ مسلمہ! میں نے اتنے ظلم و ستم کے آگے کبھی سر نہ جھکایا، اور میں بس اپنے آپ سے اتنا کہتا تھا کہ "تو نے حضور ﷺ کی عزت کی بات کی ہے، اب پیچھے نہ ہٹنا، اس پر قائم رہنا"۔

ع: خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

**معذوری:** 2009 میں پیش آنے والے ایک حادثے میں آپ معذور ہو گئے اور وہیل چیئر تک محدود ہو گئے تھے، آپ کے بڑے بھائی امیر حسین صاحب گاؤں میں مسجد تعمیر کروا رہے تھے تو وہ اس سلسلے میں اپنے گاؤں جانے کیلئے کار پر روانہ ہوئے، راستے میں ڈرائیور کو نیند آگئی اور ایک موڑ سے گاڑی نیچے جا گری، اس حادثے میں مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی ریڑھ کی ہڈی شدید متاثر ہوئی، جس کے باعث آپ کے جسم کا نچلا حصہ معذور ہو گیا۔

**ازواج و اولاد:** آپ کی شادی اپنے چچا کی بیٹی سے ہوئی، آپ کے والد گرامی نے رشتہ پسند کیا تھا، برسرروزگار ہوتے ہی 1993ء میں شادی ہوگئی تھی۔ آپ کی اولاد میں چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے حافظ محمد سعد حسین رضوی صاحب جو آپ کے وصال کے بعد تحریک لبیک کے امیر منتخب کئے گئے ہیں، حافظ قرآن اور دورۂ حدیث مکمل ہونے والا ہے، اور حضرت امیر المجاہدین سے صوری طور پر بہت مشابہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو معنوی طور پر بھی آپ کا جانشین بنادے۔ چھوٹے بیٹے حافظ محمد انس ہیں، جو حافظ قرآن ہیں، اور درس نظامی کررہے ہیں۔

**تصنیفات:** ہزاروں علماء آپ کے فیض یافتہ ہیں جن میں سے اکثر مدرس ہیں، اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، **تصانیف:** 1۔ تیسیر ابواب الصرف۔ 2۔ تعلیلات خادمیہ۔ جو مدارس کے طلباء میں انتہائی مقبول ہیں۔

**سفر آخرت:** بروز جمعرات، 3/ربیع الآخر 1442ھ، مطابق 19/نومبر 2020ء کو واصل باللہ ہوئے، اور 21/نومبر بروز ہفتہ کو مینار پاکستان لاہور میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں اندازے کے مطابق ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ افراد شریک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے سعد حسین رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جامع مسجد رحمۃ للعالمین سے ملحق مدرسہ ابوذر غفاری میں تدفین کی گئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کردیتا ہے اور میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں جس کو میں نے خوشی سے دیا اس کو برکت ہوگی اور جس کو میں نے اس کے مانگنے یا اس کی حرص کی وجہ سے دیا تو اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے سیر نہیں ہوتا۔

(مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

# ان کی داستان انہی کی زبانی

ترتیب: علامہ آصف عبد اللہ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے ضلع اٹک کے گاؤں نکا کلاں کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ سن تھا 1966ء ہمارے گاؤں کے نزدیک مشہور توت آئل فیلڈ ہے۔ یہ فیلڈ 1966ء کے اوائل میں دریافت ہوئی تھی جبکہ اس فیلڈ سے کمرشل پروڈکشن کا آغاز 1967ء میں ہوا۔

ہم کل دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ میں نے گاؤں کے اسکول میں چار جماعتیں پڑھیں۔ پانچویں کلاس کی کتابیں خریدی ضرور تھیں، لیکن اس سے پہلے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جہلم چلا گیا۔ میں نے اٹک کے لئے رخت سفر جون 1974ء میں باندھا۔ عمر بمشکل آٹھ برس ہوگی۔ یوں اپنے بچپن اور لڑکپن کا حصہ میں نے جہلم میں گزارا۔ دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر واقع اس شہر سے میری کئی ابتدائی یادیں وابستہ ہیں۔ جب میں اکیلا جہلم پہنچا تو اس وقت تحریک ختم نبوت ﷺ اپنے عروج پر تھی۔ جلسے جلوس اور پکڑ دھکڑ ہو رہی تھی۔ جہلم میں ہمارے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد صاحب تھے۔ وہ مجھے مدرسہ جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم عید گاہ لے گئے، یہ مدرسہ قاضی غلام محمود صاحب کا تھا جو پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے مرید خاص تھے۔ وہ خطیب و امام تھے۔ ان کے بیٹے قاضی حبیب الرحمن مدرسہ کے منتظم ہوا کرتے تھے۔ مدرسے میں جن استاد سے میں نے حفظ قرآن کا آغاز کیا، ان کا نام غلام یٰسین تھا۔ وہ نابینا تھے۔ گجرات سے تعلق تھا، بعد میں قاضی امانت علی صاحب مجھے حفظ کراتے رہے ایک روز مدرسے میں لڑائی ہوگئی، مدرسے میں ہم ایک ہی گاؤں کے کوئی بیس اکیس طلباء تھے ان میں سے ہی ایک طالب علم گل محمد نے کسی بات پر باورچی کو مارا تھا، باورچی کو خاصی چوٹیں آئیں، اس واقعہ پر گل محمد کو مدرسے سے نکالا جا رہا تھا تو ہمارے استاد، جو گاؤں سے ہم سب طلباء کو لے کر آئے تھے، انہوں

نے ہمیں مشین محلہ نمبر ایک پر واقع دارالعلوم میں داخلہ دلادیا۔بارہ سپارے میں نے جامعہ غوثیہ اشاعت علوم میں حفظ کر لیے تھے۔باقی اٹھارہ پارے مشین محلہ نمبر ایک کے دارالعلوم میں حفظ کئے۔ یوں چار برس کے عرصے میں، میں نے قرآن پاک حفظ کیا۔اس وقت میری عمر بارہ برس کے لگ بھگ تھی، قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد میں دینہ چلا گیا یہ ضلع گجرات کا ہی ایک کمرشل قصبہ ہے وہاں دو برس تک قرأت پڑھی۔ پھر 1980ء میں لاہور آگیا اس کے بعد زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔

جہلم شہر اور پھر دینہ میں بچپن اور لڑکپن کا ابتدائی دور، مدرسے کی منظّم زندگی میں گزرا۔ وقت پر اٹھنا پڑھنا اور پھر سو جانا، شرارت کی نہ لڑنا جھگڑنا تھا۔ اس کا وقت بھی نہیں ملتا تھا کہ زیادہ ٹائم پڑھائی میں گزر جاتا تھا۔ ہاں! بچپن کا ایک معمول آج تک مجھے یاد ہے۔ میں ہر رات سورہ محمد شریف پڑھ کر سویا کرتا تھا۔ یہ مجھے کسی استاد یا پیر نے نہیں بتایا تھا بس یہ بات کسی طرح میرے دل میں آگئی تھی جو پھر میری زندگی کا حصہ بن گئی۔ سونے سے پہلے وضو کرتا اور دوزانو ہو کر چارپائی پر بیٹھ جاتا پھر سورہ محمد شریف پڑھ کر سوتا۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے البتہ کبھی کبھی بھول جاتا ہوں لیکن آج بھی سونے سے پہلے تین بار تسبیح فاطمہ درود پڑھتا ہوں۔ 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر۔ یہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا بھی معمول تھا وہ فرماتے ہیں کہ جنگ صفین کے موقع پر میں پہلی رات یہ بھول گیا تھا ۔رات کے آخری حصے میں یاد آیا تو فوری طور پر تسبیح پڑھی ،جو صحت اور جسم کی درستگی کے لیے بڑی ضرورت ہے۔

میں لاہور آیا تو اسوقت زندگی کی 14 بہاریں دیکھ چکا تھا۔ یہاں بھی معمولات زندگی میں زیادہ فرق نہیں آیا تھا، مدرسے میں پڑھنے کے بعد شام کو پانچ بجے چھٹی ہوتی تو میں اکیلا ہی عصر کے بعد سیر کے لیے مینار پاکستان چلا جاتا تھا۔ یہ تقریباً روز کا معمول تھا۔

آج بھی مجھے وہ منظر یاد ہیں وہاں ایک ٹیم والی بال کھیلا کرتی تھی میں وہاں کھڑا نہیں والی بال کھیلتے دیکھا کرتا تھا۔ جب سورج غروب ہونے لگتا تو پیدل واپسی کی راہ لیتا۔

سوتر منڈی کے علاقے میں مسجد تھی وہاں قاضی عبدالقیوم صاحب مغرب کی نماز میں ان کے پیچھے پڑھتا تھا۔ سیر کے لیے روز مینار پاکستان جانا اور والی بال دیکھنا یہ ان دنوں میری غیر نصابی سرگرمیاں ہوا کرتی تھی۔ باقی خود کوئی کھیل میں نے نہیں کھیلا۔ کوئی شوق نہیں ہوا، کرکٹ سے تو ہمیشہ چڑ رہی۔

دنیا کی ہر ماں کی طرح والدہ مجھ سے بے پناہ محبت کیا کرتی تھی۔ ساری عمر میرا بہت خیال رکھا لیکن میں زیادہ قریب اپنے والد لعل خان کے تھا۔ وہ مجھ سے بے حد درجہ پیار تو کیا ہی کرتے تھے، میرے حوالے سے بہت زیادہ حساس بھی تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کسی کو میرے آگے اونچا نہیں بولنے دیا کرتے تھے۔ ان کی سامنے کسی کی مجال نہیں تھی کہ مجھ سے بلند آواز سے بات کرلے۔ والد صاحب کے ایک بچپن کے دوست محمد نواز ہوا کرتے تھے۔ وہ دوسری جنگ عظیم میں فوجی تھے، مجھے آج بھی یاد ہے کہ انہوں نے ایک روز والد صاحب کی موجودگی میں مجھے طنزاً صوفی کہہ دیا۔ اس پر والد صاحب اتنا برہم ہوئے کہ اسے مارنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ بولے اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ میرے بیٹے کو طنزاً مخاطب کرے۔ قصہ مختصر، نواز صاحب کو معافی مانگ کر جان چھڑانی پڑی تھی۔

میں لاہور میں تھا تو والد صاحب اٹک سے میرے لیے وافر مقدار میں دیسی گھی ڈبوں میں بھر کر لایا کرتے تھے۔ گاؤں کی عورتیں کہتیں آپ اتنا گھی کھاتے ہیں؟ کہتے کہ میرا بیٹا ڈالڈا گھی نہیں کھاتا۔ اس کے لئے لیکر جارہا ہوں۔

آج بھی میں دیسی گھی کھاتا ہوں۔ کبھی ڈالڈا گھی چکھا تک نہیں۔ میرے لئے گاؤں سے لاہور دیسی گھی لانا والد صاحب کا معمول تھا۔ میرے برسرے روزگار ہونے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا ، لیکن اس کا ایک پیسہ بھی کبھی انہوں نے مجھ سے نہیں لیا۔ اگر پوچھا جائے کہ اس کے عوض میں نے ان کی کیا خدمت کی؟ تو جواب ہے کہ وہ اپنی خدمت کراتے ہی نہیں تھے۔ صرف یہ کہتے کہ جس کام کے

لیے ہم نے آپ کو تیار کیا ہے، وہ کام کرو۔ والد صاحب نے مجھ سے اپنے لیے کبھی کچھ نہیں مانگا۔ میں نے زبر دستی کچھ دینا بھی چاہا تو انکار کر دیا، البتہ کبھی موڈ میں ہوتے تو جو واسکٹ میں نے پہنی ہوئی ہوتی تھی، کہتے کہ۔۔۔۔۔ ''یار، یہ مجھے دے دے، اچھی لگ رہی ہے'' میں کہتا کہ نئی لا دیتا ہوں۔ اصرار کرتے کہ یہی چاہیے۔ میں اکثر براؤن رنگ کی ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ کبھی کبھار یہ ٹوپی بھی مانگ لیا کرتے تھے۔ کہتے کہ اس کا رنگ ایسا ہے کہ بالوں میں تیل لگانے سے میلی نہیں ہوتی۔ وہ ''تارے میرے'' کا تیل لگایا کرتے تھے۔ آج میں بھی ان کی تقلید میں سر پر یہی تیل لگاتا ہوں۔ ''تارے میرے'' کا تیل جلن بہت مچاتا ہے۔ لگانے والے کو تقریباً ایک گھنٹہ بعد ہی قرار آتا ہے۔

میرے بارے میں اس قدر حساس اور مجھ سے اتنا زیادہ پیار کرنے والے والد کی شخصیت کا یہ بھی ایک دلچسپ پہلو تھا کہ وہ کبھی میرا بیگ اٹھا کر بسوں کے اڈے تک مجھے چھوڑنے نہیں آئے۔ جب بھی چھٹیاں گزار کر میں اٹک سے واپس جہلم جاتا تو ہمیشہ میری والدہ بیگ اٹھا کر بس کے اڈے تک مجھے چھوڑنے آیا کرتی تھیں۔

والد کا انتقال 2008ء میں ہوا۔ میں کشمیر میں تقریر کر کے واپس لاہور آرہا تھا۔ راستے میں والد صاحب کا فون آیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے اپنے ڈرائیور کو کہا کہ گاؤں چلو۔ فجر کے بعد گاؤں پہنچا۔ والد صاحب مجھے حافظ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو میری بھتیجی کو والد صاحب نے کہا حافظ آیا ہے، دروازہ کھولو۔ وہ بیمار نہیں تھے لیکن ان کی طبیعت عجیب ہو رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ان کا آخری وقت آگیا ہے۔ مجھے بڑی محبت سے اُٹھ کر ملے۔ میں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے پیاز اور دال والی روٹی پکا کر دو۔ والد صاحب نے میری بھابھی کو کہا کہ سارا سامان میں تیار کرتا ہوں، پھر تم روٹی پکا دینا۔ اس دوران میری آنکھ لگ گئی۔ دھوپ آگئی تو والد صاحب نے آگے کپڑا ڈال دیا۔ روٹی پکنے پر مجھے جگایا۔ ظہر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ زیادہ ماضی کی باتیں زیر بحث رہیں۔ جب میں گاؤں آتا تو والد صاحب کہتے تھے کہ

باجماعت نماز پڑھاؤ لیکن اس روز انہوں نے یہ بات نہیں کی بڑی مشکل سے اٹھ کر وضو کیا۔ عصر کے وقت میں نے کہا کہ لاہور چلا جاؤں تو کہاں کہنے لگے کہ ہاں چلے جاؤ۔ اب میری طبیعت ٹھیک ہے اور ساتھ ہی میری گردن پر ہمیشہ کی طرح بوسہ دیا مجھے ایک کرنٹ سا محسوس ہوا۔ وہ پہلے بھی بوسہ دیا کرتے تھے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ میری چھٹی حس نے کہا کہ شاید یہ آخری ملاقات ہے پھر یہی ہوا رات گزری تو دوسرے روز ظہر کے وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ چارپائی پر بیٹھے تھے اچانک نیچے گر گئے۔ یہ میری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ تھا کہ ایک سائبان سر سے اٹھ گیا تھا۔

میری والدہ پڑھی لکھی نہیں تھی لیکن کمال کی فہم و فراست رکھتی تھی ان کی باتیں آج بھی میرے لئے مشعل راہ ہیں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اپنی گفتگو کے دوران موقع کی مناسبت سے میں پنجابی کا ایک محاورہ پیڑاں ہور تے پھکیاں ہور تھی اور استعمال کرتا ہوں یہ دراصل میری والدہ کا تکیہ کلام تھا اس کا مطلب ہے کہ درد اور ہے دوائیاں اور یعنی جب ایک شخص کوئی بات کرکے اس کے پردے میں کسی پرانی بات کا بدلہ اتارنے کی کوشش کرے تو پھر یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے کوئی رشتہ دار اس نوعیت کی کاریگری دکھانے کی کوشش کرتا تو والدہ عموما یہی محاورہ استعمال کیا کرتی تھی اسی طرح میں جہلم پڑھنے گیا تو ایک برس بعد ہی گھر آ گیا گھر والے یاد آنے لگے والدہ کو خط لکھا کہ میں واپس آرہا ہوں پردیس برداشت نہیں ہوتا، والدہ صاحبہ نے میرے بڑے بھائی امیر حسین کو کہا کہ خادم حسین کو خط لکھو بھائی نے خط لکھ لیا۔ تو کہا کے ساتھ یہ بھی لکھو اس طرح تھا کالے کاں ماہیا وے دل کریئے پردیس کریندے تاں ماہیا پرائے دیس میں وقت کاٹنے کے لئے دل بڑا رکھنا چاہیے پڑتا ہے ہے والدہ صاحبہ مجھے اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جوان اور گھوڑے کا کوئی وطن نہیں ہوتا جوان اور گھوڑا جس طرف رخ کرے ان کا وہی وطن ہوتا ہے۔

چھٹیوں میں گاؤں آتا تو ایک دن پہلے والدہ کپڑوں کی اُدھڑی سلائیاں اور ٹوٹے بٹن لگا دیا کرتی تھیں پھر گندم اور چنے سے بنی پنجاب کی روایتی گزک جسے مرنڈا کہتے ہیں میرے لیے خاص طور پر

بنائی جاتی ہے یہ اس زمانے میں بڑی سوغات ہوا کرتی تھی چھٹیاں ختم ہو جاتیں تو میرا سفری بیگ اٹھا کر مجھے بس کے اڈے تک چھوڑنے آتیں میں اکثر منع کرتا کہ وہاں مرد حضرات وغیرہ ہوتے ہیں آپ جا کر کیا کریں گے والدہ کہتی کہ میں دور بیٹھ جاتی ہوتی ہوں کہ میرا بیٹا گاڑی میں بیٹھ گیا ہے اور جب گاڑی آگے جا کر فلاں گاؤں کے قریب ہارن بجاتی ہے تو میں سمجھ جاتی ہوں کہ میرا بیٹا توت آئل فیلڈ پر پہنچ گیا ہے پھر میں واپس گھر روانہ ہو جاتی ہوں اس ہارن کے بجنے تک والدہ بس کے اڈے پر کھڑی رہتی تھی والد کے انتقال کی تقریباً دو برس بعد وہ بھی خالق حقیقی سے جا ملیں لیکن ان کی یادیں میرے لئے اندھیرے میں چمکتے جگنو کی طرح ہیں میں سوچتا ہوں کے ایکسیڈنٹ میں میرے مفلوج ہونے کا دکھ ماں کو لے بیٹھا اگرچہ میرے سامنے کبھی والدہ صاحبہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا میرے سامنے تو وہ ہمیشہ ایک بہادر ماں کی طرح حوصلہ دلانے والی باتیں کیا کرتی تھی لیکن میں نے کئی بار کن اکھیوں سے انہیں آنکھ مسلتے دیکھا ٹھنڈی آہیں بھرتے سنا یقیناجوان بیٹے کے یک دم بستر سے لگ جانے کا دکھ انہیں تھا جس کا ذکر وہ نہیں کرتی تھیں۔

حادثے کے بعد ایک بار میں نے والدہ سے کہا آپ میرے لیے دعا نہیں مانگتی کہنے لگی مانگتی ہوں میں نے کہا کہ پھر قبول کیوں نہیں ہوئی فرمانے لگیں جس میں ہم لگے ہیں اس میں آگے موجود مریض ہم سے زیادہ تکلیف میں ہیں جب ان کا کام ہو جائے گا تو ہمارا کام بھی ہو جائے گا کیونکہ ہمارا دکھ اُن سے بڑا نہیں ہے اس بات سے مجھے بڑا حوصلہ ملا اگرچہ میں والد کے زیادہ قریب تھا لیکن سچ پوچھو تو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی ماں کی گود سے ملا ہے میری والدہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں صدقے یا رسول اللہ کہا کرتی تھیں یہ جملہ میرے لاشعور میں بس گیا علامہ اقبال بھی اپنے ایک فارسی شعر میں کہتے ہیں:

(ترجمہ) یہ جو عشق رسول مجھے ملا ہے یہ میری ماں کی گود اور ندا سے ملا ہے اسکولوں میں نہ دل کھلتا ہے نا آنکھ کھلتی ہے وہاں صرف یہ جادوگری سکھائی جاتی ہے کہ کمانا کیسے ہے۔

حادثہ والد صاحب کے انتقال کی تقریبا ایک برس بعد پیش آیا 2009 کا سال تھا بڑے بھائی امیر حسین گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے تھے میں اس سلسلے میں گاؤں جا رہا تھا فجر کی نماز میں نے کلر کہار کے نزدیک بھیرہ کے مقام پر پڑھی اس دن نہ جانے کیوں میرا دل اضطراب میں تھا راستے میں ایک ہوٹل آتا ہے چائے بہت اچھی بناتا ہے وہاں میں نے اپنی گاڑی رکوانے کی کوشش کی لیکن نہ روک سکا ہمارے شاہ صاحب کا ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا آگے ایک سی این جی پمپ آیا وہاں گاڑی رکوائی اور واش بیسن پر جا کر وضو کرنے لگا یہ آخری بار تھا جب میں نے کھڑے ہو کر وضو کیا ساتھ ہی مسجد تھی میں نے ایک قدم مسجد کی طرف اٹھایا کہ نفل پڑھ لوں پھر سوچا کہ چلتی گاڑی میں نفل ہو جاتے ہیں بس یہی وقت تھا میرے حادثے کا اگر نفل پڑھنے کے لیے مسجد میں داخل ہو جاتا تو شاید حادثے سے بچ جاتا لیکن اگر کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے لہذا میں اس اگر پر زیادہ نہیں سوچتا قصہ کوتاہ جب سی این جی اسٹیشن سے ہماری گاڑی روانہ ہوئی تو کچھ آگے جا کر ایک موڑ کے نزدیک ڈرائیور اُنگھ گیا اس موڑ سے گزرتے ہوئے میں آج بھی توبہ استغفار کرتا ہوں اتنا بڑا موڑ بھی نہیں تھا لیکن جب وہ موڑ آیا تو میں نے دیکھا کہ ڈرائیور گاڑی سیدھی لے کر جا رہا ہے میں نے ڈرائیور کو تیزی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کیا کر رہے ہو یہ جملہ کہنے کی مہلت ہی مل سکی اور گاڑی نیچے جا گری ڈرائیور کو کچھ ہوا نہ گاڑی کو نقصان پہنچا دونوں سلامت رہے:

**لیکن!** میرے سر میں شدید چوٹ لگی اور حرام مغز بری طرح متاثر ہوا اس کے نتیجے میں میرے دھڑ کا نچلا حصہ مکمل طور پر مفلوج ہو گیا اب تو میری ٹانگوں میں کافی حرکت ہوتی ہے لیکن پہلے نچلا دھڑ اس قدر سُن ہو گیا تھا کہ کوئی چٹکی بھی بھر لے تو احساس نہیں ہوتا تھا حادثے کے وقت میں درود شریف پڑھ رہا تھا شاید اسی لیے اللہ تعالی نے جان بچالی حادثے کے بعد پہلا برس بہت مشکل گزرا پانچ منٹ بھی مجھے نیند نہیں آیا کرتی تھی ڈاکٹروں کی طرف سے دی جانے والی نیند کی گولیاں بھی بے اثر رہتی یہاں کے ساتھیوں اور کراچی میں ہماری تنظیم کے لوگوں نے بہت حوصلہ دیا ہر وقت چلنے پھرنے والا ایک شخص

جب یک دم بستر پر آجائے تو اس کی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے میں 6،5 کلو میٹر پیدل چلا کرتا تھا وہ بھی اس رفتار کے ساتھ کے ہمراہ چلنے والے ساتھیوں کو یوں محسوس ہوتا کہ انہیں دوڑنا پڑے گا ۔میرے بچپن اور لڑکپن کا ابتدائی دور اٹک اور جہلم کے درمیان منقسم ہے میں جہلم میں پڑھ رہا تھا اور چھٹیاں اٹک میں اپنے گاؤں آکر گزارا کرتا تھا زندگی کے اس سنہری دور سے اگرچہ کئی یادیں وابستہ ہیں تاہم چند واقعات اب تک ذہن پر نقش ہیں ان میں سے دو کا تعلق مجھے دوبارہ زندگی ملنے سے ہے جب میں چھٹیوں پر گھر جاتا تو اکثر گاؤں کے کنوئیں سے پانی بھرا کرتا تھا چونکہ کنوئیں پر پمپ نہیں لگا تھا لہذا کبھی بیل جوت کر اور کبھی ہاتھ کی مدد سے پانی نکالا جاتا تھا رات کا وقت تھا اندھیرا تھا میں نے پانی بھرنے کے لیے کنوئیں کی ڈور کھینچی اور کنویں کے اوپر سے چھلانگ لگا دی لیکن پار نہ کر سکا اور کنویں کے اندر گر گیا گرنے کے دوران میں نے بلند آواز سے اللہ کہا کنویں میں ایک سوتر لڑ ہوتی ہے جس نال کے ذریعے اُپر پانی چڑھتا ہے اس کے درمیان دو لکڑیاں ہوتی ہیں اسی طرح ایک لکڑی کنویں کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ہوتی ہے گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے مجھے اٹھا کر کنویں کے اندر والی لکڑی پر بٹھا دیا ہے یہ یقینا ایک معجزہ تھا میں کنویں کی دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ باہر نکل آیا اگر میں پانی سے بھرے گہرے کنویں میں گر جاتا تو پہلے پورے گاؤں میں کہرام مچتا کہ کہاں چلا گیا ہو سکتا ہے کہ کئی دن تک میرا پتا نہیں چلتا اور پھر لاش برآمد ہوتی لیکن اللہ تعالی نے مجھے بچا لیا یوں ایک طرح سے مجھے دوبارہ زندگی ملی گھر جا کر جب میں نے یہ سارا قصہ سنایا تو کوئی یقین کرنے کو تیار نہ تھا اسی طرح گاؤں کے نالے سیل میں ایک بار کافی پانی بھرا ہوا تھا میں وہاں مویشیوں کو پانی پلانے گیا تو نہانے کا شوق چڑھا تاہم نہاتے ہوئے گہرے پانی میں ڈوبنے لگا میرے ماموں زاد ممتاز نے چھلانگ لگا کر مجھے باہر نکالا یوں دوسری بار میں موت کے منہ میں جاتے بچا۔

بچپن کا ایک اور واقعہ بھی میرے ذہن میں آج تک موجود ہے ایک بار والد صاحب نے مجھے جانور چرانے کے لیے بھیجا مویشیوں کے لئے والد صاحب نے نئی رسیاں بنائی تھی میں مویشیوں کو چھوڑ کر

قریب سے گزرنے والے نالہ سیل کی طرف چلا گیا وہاں بچے نہا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ مل کر نہانے لگا اور مویشیوں نے جب دیکھا کہ نگہبان موجود نہیں تو موقع سے فائدہ اٹھایا اور قریب کھڑی کسی کی فصلوں میں جا گھسے دراصل میری غیر موجودگی میں میرے چچا نے مویشیوں کو بندھی نئی رسیاں کھول لی تھیں یوں مویشیوں کے جدھر سینگ سمائے ادھر چل پڑے میں جب گھر پہنچا تو مویشیوں کے فصل میں گھسنے کی اطلاع والد صاحب کو مل چکی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ برس پڑے اور دریافت کیا کہ کہاں تھے والد صاحب نے زندگی بھر مجھے نہیں مارا اس وقت بھی صرف دھمکانے کے لیے ہاتھ اٹھایا تاکہ اپنے غصے کی شدت کو ظاہر کر سکیں بعد میں چچا نے مجھے خود بتادیا کہ مویشیوں کی رسیاں انہوں نے اتاری تھیں اور اس کا مقصد یہ نصیحت بھرا سبق دینا تھا کہ اپنا مال چھوڑ کر جایا نہیں کرتے

اسی طرح میں 1982 میں مری میں ختم شریف کر کے واپس گھر پہنچا تو بڑی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ماہِ رمضان چل رہا تھا والد صاحب نے کہا کہ جوار باجرہ کاشت کرنا ہے صبح آپ برائے مہربانی ہمارے ساتھ چلیں آپ کے چچا بھی ہوں گے میں بیج ڈالوں گا اور آپ ہل چلائیں گے میں نے ہل چلانا شروع کیا تو رکنے کا نام نہیں لیا نتیجتاً مجھے اس قدر روزہ لگا کے والد سارا دن کنویں پر لٹا کر پانی ڈالتے رہے والدہ کو معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئیں والد سے کہا کہ میرے بچے کہ کیا حال کر دیا ہے دن پر لگا کر اڑتے رہے انیس سو اٹھاسی میں مدرسے سے فارغ التحصیل ہو گیا قرآن حفظ کرنے کے علاوہ احادیث پڑھی ہیں درس نظامی کا کورس بھی کیا اس کے نتیجے میں فارسی اور عربی پر بڑی حد تک عبور حاصل ہو گیا تھا پہلی ملازمت انیس سو ترانوے میں پنجاب کے محکمہ اوقاف میں کی لاہور داتا دربار کے نزدیک واقع پیر مکی مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھایا کرتا تھا یہ ملازمت اب ختم ہو چکی ہے جب ملازمت ختم ہوئی تو میری تنخواہ 20 ہزار روپے ماہانہ تھی اب یتیم خانہ روڈ لاہور کے قریب واقع مسجد رحمت اللعالمین میں خطیب ہوں جہاں سے مجھے پندرہ ہزار روپے ماہانہ مشاہرہ ملتا ہے بر سر روزگار ہوتے ہی میری شادی ہو گئی تقریباً 24، 25 برس پرانی بات ہے میری شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی یہ وہی چچا ہیں جنہوں نے بچپن میں مجھے نصیحت دینے کے

لیے مویشیوں کی رسیاں کھولی تھیں رشتہ والد ساحب نے پسند کیا تھا میرے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں اولاد کو بھی اپنے نقش قدم پر چلایا بڑے بیٹے محمد سعد بن خادم حسین کی عمر تیئس برس کے لگ بھگ ہے محمد سعد اور چھوٹا بیٹا محمد انس دونوں حافظ قرآن اور درس نظامی کا کورس کر رہے ہیں مدرسے میں پڑھائی کے دوران ہی میں علامہ اقبال کا گرویدہ ہو گیا تھا ان دنوں میرے زیر مطالعہ غیر نصابی کتب میں اقبال کا فارسی مجموعہ کلام سر فہرست تھا میں نے کلیات اقبال انیس سو تراسی میں خرید لی تھی یعنی نو عمری سے ہی میں نے اس قلندر شاعر کے افکار کا مطالعہ شروع کر دیا یوں کہہ لیں کے اقبال کی روح نے مجھے اپنی طرف کھینچا اگرچہ فارسی میں نے مدرسے میں پڑھی تھی لیکن علامہ اقبال کے فارسی کلام کو اس کی روح کے مطابق سمجھنے کے لیے مجھے فارسی کی بہت سی ڈکشنریاں خریدنی پڑیں بعد ازاں علامہ اقبال کے مرشد مولانا روم علیہ الرحمہ کو بھی پڑھا اور ان کا بیشتر کلام ازبر کر لیا۔ حافظ شیرازی اور اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی شاعری بھی میں نے پڑھی اگر اردو کے شعراء کرام کی بات کی جائے تو اکبر الہ آبادی کی شاعری پسند آئیں ان کے زمانے میں ایک تھانے دار نے اپنی کوٹھی بنائی تھی اس حوالے سے ہونے والی تقریب میں اکبر الہ آبادی کو بھی مدعو کر لیا گیا تھا تھانے دار کا اصرار تھا کہ نئی کوٹھی پر بھی ایک شعر ہو جائے اکبر الہ آبادی نے کہا کہ رہنے دیں آپ کا سارا مزاہ خراب ہو جائے گا اصرار بڑھا تو انہوں نے یہ شعر سنا دیا:

یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے
اور اپنی اداؤں پر اترا رہی ہے
اگر اس کے گلوں کی خوشبو سونگھو
تو خون غریباں کی بو آرہی ہے

پہلے مطالعہ کو بہت زیادہ وقت دیا کرتا تھا گھر میں کیبل ٹی وی نیٹ تو نہ تھا اور نہ ہے صرف اخبار پڑھا کرتا تھا لیکن تحریک کی مصروفیات بڑھ جانے کی سبب مطالعہ کا زیادہ وقت نہیں ملتا سفر ناموں کا بھی بڑا شوق رہا حکیم محمد سعید اور مفتی احمد یار خان کے تمام سفر نامے پڑھ ڈالے تاریخ اسلام کا مطالعہ بھی میری ترجیح تھی اسلام کے تمام سپہ سالار اپنی مثال آپ ہیں لیکن مجھے سب سے زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے متاثر کیا ان کے مزار پر حاضری ایک دیرینہ خواہش تھی قریب دس برس پہلے یہ خواہش پوری ہوگئی میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ کاندھا لگا کر دو سنتیں اور تین وتر پڑھے قصہ اس اجمال کا یوں ہے کہ جب ہم مزار پر پہنچے تو دروازہ بند کیا جا رہا تھا ہمارا وہاں قیام کا آخری روز تھا یعنی اگر اس دن مزار میں داخل ہونے سے رہ جاتے تو بغیر دیدار کے واپس جانا پڑتا ہم دروازے پر پہنچے تو دریافت کیا گیا کہ کہاں سے آئے ہو ہم نے بتایا کہ پاکستان سے دروازے پر کھڑے شخص نے فوری دروازہ کھول دیا اور بولا سرکاری طور پر وقت ختم ہو گیا ہے لیکن آپ جلدی سے اندر آجائیں ہم اندر داخل ہوئے یعنی غیر متوقع طور پر ہماری شکلیں دیکھ کر دروازہ کھول دیا گیا تھا میں آج بھی سوچتا ہوں کہ شاید خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انتظار کر رہے تھے کہ ان کے مہمان آرہے ہیں مزار میں داخل ہونے کے بعد ہم نے گرم پانی سے وضو کیا اور پھر سنتیں پڑھیں اندر داخل ہو کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور رونا بھی آیا کہ تاریخ اسلام کے اتنے بڑے سپہ سالار کے سامنے مجھ جیسے بزدل شخص کی حاضری ہوئی رونا اس لیے آیا کہ باپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بیٹے عبد الرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کی قبر یں ایک ساتھ ہیں وطن کون سا تھا اور تدفین کہاں پر ہوئی۔

پُر سکوں زندگی ایک ڈگر پر چل رہی تھی میں درس و تدریس کے علاوہ مکی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا ممتاز قادری کی گرفتاری اور پھر پھانسی نے میری زندگی میں ہلچل پیدا کر دی ممتاز قادری نے ایک گستاخ رسول گورنر کو گولیاں مار کر مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا تھا ممتاز قادری نے جس طرح محبوب سے وفا کی قیامت تک حضور کی امت اس پر ناز کرتی رہے گی لیکن حکومت نے اس عاشق رسول کو جیل

میں ڈال دیا ممتاز قادری کی رہائی کے لئے ہم نے تحریک چلائی اور مظاہرے کئے اسی حوالے سے کیے گئے ایک مظاہرے کے دوران پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا جب مجھے گرفتار کر کے لے جایا جارہا تھا تو میری ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک پولیس افسر نے طعنہ دیا کہ تم کیا نبی کے ٹھیکے دار ہو جب بھی تمہاری تقریر سنو ناموس رسالت پر بات کرتے ہو تمہیں اور کوئی موضوع نہیں ملتا میں نے اسے کہا کہ نبی کے ٹھیکیدار تو صدیق اکبر بھی نہیں تھے انہوں نے بھی فرمایا تھا کہ لوگو میرے پیچھے اس وقت تک چلنا جب تک میں رسول اللہ کے پیچھے چلوں لہذا میں نبی کا ٹھیکیدار نہیں چوکیدار ضرور ہوں بعد ازاں مجھے کوٹ لکھپت جیل پہنچایا گیا تو جیل سپرنٹنڈنٹ نے دریافت کیا کیا کرتے ہو میں نے کہا مسجد میں جھاڑو دیتا ہوں جیل سپرنٹنڈنٹ نے اپنے نائب سے پوچھا ایسا کیا لکھوں وہ بولا سر جی موذن لکھ چھوڑو جیل سے رہا ہوا تو اگلے روز ممتاز قادری کا خط مجھے ملا جمعہ کا روز تھا نماز سے قبل یہ خط مبارک ممتاز قادری کے والد اور بھائی لے کر آئے تھے یہ خط آج بھی میرے پاس محفوظ ہے اور میں اس خط کو اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتا ہوں یہ بڑا طویل خط ہے لیکن اس کا ایک جملہ قابل توجہ ہے ممتاز قادری نے لکھا مولانا جب آپ کوٹ لکھپت جیل میں قید تھے تو میں آپ کے ساتھ تھا اس وقت تو مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ممتاز قادری تو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں ہے اور میں کوٹ لکھپت جیل میں تھا تو وہ میرے ساتھ کیسے ہو گئے لیکن بعد میں سمجھ آیا کہ ممتاز قادری جسمانی طور پر تو نہیں لیکن روحانی طور پر میرے ساتھ ضرور تھے یہی وجہ ہے کہ سرد ترین موسم میں بھی جب جیل انتظامیہ نے مجھے ٹھنڈ سے بچنے کے لیے خاطر خواہ چیزیں نہیں دی تھیں پھر بھی سلاخوں کے پار سے سرد ہوائیں مجھ تک نہیں آرہی تھیں اسی طرح مجھے یاد آیا ایک رات مجھے جیل میں نیند نہیں آرہی تھی اور پریشانی تھی یہ بڑھتی جارہی تھی یک دم میرے دل میں خیال آیا کہ میری ٹانگیں بغداد شریف کی طرف ہیں ان کو دوسری سمت کرلوں ٹانگیں دوسری سمت کرتے ہی مجھے گہری نیند آگئی بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ ممتاز قادری تھے جنہوں نے میری ٹانگوں کو صحیح سمت میں کرایا۔

ناموسِ رسالت قانون کے تحفظ کے لیے چلائی جانے والی تحریک کے دوران محکمہ پنجاب اوقاف کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ میں یہ سلسلہ روک دوں ورنہ ملازمت چھوڑنی پڑے گی قصہ مختصر سرکاری حکم تھا کہ آپ ناموس رسالت پر بات نہیں کر سکتے میرے انکار پر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اس ملازمت کو چھوڑے لگ بھگ تین برس ہو چکے ہیں برطرفی کے بعد میرے پاس صوبائی خطیب آئے اور کہا کہ حکومت آپ کو پنشن دینے کے لیے تیار ہے اور چونکہ آپ معذور ہیں لہٰذا پوری تنخواہ کے برابر پنشن ملے گی جبکہ بڑے بیٹے کو محکمہ اوقاف میں ملازمت بھی دی جائے گی میں نے کہا اب کچھ نہیں چاہیئے جب ممتاز قادری کو گرفتار کیا گیا تو ناموس رسالت قانون کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ہم نے ممتاز قادری کی رہائی کی تحریک بھی شروع کر دی یہ تحریک چلتی رہی ریلیاں اور جلسے جلوس نکالے گئے گرفتاریاں بھی ہوئیں تاہم چندماہ بعد عدالت نے ممتاز قادری کو پھانسی کی سزا سنا دی اور پھر 2015 کے اواخر میں پھانسی کی سزا کے خلاف اپیل بھی مسترد کر دی گئی اب گیند صدر کے کورٹ میں تھی کہ وہ اپیل مسترد کرتے ہیں یا منظور ہمارا احتجاج جاری تھا اس دوران حکومت نے وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیر امین الحسنات شاہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ممتاز قادری کو پھانسی نہیں دی جائے گی ہمیں سیکریٹریٹ بلایا گیا تھا وہاں صوبائی وزیر اور آئی جی پنجاب کے علاوہ اکتوبر 1999 سے پہلے آئی جی سندھ رہنے والے رانا مقبول بھی موجود تھے ہماری طرف سے پیر افضل قادری اور دیگر تھے بالخصوص رانا مقبول یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ

"باخدا دیوانہ باش با محمد ہوشیار"

اور کہہ رہے تھے کہ عشقِ رسول بڑا احساس مسئلہ ہے اس پر کیسے کمپرومائز کیا جا سکتا ہے کہنے کا مطلب ہے ان سب کا کہنا تھا کہ وزارتیں اور عہدے بعد میں ہیں پہلے ہم حضور کے غلام ہیں ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ ممتاز قادری کی پھانسی کے معاملے کو طوالت دی جائے گی اور پھر کچھ عرصے بعد رہا کر دیا جائے گا لیکن ان کے لہجے چغلی کھا رہے تھے اور میں سمجھ رہا تھا کے یہ دو نمبری کر رہے ہیں تاہم میں خاموش رہا

کہ اگر بولا تو ان ساروں کی پریشانی بڑھ جائے گی میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ نظریں نیچی کر لیتے بعد ازاں یہی ہوا جس کا اندازہ مجھے کسی حد تک ہو چکا تھا صدر مملکت کے پاس پھانسی کے مجرموں کی ہزاروں اپیلیں پہلے سے پڑی تھیں لیکن ان اپیلوں کو پس پشت ڈال کر ممتاز قادری کی اپیل کو مسترد کر دیا گیا یہ سراسر بدنیتی تھی بالآخر عاشقِ رسول کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا ہم ہر طرح کی کوششوں اور قید کی صعوبتیں اٹھانے کے باوجود ممتاز قادری کو نہ بچا سکے دل پر بڑا بوجھ تھا ممتاز قادری کا جسدِ خاکی لایا گیا تو میں نے جا کر اپنی پگڑی ممتاز قادری کے قدموں میں رکھ دی اور چارپائی کو بھی کئی بار چوما اور کہا کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جا کر ہماری شکایت نہ لگانا ہم سے جو ہو سکا ہم نے کیا ممتاز قادری اپنے اہلخانہ سے آخری ملاقات میں روئے نہیں پھانسی گھاٹ کی طرف جاتے ہوئے بھی مسکرا رہے تھے ان کے والد نے بھی ایک آنسو نہیں بہایا کہ کہیں وہاں موجود مخالفین باہر جا کر یہ پروپیگنڈا نہ کریں کہ ممتاز قادری اور ان کے والد آخری وقت ہمت ہار گئے بیٹا چالیس روز کا بھی نہیں ہوا اور باپ جیل چلا جائے اور پھر اسی پانچ سالہ بیٹے سے آخری ملاقات میں اسے گلے لگا کر باپ مسکرا دے یہی ممتاز قادری نے کیا علامہ اقبال کہہ گئے ہیں کہ انسان دلیر ہی اس وقت ہوتا ہے جب سینے میں محبتِ رسول ہو۔

حکومت نے نہ صرف عاشقِ رسول کو پھانسی دینے میں تیزی دکھائی بلکہ انتخابی بل میں ترمیم کی آڑ میں ناموسِ رسالت قانون پر وار کرنے کی کوشش بھی کی یہی چیز ہمیں فیض آباد کے دھرنے پر لے گئی ہمارا مطالبہ بڑا سادہ تھا کہ اس مذموم کوشش کے ذمہ داروں کو کٹہرے میں لایا جائے لیکن حکومتی ہٹ دھرمی نے معاملہ بگاڑ دیا فیض آباد دھرنے میں کنٹینر کے ساتھ جو خیمہ لگا تھا اکثر میں اسی میں سویا کرتا تھا شروع کے چار پانچ دن ٹرالر کے نیچے بھی سویا ہر طرف سے سرد ہوا آتی تھی لیکن اس سخت موسم میں جن کے لیے ہم سوئے تھے انہوں نے سرد ہواؤں کو محسوس نہیں ہونے دیا جب ہر طرف شیلنگ ہو رہی تھی تو مجھے آنسو گیس کا دھواں بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا اکثر پوچھا جاتا ہے کہ دھرنے کے خلاف آپریشن کرنے والی پولیس پسپا کیسے ہوئی یہ میں نہیں کہہ سکتا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ کچھ ہوا ضرور تھا

پولیس والوں کو میں نے بھاگتے دیکھا میں نے اپنے لوگوں سے پوچھا انہیں کیا ہوا ہے کہنے لگے پتہ نہیں کیا ہوا ہے میں تو لبیک یا رسول اللہ کے نعرے کے ساتھ ان پولیس والوں کو تلقین کر رہا تھا کہ آپ نے ہمیں مار بھی دیا تو ٹرمپ خوش ہو جائے گا، کفر خوش ہو جائے گا کہ لوگ ناموس رسالت کے لیے آئے تھے اور خود مسلمانوں نے ان کو مار دیا دھرنے کے دوران اس طرح کی بہت سی افوائیں چلیں اور پروپگنڈا کیا گیا کہ ہمارے پیچھے فوج یا اسٹبلشمنٹ ہے واللہ مجھ سے تو اس سلسلے میں کبھی کسی نے رابطہ نہیں کیا دراصل یہ ساری باتیں ہماری تحریک کو متاثر کرنے کے لیے کی جا رہی تھی جب معاہدہ کے بعد دھرنا ختم کرنے کا اعلان ہوا تو مجھ سے ملنے جنرل فیض حمید میرے خیمے میں ضرور آئے تھے ان کا کہنا تھا کہ ہمیں علامہ خادم حسین رضوی سے ملا تو دو، کہ وہ ہیں کون جہاں تک دھرنے کی بات ہے یہ ایک ایسا کام ہو گیا کہ مورخ بھی لکھتے ہوئے ہزار بار کانپے گا کہ نہتے عاشقان رسول کے سامنے ہزاروں مسلح لوگ کیسے دوڑ پڑے۔

علامہ خادم حسین رضوی کے ساتھ گفتگو کے موقع پر ان کے ایک دیرینہ ساتھی جیلان شاہ بھی موجود تھے جیلان شاہ فیض آباد دھرنے کا حصہ رہے علامہ صاحب کی اجازت سے اس سوال کا جواب انہوں نے دیا کہ پولیس والے پسپا کیسے ہوئے ان کی زبانی سنیے ایک بار پولیس والے فیض آباد کی طرف سے آئے انہیں پسپا کر دیا گیا پھر دوسری بار یہ بارہ اطراف سے آئے کنٹینرز کے عقب سے بھی گھراؤ کیا لیکن اس کے باوجود دھرنے کے شرکاء نے انہیں دوبارہ پیچھے دھکیل دیا جس کے بعد پندرہ منٹ کے وقفے سے پولیس والوں نے تیسری بار ہلہ بولا یہ ان کی پوری طاقت کے ساتھ حتمی کاروائی تھی اس وقت تک بے انتہا شیلنگ نے شرکاء کو نڈھال کر دیا تھا کیونکہ آنسو گیس کے شیل انسان کے سانس کو روک دیتے ہیں اس کے نتیجے میں خون کا بہاؤ متاثر ہوتا ہے پولیس کی جانب سے فائر کیے جانے والے بارہ ہزار سے زائد شیل ہم نے خود گنے تھے انتہائی نزدیک سے ربڑ کی گولیاں الگ چلائی جا رہی تھیں صورتِ حال یہ تھی کہ پولیس والے کنٹینر کی ڈرائیونگ سیٹ والے حصے کے نزدیک آچکے تھے ان کے واٹر کینن ہمارے کنٹینر سے ٹکرا رہے تھے کنٹینر کے عقب میں فیض آباد والی سائیڈ پر بھی جہاں استاد صاحب (علامہ خادم

حسین رضوی) موجود تھے پولیس والے چند گز کے فاصلے پر آچکے تھے اس دوران وہ ہمارے ایک ایک خیمے کی تلاشی لینے کے بعد انہیں نذر آتش کر کے آگے بڑھ رہے تھے لیکن اس وقت تک بھی استاد صاحب یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ ہم نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھانا پونے پانچ گھنٹے کی مسلسل شیلنگ سے لڑکے اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہے تھے البتہ ہمیں یہ پریشانی ضرور تھی کہ استاد صاحب کو کچھ نہ ہو جائے جب پولیس والے ہمارے بالکل قریب آگئے تو یہی وہ مرحلہ تھا جب بالآخر استاد صاحب نے گرج دار لہجے میں کہا لڑکو انہیں پکڑ لو کنٹینرز پر ہمارے جو قائدین تھے اور نیچے نڈھال کارکنان استاد صاحب کے ان الفاظ میں گویا ان میں بجلی بھر دی پھر لڑکوں نے نہیں دیکھا کہ آگے کون ہے اور کون نہیں پولیس کے پیچھے دوڑ لگا دی یوں پانسا پلٹا یہ جو پروپیگنڈا کیا گیا تھا کہ عقب سے دھرنے والوں کو غیبی امداد آئی یعنی اشارہ اسٹیبلشمنٹ کی طرف تھا حالانکہ اس میں ایک فیصد بھی حقیقت نہیں عقب سے امداد ضرور آئی تھی لیکن وہ عام لوگوں کی تھی جو گھروں میں بیٹھے ٹی وی پر یہ کاروائی دیکھ رہے تھے جب کنٹینر کے پاس پانسا پلٹا تو ہمارے ناکوں کے پیچھے سے عوام آنا شروع ہو گئے ہم مری والی سائیڈ پر تھے اس سائیڈ پر ہمارے تقریبا تمام لڑکے گرفتار ہو چکے تھے لیکن پھر گھروں سے اچانک اتنی مخلوق نکلی کہ پولیس ان گرفتار لڑکوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلی یہاں تک کہ اپنی گاڑیاں بھی چھوڑ گئی ان آنے والوں میں ایک لڑکا ایسا بھی تھا جو صبح ناشتہ کر رہا تھا جب اس نے ٹی وی پر دیکھا کہ آپریشن شروع ہو گیا ہے تو ناشتہ چھوڑ کر اپنی والدہ سے کہا کہ اماں اب بعد میں ملاقات ہو گی میں جا رہا ہوں راجہ زوہیب نے 27 منٹ میں شہادت حاصل کی اور راولپنڈی میں اپنی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپریشن کا سنتے ہی اس نے دوکان کا شٹر بند کیا اور فیض آباد کی طرف چل پڑا۔

دھرنے کے حوالے سے ایک اور واقعہ سناتا چلوں میرا بھائی آسٹریلیا سے آیا تھا وہ استاد صاحب کا مداح ہے ہمارے ساتھ دھرنے میں چلا آیا دھرنے کے پہلے روز رات ڈھائی بجے جب ہم فیض آباد پہنچے تو کنٹینر سے لڑکے میوے کا لنگر بانٹ رہے تھے بھائی نے کہا کہ میں نے بھی کنٹینر کے اوپر جانا

ہے پھر وہ بھی لڑکوں کے ساتھ مل کر لنگر بانٹنے لگا صبح چار ساڑھے چار بجے کے قریب جو رش ختم ہوا تو ہم نیچے آ کر کھڑے ہو گئے بھائی نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر انگڑائی لی تو اس کا پیر نیچے سوئے ہوئے شخص سے ٹکرایا اس نے اپنے ساتھ کھڑے لڑکے سے پوچھا اتنی سردی میں کھلے آسمان تلے کمبل اوڑھے یہ کون سو رہا ہے اسے بتایا گیا کہ استاد صاحب ہیں بھائی کو یقین نہیں آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ واقعی یہ استاد صاحب ہیں میں نے بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا، بھائی کو حیرت کا جھٹکا لگا کہنے لگا میرے لیے یہ ناقابل یقین بات ہے کہ ایک لیڈر عام کارکنوں کی طرح نیچے سو رہا ہو حالانکہ کنٹینر موجود تھا اور سامنے ہوٹل بھی تھے جہاں رات کو کچھ دیر آرام کی خاطر استاد صاحب جا سکتے تھے۔
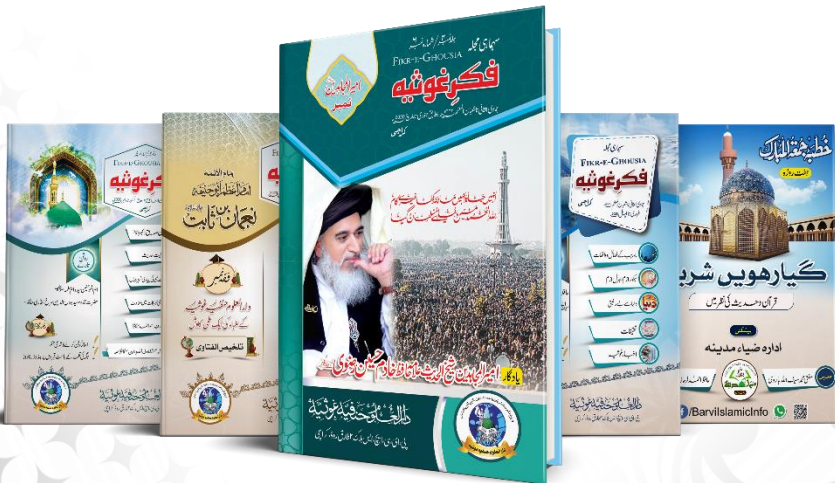
# امیر عزیمت کے ساتھ وابستہ

## چند یادیں اور باتیں

محمد طاہر عزیز باروی، ناروے
فاضل: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مادر علمی مرکز علم و عرفان، آبشار نور و حکمت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی کرم نوازیوں کا گذشتہ دو عشروں سے مرہون منت اور ممنون کرم ہوں تکمیلِ حفظ قرآن کے بعد شعبہ تجوید میں 1999ء میں داخلہ لیا، گھر سے باہر پہلا سفر ہونے کی وجہ سے ایک عرصہ تو اپنے آپ کو اس ماحول کا عادی کرنے میں لگا بعد ازاں جب کوئی تھوڑی بہت شناسائی ہوئی تو کئی پُر نور چہروں کی زیارت بلکہ ان کی دست و قدم بوسی کی بارہا سعادت ملی۔

کئی جید اساتذہ کرام اور علماء کبار کے ساتھ ساتھ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ بھی شرف ملاقات و زیارت اور ان کے فیض گوہر بار سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سچے اور سُچّے خادم تھے بلکہ یوں کہیے کہ اسم با مسمّیٰ تھے آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ جس شخصیت کے ساتھ نسبت کے حامل تھے دنیا اسے عشق رسالت مآب ﷺ کا سب سے بڑا نام اور استعارہ سمجھتی ہے اور وہ نام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام الشاہ احمد رضا خان کا ہے۔

اعلیٰ حضرت سے تو انکی عقیدت کا عالم یہ تھا کہ تقاریر میں انکے علمی نکات بیان فرماتے اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تحت الشہادۃ العالمیہ کے امتحان کیلئے لکھے جانے والے مقالہ کا عنوان بھی اسی نسبت سے ”اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء“ لکھا اور اب وہ مقالہ فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن کی پہلی جلد کی زینت ہے۔ مسکرا کر فرماتے کہ جو اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ پڑھے گا پہلے میرا مقالہ پڑھے گا۔

**قارئین گرامی!**

ممدوح گرامی کو پیکر عزیمت و استقامت کہا جائے یا جرأت و بہادری کا ایک خوبصورت عنوان، کشتہ عشق حبیب کہا جائے یا فنافی الرسول کے مقام پر فائز ایک عاشق صادق، علم و عرفان کا بحر قلزم کہا جائے یا معرفت و حقیقت کے سمندروں کا غواص، درس و تدریس کا شاہسوار کہا جائے یا تحقیق و تصنیف کا بحر ذخار۔

**الغرض!**

کوئی بھی لقب یا عنوان اس قدسی صفت، پاکیزہ کردار کے حامل شخص سے متضاد یا ان کی شخصیت سے مختلف نظر نہیں آئے گا۔ ؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بسیار کوشش کے باوجود میں یہ یاد نہیں کر پایا کہ انہیں پہلی بار کب دیکھا، ہاں مگر اتنا یاد ہے کہ جامعہ کے کچھ طلباء شاید عمرہ کر کے آئے تھے یا بزم کا کوئی خاص پروگرام تھا یہ مستحضر نہیں البتہ خطاب استاذ گرامی کا تھا، تو طلباء کا رش اس قدر تھا کہ مسجد کا بغلی دروازہ جو جامعہ کی طرف کھلتا ہے اس سے باہر سیڑھیوں پر کھڑے طلباء سن رہے تھے اور ان دنوں ان کے خطاب کی یہی خصوصیت طلباء میں مقبول تھی کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور قلندر لاہوری کے اشعار کو بہت اعلیٰ انداز میں منطبق کرتے ہیں کہ لگتا ہے یہ شعر کہا ہی اسی موقع کیلئے گیا ہے۔

اللہ کریم نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں اور ظاہری و باطنی حسن کے تمام جلووں سے خوب نوازا تھا، عشق رسالت مآب ﷺ اور اخلاص کی بدولت انہیں قبول عام بھی عطا فرمایا مستزاد اس پر انہیں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ (الحدیث) کا خصوصی فیضان ابتدا سے ہی ودیعت ہوا تھا۔ زمانہ تدریس کے ابتدا سے ہی ان کے سامنے کسی کو بات کرنے کی تاب نہ ہوتی اور سو، ۲ سو کی کلاس ان کے سامنے یوں دبکی نظر آتی گویا کاٹو تو لہو نہیں۔

## معمولات و وظائف:

ان کے حالات زندگی کے مطالعہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن سے علم و عمل کی دنیا کے شناسا تھے اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، صبح سورۃ یاسین اور شام کے وظائف کے بارے خود فرماتے کہ ابتدا سے ہی میرے ذہن میں اللہ کی طرف سے یہ بات پیدا ہوگئی کہ میں نے روز سونے سے قبل سورۃ محمد کی تلاوت کرنی ہے۔ اور یہ انکا زندگی بھر معمول رہا، اس کے علاوہ تسبیح فاطمہ (سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، (بخاری 6318) کے مستقل عامل تھے۔

فرماتے کہ جب سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ کے بارے پڑھا کہ انہوں نے زندگی بھر میں صرف ایک دن یہ تسبیح قضا فرمائی اس کے علاوہ کبھی بھی انہوں نے اس کا ناغہ نہیں کیا تو میں ان کی سنت میں تب سے اس پر عمل پیرا ہوں اور یہ کبھی قضا نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں وہ مستقلا دلائل الخیرات شریف اور حزب البحر کے قاری اور عامل تھے اور کبھی کوئی شاگرد یا عقیدت مند کوئی وظیفہ پوچھتا تو یہی چند چیزیں ارشاد فرماتے، فخر القراء جناب قاری عامر خان (ناروے) کو 2004ء میں اپنے دستخط اور اجازت سے دلائل الخیرات ایک جاننے والے کے ہاتھ ڈنمارک بھجوائی اور اس کے پڑھنے کی تاکید کی۔

## لباس:

مزاج میں نفاست تھی اسی لیے ہمیشہ صاف ستھرا اور اصل کاٹن کا بغیر مایہ لگا کپڑا شلوار قمیص کے طور پر استعمال کرتے اور شنید یہ ہے کہ یہ کپڑا انہیں بطور خاص ان کے مرشد گرامی بھجوایا کرتے۔ اس کے علاوہ نسواری گاڑھے رنگ کی پگڑی، اسی رنگ کی ٹوپی اور ایک رنگدار چادر (لنگی) انکے کندھے پر موجود رہتی جو انکی دیکھا دیکھی بہت عام ہوئی اور کئی دکاندار ان سے منسوب کر کے وہ چادر بیچنے لگے کہ یہی وہ چادر ہے جو وہ استعمال کرتے ہیں مگر جس شان اور خوبصورتی کے ساتھ چادر انکے کندھے پر دیکھی وہ کہیں اور نظر نہ آئی۔

## چلنے کا انداز:

چلنے میں وہ بہت تیز رفتار تھے اور چلتے ہوئے چادر کا ایک کونا عموما بائیں ہاتھ سے منہ اور ناک پر رکھتے یا کبھی کبھار دانتوں میں دبایا ہوتا کہ تیز چلنے میں اس کے گرنے کا خدشہ نہ ہو۔ چلنے کا خاص یہ انداز ہوتا کہ جیسے وہ کسی اونچائی سے نشیب کی طرف آرہے ہوں فرماتے کہ یہی انداز سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے اور میں نے مجاہد ملت علامہ عبد الستار خان نیازی کے علاوہ اس طرح فطرتی طور پر کسی کو چلتے نہیں دیکھا۔

## مومنانہ فراست:

اللہ کریم نے انہیں فراست مومنانہ بھی عطا فرمائی تھی اور وہ اس سے مردم شناسی کا کام لیتے اسی سبب جو بندہ ان کے دل میں جگہ بنالیتا اس سے محبت کا بھرپور اظہار فرماتے انہیں مجاہد ملت سے بہت انس تھا اور وہ اپنی زندگی میں ان سے بہت متاثر بھی تھے فرماتے میرا زمانہ طالب علمی تھا تو علامہ نیازی جامعہ تشریف لائے تو میں اس انتظار میں تھا کہ کسی طرح موقع ملے تو میں ان سے ”آٹو گراف“ لوں ہجوم کافی تھا وہ گیٹ پر پہنچے تو میں نے قبلہ مفتی اعظم پاکستان سے عرض کیا کہ میں نے ان سے کچھ لکھوانا ہے مفتی صاحب نے مجھے پکڑ کر آگے کر دیا اور نیازی صاحب سے کہا یہ بچہ کچھ کہنا چاہتا ہے یہ سنتے ہی فورا میں نے اپنی ڈائری آگے کر دی اور کہا کہ کچھ نصیحت فرمائیں۔

بڑی زوردار آواز میں کہا پہلے کہاں تھے؟ میں نے بتایا کہ آپ مصروف تھے میں کافی دیر سے یہاں بیٹھے آپکا انتظار کر رہا تھا یہ سن کر انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا **”علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است“**

نیازی صاحب سے انکی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کا انتقال (2001ء) ہوا تو جامعہ سے ایک بڑی بس پر پورا قافلہ گیا (اس پر میں ایک مکمل مضمون لکھ چکا ہوں) تو استاذ گرامی بھی ساتھ تھے وہاں جنازے

کے بعد نیازی صاحب کے ان کی طرح بلکہ ستون نما بھانجوں نے جنازے کو گھیر لیا اور کہا بس دور سے زیارت کرو اور جاؤ مگر استاذ گرامی اس دھکم پیل میں آگے گئے اور ان کا ماتھا چوما اور فرمایا۔

''من سرہ ان ینظرالی رجل من اھل الجنۃ فلینظرالی ھذا الرجل''

## سادگی اور نفاست:

استاذ گرامی کی طبیعت میں نفاست ونزاکت کے باوصف سادگی کا عنصر غالب تھا اور کھانے پینے میں وہ بہت سادہ مزاج کے مالک تھے کئی بار کلاس سے فارغ ہوتے تو فرماتے ''جا بھائی منڈے آ لنگر لے آ'' اور وہ لنگر جامعہ کا طلباء کیلئے پکا ہوا سادہ سا کھانا ہوتا وہی کھاتے اور اگر دال ہوتی تو پھر ہری مرچ اور بازار سے سادہ دہی منگواتے اور وہ ساتھ کھاتے۔ ایک بار مجھے بھیجا کہ جاؤ دہی پکڑ لاؤ میں دہی لینے گیا تو نیسلے کا دہی لایا فرمایا ''اونئیں جھلے آملک کولوں کھٹا دہی لے آ''۔ یعنی ملک سے کھٹا دہی لے آ، میں وہ لایا تو وہ کھایا اور ساتھ فرمایا جب دال کھاؤ تو یہ کھالیا کرو لاہور میں موسم شدید گرم ہوتا ہے اور اس موسم میں دال طبیعت کے موافق نہیں رہتی، دہی کھالیا کرو تو اس کی تاثیر مناسب ہو جاتی ہے اور اگر اس میں پودینے اور سبز دھنیے کی ملاوٹ ہو جائے تو پھر سالن کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس سب کے باوصف وہ بہت حساس اور انتہائی نفیس طبیعت کے مالک تھے کبھی ان کے بال بڑھے نہ دیکھے، نہ کبھی ان کے کپڑے پر کوئی ہلکی سی سلوٹ یا داغ دیکھا۔ کبھی جسم پر خشکی کے آثار تک نہ دکھائی دیئے۔ ان کا دماغ اور جسم ہمیشہ تروتازہ نظر آیا۔

## قوتِ حافظہ:

رب قدیر جل وعلا کی طرف سے انہیں خصوصی طور پر جو قوت حافظہ عطا کی گئی اس کی نظیر کم کم ملتی ہے، قرآن مجید کے بہت پختہ حافظ اور حدیث پاک کا غیر معمولی ذخیرہ ان کے دماغ میں محفوظ تھا، سیرت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہزاروں واقعات ان کی نوک زبان پر رہتے، سینکڑوں قصائد اور ہزاروں عربی و

فارسی اشعار تو جیسے ایک جست میں پڑھ ڈالیں۔ اس کا ہمیں تجربہ ان سے سبعہ معلقات اور عربی ادب کی دیگر کتب پڑھتے وقت ہوا، بہت کم ایسا ہوا ہو کہ انہوں نے سبعہ معلقات، حماسہ اور متنبی کے کسی شعر کی کوئی نظیر کسی صحابی یا کسی پاک طینت بزرگ کے کسی قصیدے سے نہ دی ہو۔ اس کے علاوہ کلام اقبال، کلام رضا اور اکبر الہ آبادی کے کلام کے بھی حافظ تھے۔ اور آخر الذکر تین شعراء ان کے پسندیدیدہ شعراء تھے۔ فتاویٰ رضویہ کا خطبہ انکا پسندیدہ خطبہ تھا اور وہ اسے عموما تقاریر میں پڑھ کر سناتے اور خصوصیت بتاتے کہ اعلیٰ حضرت نے جن کتب سے استفادہ کیا انکے اسماء انہوں نے اپنے فتاویٰ کے خطبے میں بحیثیت اوصاف نبی ﷺ استعمال کیے۔ اور وہ پڑھتے بھی اپنے مخصوص انداز میں، اور کہا کرتے تھے کہ تم نہیں سمجھے، عربی کوئی یہ خطبہ سنے تو وجد میں آجائے۔

## انداز تدریس:

تقریبا تیس سال وہ تدریس سے وابستہ رہے اور ہزاروں علماء کرام کو انہوں نے پڑھایا، ہم نے ان سے مختلف علوم وفنون کی کئی کتابیں پڑھیں جس میں صرف، نحو، تفسیر واصول تفسیر، حدیث واصول حدیث وغیرہ شامل تھے مگر ہر ایک کتاب کا پڑھانے کا انداز اس فن کے تقاضوں کے مطابق ہوتا، کسی بھی سبق کے ساتھ صرفی نحوی بحث اس کالازمہ اور محبت رسول ﷺ کا پیغام اس کا تتمہ ہوتا۔

ہم دورہ حدیث تک صیغے بھی سناتے رہے اور تعلیلیں بھی کرتے رہے۔ دورہ حدیث میں شاید ان کا آخری سبق تھا تو اس دن بھی دو صیغے (اراقۃ، فداء) انکی گردانیں تعلیلات سمیت ہم سے سنیں۔

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں

## ایک بات جو کبھی بھول نہیں پایا:

ان سے پڑھتے ہوئے ایک بات جو کبھی نہیں بھول پایا، مجھے وہ بالکل آج صبح کے درس کی بات لگتی ہے کہ ہم جلالین شریف سورۃ طہ کی آیات:

''قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ قَالَ بَلْ أَلْقُوا'' (سورۃ طہ، 65،66)

**ترجمہ!** انہوں (جادوگروں) نے کہا اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں، موسیٰ نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو۔

پڑھ رہے تھے فرمانے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے چودہ ہزار جادوگروں کو ایمان کیسے نصیب ہوا؟ حالانکہ وہ مقابلہ کیلئے آئے تھے، فرمانے لگے اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ان کا صرف یہ پوچھنا کہ تم پہل کرو گے یا ہم؟ یہ حسن ادب، اظہار تواضع اور تعظیم نبی ہے اور اسی کی بدولت اللہ کریم نے ان لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا، تو اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ جھلے او! ایک لمحے کی نبی کی تعظیم اور وہ بھی نبی جان کر نہیں بلکہ ایک عام انسان یا جادوگر سمجھ کر انہوں نے یہ سب کیا اور رب کی بارگاہ میں وہ اتنا مقبول ٹھہرا کہ انہیں دولت ایمان سے مالا مال کر دیا تو جو اللہ کے نبی کو نبی سمجھ کر تعظیم کرے گا تو اللہ اسے کتنا نوازے گا؟

## مونچھوں کی کھینچائی:

جلالین شریف پڑھتے وقت کا ایک اور واقعہ بہت محظوظ کرتا ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا پروفیسر خالد عمران سیالوی (سرگودہا) عبارت پڑھ رہے تھے ہم نے سارا درس نظامی اکٹھے بیٹھ کے کیا ہے، ساتھ ساتھ بیٹھتے اور اس دن ہم یوں بیٹھے تھے کہ انکے بازو کے اندر سے میں نے اپنا بازو باہر نکال کے اپنے ماتھے سے لگایا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ سے میں اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا اور وہ عبارت پڑھ رہے تھے۔ کوئی لفظی غلطی ہوئی تو میں نے اسی انداز میں کہنی ماری کہ لفظ ٹھیک کرو، لفظ ٹھیک نہ ہوا تو دوبارہ بلکہ سہ بارہ یہی حرکت کی، میری توجہ نہ ہوئی کہ استاذ گرامی ہماری طرف دیکھ رہے تھے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کیا مسئلہ ہے؟

میں نے کہا یہ غلط پڑھ رہا ہے کہنے لگے ”تے دس فیر“ میں نے ہاتھ مونچھوں سے نیچے کیا تو کہنے لگے کہ ”نا۔ نا۔ ہتھ اتھے رکھ تے فیر دس“، میں نے معذرت کی تو فرمانے لگے معافی ایسے نہیں ملے گی، مولانا خالد عمران صاحب سے فرمایا اٹھ کالے! دونوں ہاتھوں سے اس کی مونچھیں کھینچ، یہ ہمیں تاؤ دکھا

رہا ہے اور اس کے لفظ بتانے کے انداز سے تکبر کی بو آئی ہے اس کی طبیعت صاف کر۔ خیر ہماری مونچھیں کھینچی گئیں۔ آنکھوں سے پانی نکلا ہم نے معذرت کی تو فرمایا چل اب معافی ہے۔

**پسندیدہ مونچھیں :**

انہیں ہمارے ہم کلاس مولانا امجد ساجد رضوی (بہاولنگر) کی مونچھیں پسند تھیں بلکہ ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں سے ان کی مونچھوں کو تاؤ دیا اور فرمانے لگے کہ او مچھو! جب کوئی گستاخ نبی نظر آئے اناں نوں وٹ کے کھنگھور ماریں او اسے کھنگورے نال ای نس جائے گا۔

ساتھ نم آنکھوں سے ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی رسول اپنی لمبی مونچھوں کو گدّی پر گرہ لگاتے تھے ایک دن نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا مونچھیں کب تراشی ہیں؟ عرض کی ابھی تراشی ہیں، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اب تبھی تراشنا جب مجھ سے اگلی ملاقات ہو۔

اگلی بار حاضر ہوئے تو حضور ﷺ وصال فرما چکے تھے، اس کے بعد پوری زندگی مونچھیں نہیں کاٹیں کوئی اگر کاٹنے کا کہتا تو فرماتے اب میں تبھی مونچھیں تراشوں گا جب اگلی ملاقات ان سے ہو گی (ابن عساکر، ج67، ص294)

**حدیث رسول ﷺ پڑھانے کا انداز:**

حدیث پاک پڑھانے سے قبل قصیدہ بردہ شریف اور شجرہ طیبہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے لیکر حضرت ابراہیم تک ضرور پڑھتے اور پڑھاتے، اور روزانہ قصیدہ بردہ شریف کا ایک شعر بمع ترجمہ و تشریح سمجھاتے، ہم نے قصیدہ ان سے یوں ہی پڑھا بھی اور اس کا کافی حصہ یاد بھی کیا، جو شعر پڑھا جاتا اس کی مختصر تشریح فرماتے اور اسی کی تاکید بھی کرتے کہ حدیث پاک شجرہ طیبہ اور قصیدہ بردہ شریف کے بغیر کبھی نہیں پڑھی۔

**حدیث مبارکہ کا ادب:**

حدیث رسول ﷺ کے سبق میں محدثین سراپا ادب اور مجسم عجز و انکسار نظر آتے اور یہی

طریقہ ہم نے اپنے اساتذہ کا دیکھا اور سیکھا مگر ایک چیز جو ان میں دیگر محدث اساتذہ سے ممتاز تھی کہ حدیث کے دوران طلباء کو بھی کسی قسم کی کوئی منافی ادب سرگرمی کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ جسم پر معمولی سی خارش کرتے بھی کسی کو دیکھتے تو شدید نالاں ہوتے اور بہت زیادہ جلال کا اظہار فرماتے یہاں تک کہ کبھی حدیث پاک کی کوئی کتاب الٹی یا ٹیڑھی مطلب مناسب سمت پر نہ رکھی ہوتی تو اس کا بھی برامناتے اس لیے ہمارے ہم درس علامہ مفتی محمد سلیمان نگدروی (مدرس آستانہ عالیہ سیفیہ راوی ریان) نے اپنے ذمہ یہ ڈیوٹی لی تھی کہ استاذ گرامی کے کلاس میں آنے سے قبل تمام کتابوں کو درست سمت اور سیدھا رکھنا ہے تاکہ کسی وجہ سے انکی طبیعت مکدر نہ ہو۔

دوران کلاس فاضل دوست مولانا محمد مستقیم صاحب (سیالکوٹ) مدرس دعوت اسلامی پاکستان نے حدیث پاک کی عبارت شروع کی تو پہلا لفظ ہی ان سے غلط ہو گیا، جبکہ درس و تدریس سے وابستہ افراد اس بات سے واقف ہیں کہ طلباء میں یہ بہت معمولی بات ہوتی ہے، پہلے لفظ پر غلطی سنتے ہی جلال میں آگئے، کلاس کو باہر نکال دیا اور خود بھی سبق نہیں پڑھایا واپس تشریف لے گئے۔ اور بار بار فرماتے کہ تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں حدیث نبی ﷺ ہے اور اس میں غلطی یا عدم توجہ تو ناقابل معافی ہے۔ دروازے پر چند طلباء اکٹھے ہو کر گئے اور معافی مانگی تب معاف بھی کیا اور کثیر رقم سے سب طلباء کو نوازا۔

## طلباء پر شفقت کا انداز:

ہم مشکوۃ شریف پڑھتے تھے تو ان دنوں ان کی کتاب تعلیلات خادمیہ زیر طبع تھی تو مجھے اس کتاب کی فوٹو کاپی کروانے کیلئے بھیجا، کتاب کے صفحات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں ٹائم بھی کافی لگ گیا اور جب واپس آیا تو سبق ختم ہو چکا تھا اور استاذ صاحب جا چکے تھے، عصر کی نماز کے بعد جامعہ میں چھٹی ہوتی ہے تو مجھے فون پر فرمایا اردو بازار والے گول چکر تک آجاؤ اور مشکوۃ شریف بھی ساتھ لے آؤ۔ میں ان کی فوٹو کاپی اور مشکوۃ شریف لے کر پہنچ گیا تو اس دن حرمت شراب پر کچھ احادیث پڑھائی تھیں تو مجھے وہ سارا

سبق وہیں گاڑی میں پڑھایا اور شراب کی حرمت اور اس کی پچیس کے قریب موجود اقسام پر مشتمل اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ ایک پیپر دیا اور ساتھ فرمایا یہ کوئی عام پیپر نہیں، یہ جب ہم نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے پاس یہی حدیث پڑھی تھی تو انہوں نے لکھوائی تھیں آج میں نے وہ اپنا پیپر تمہیں دے دیا ہے۔(زہے نصیب)

**وہ حدیث مبارکہ جسے پڑھاتے ہوئے روتے رہے:**

اسی طرح احادیث کی تشریح میں تو وہ بعض اوقات ایسے ایسے علمی، فکری، روحانی اور عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوبے ہوئے نکات بیان کرتے کہ انسان اش اش کر اٹھتا وہ منظر کبھی ہماری یادداشتوں سے محو نہیں ہوسکتا کہ جس دن رسول اکرم ﷺ کے وصال والی حدیث پڑھائی عالم یہ کہ لگتا تھا آج جگر پھٹ جائیں گے اور ایک بات کرتے کرتے انہیں شاید دس منٹ سے زیادہ لگ گئے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تین سو سال تک زمین پر کوئی بندہ مسکرا نہیں سکا اور چادر منہ پر رکھ کر ہمارے استاذ بلک بلک کر روئے وہاں سے اندازہ ہوا بوقت وصال رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کی کیا حالت ہوگی۔

بقول اعظم چشتی مرحوم:

اج توں میرا محبوب نئیں ڈِٹّھا<br>جنوں ویکھ کے چن شرماوے<br>بجلی، ڈر، دی لشک نہ مارے<br>مَتے بے ادبی ہو جاوے

(استاذ گرامی کی حدیث کی تقریبا گفتگو نباض قوم الحاج ابوداؤد محمد صادق رضوی کے مرید جناب شیخ اظہر صاحب کے پاس ریکارڈ ہے استاذ گرامی پڑھاتے اور یہ ریکارڈ کرتے، اور اللہ کریم انہیں جزاء خیر عطا فرمائے انہوں نے بہت خدمت کی ہمارے استاذ گرامی کی اور ہمیشہ ان کے ساتھ کھڑے نظر آئے۔)

جب تک اکابر قائدین موجود تھے یا یوں کہیے کہ جب تک ملی و سیاسی قیادت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر نہیں آن پڑا تب تک وہ مسلسل مسند تدریس کی زینت رہے اور معقولات و منقولات کی کون سی ایسی کتاب تھی جو انہوں نے نہیں پڑھائی، ہر جانب آپ کی تدریس کا شہرہ ہونے لگا دور و نزدیک سے طالبان علم اپنی علمی و فنی پیاس بجھانے کیلئے جوق در جوق آپ کے مقام تدریس کی طرف کھچے چلے آئے۔

اور انکے زمانہ تدریس میں ہی اہل دل ان سے محبت کا دامن بھرتے اور وہ اہل مطالعہ و کئی صاحب دل لوگوں کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے، کسی بھی محقق کو کسی قدیمی کتاب، قصیدے یا شعر یا کسی مخطوطے کے متعلق پوچھنا ہوتا تو ان کے پاس حاضر ہوتے۔

**واقعہ:**

اکثر یہ بات سناتے کہ میں صرف کی کلاس پڑھا رہا تھا کہ عام سی دھوتی اور کرتے میں ملبوس سر پر سادی سی دستار رکھے ایک بزرگ آوارد ہوئے، میں نے سلام دعا کی اور آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں ایک کتاب ڈھونڈ رہا ہوں وہ نہیں مل رہی، کتاب تو میرے علم میں ہے کہ نایاب ہے مگر میرا کام فقط اس عبارت سے ہے اگر یہ کہیں اور مل جائے تو میرا کام ہو جائے گا۔
استاذ صاحب نے فرمایا کہ اُن کے عبارت پڑھنے کے انداز سے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں میں نے فوراً اپنا مصلّٰی چھوڑ دیا اور ساتھ بٹھایا عبارت پر گفتگو کی اور ان کی مکمل تسلّی اور تشفّی ہو گئی تو پھر نام پوچھا تو فرمایا مجھے "محمد افضل فقیر" کہتے ہیں۔

صوفی محمد افضل فقیر کوئی عام آدمی نہیں وہ عصر حاضر کے بہت بڑے ادیب، صوفی اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبول شاعر تھے انکی شعری ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ محترم حفیظ تائب، حضرت پیر نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) ایسے بڑے بڑے لوگ بھی کئی کئی راتیں جاگ کر ان سے اپنی شاعری کی اصلاح لیا کرتے۔

استاذ گرامی کی ان سے محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ ان کا یہ شعر پڑھتے۔

جب روح مری نکلی پیراہن خاکی سے
وہ میرا فقیر آیا روضے سے ندا آئی

(جانِ جہاں، 27)

(استاذ گرامی اس میں کچھ ترمیم کر کے پڑھتے کہ جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلی ۔۔ تو روضے سے آواز آئی وہ میرا فقیر آیا)

**غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب سے محبت:**

حدیث پاک سے استدلال میں وہ سب سے زیادہ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی سے متاثر تھے فرمایا: ایک دن ہم غزالی زماں کی مجلس میں حاضر تھے تو وہ فرمانے لگے کہ مولانا! مجھے اللہ نے حدیث کے باب میں اتنا نوازا ہے کہ اگر پانچ صد لوگ لکھنے والے ہوں تو میں بغیر کسی وقفے اور بغیر کوئی کتاب کھولے چھ ماہ مسلسل لکھوا سکتا ہوں۔

ایک دفعہ فرمایا میری آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے میں کسی نے نبی اکرم ﷺ کے علم غیب پر ایک اعتراض کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو اگر علم غیب ہوتا تو حضور ﷺ غالبا حضرت سعد بن معاذ کا نام لیا تھا، ان کے معاملے میں فیصلہ گواہی کو دیکھ کر نہیں بلکہ علم غیب پر فرماتے، جبکہ حضور ﷺ نے تو شہادت کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا جو کہ خلاف واقعہ تھا۔

تو حضرت غزالی زماں نے بہت علمی گفتگو فرمائی کہ یہ فیصلہ رسول اکرم ﷺ کا آپ کے علم غیب کی نفی نہیں بلکہ منصب قضا کی عظمت ہے کہ آپ نے جانتے ہوئے بھی گواہوں کو رد نہیں کیا اور یہی قاضی کا کام ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر نہیں، شہادت کے قانون کے مطابق فیصلہ کرے ورنہ ہر قاضی اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرنا شروع کر دیتا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت غزالی زماں سے بہت عقیدت رکھتے۔

**نوٹ!** (اگر حدیث یا استدلال میں کوئی کمی بیشی ہو تو وہ میری کوتاہی ہے استاذ گرامی نے جو سنایا تھا وہ حافظے کی بنیاد پر میں نے لکھ دیا اگر کوئی کمی بیشی ہوئی تو معافی کا خواستگار ہوں)

## محافظ ناموس صحابہ:

اسی طرح درج ذیل حدیث پر ہمارا سبق تھا۔

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ الْأَسْلَمِيُّ إِلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّهُ أَصَابَ امْرَأَةً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ فَأَقْبَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَقَالَ أَنِكْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ حَتَّى غَابَ ذَلِكَ مِنْكَ فِي ذَلِكَ مِنْهَا قَالَ: نَعَمْ قَالَ كَمَا يَغِيبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا الزِّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ أَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ حَلَالًا قَالَ فَمَا تُرِيدُ بِهَذَا الْقَوْلِ قَالَ: أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَسَمِعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: انْظُرْ إِلَى هَذَا الَّذِي سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهُ حَتَّى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتَّى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ برجلِه فَقَالَ أينَ فلانٌ وفلانٌ؟ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هَذَا الْحِمَارِ فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللهِ مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هَذَا؟ قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أنهارِ الجنَّةِ ينغمسُ فِيهَا:

(أَبُو دَاوُد 4428)

**ترجمہ:** حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک اسلمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی ذات پر چار بار گواہی دی کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کیا، اس پر ہر دفعہ ان سے حضور ﷺ چہرہ پھیرتے رہے، پانچویں بار میں متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تو نے اس سے صحبت کی؟ بولے ہاں فرمایا حتی کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہو گیا؟ بولے ہاں فرمایا جیسے سلائی سرمہ دانی میں اور رسی کنویں میں غائب ہو جاتی ہے؟ بولے ہاں فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے؟ فرمایا ہاں میں نے

اس سے وہ کام حرام کیا ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے فرمایا تم اس سے چاہتے کیا ہو؟ عرض کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں تب آپ نے حکم دیا وہ رجم کیے گئے پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے دو شخصوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا اسے تو دیکھو جس کی اللہ نے پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے اپنے کو نہ چھوڑا حتی کہ کتے کی سنگساری کی طرح رجم کیا گیا، حضور انور اولاً دونوں سے خاموش رہے پھر گھڑی بھر چلے حتی کہ مردار گدھے پر گزرے جو ٹانگ اٹھائے تھا تو فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں وہ بولے یارسول اللہ ہم یہ ہیں تو فرمایا کہ اترو اور اس مردار گدھے میں سے کھاؤ، انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ اسے کون کھاتا ہے فرمایا کہ تم نے جو اپنے بھائی کی آبروریزی ابھی کی وہ اس میں سے کھالینے سے زیادہ بری ہے، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگارہا ہے۔

خلاف معمول تشریح حدیث سے قبل ایک طویل گفتگو فرمائی، اس حدیث کے سارے طرق اور یہ کہ پورے صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں کہاں کہاں موجود ہے، خود سنن ابی داود میں کہاں کہاں کس کس لفظ کے ساتھ واقع ہے اور پھر رسول اکرم ﷺ نفاذ حد کے وقت مسجد میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے ہیں پوچھنے پر فرمایا کہ وہ رب کی قضا ہے اور یہ میری ان کیلئے محبت ہے اور ''لقد تاب توبۃ لقسمت علی الارض لوسعتھم'' پر مکمل گفتگو فرمائی اور طلباء کے ذہن میں یہ بات راسخ کی کہ کبھی بھول کر بھی کسی صحابی رسول ﷺ کے متعلق ذہن میں غلط خیال مت لانا ورنہ اپنے اعمال ضائع کر بیٹھو گے اور یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کوئی عام ہستیاں نہیں بلکہ رب قدیر نے پوری مخلوق کے دل چیک کیے پھر ان میں سے جو بہترین دل تھے انکا انتخاب نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے طور پر کیا۔ ساتھ یہ مصرع دہراتے۔ ؎ دہد عشق احمد بندہ چنیدہ خود را

فرمانے لگے میں اپنے پیر صاحب کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو سانس لینا بھی مشکل ہوتا ہے اور وہ تو نبی اکرم ﷺ کی صحبت پاک میں تھے تو پھر کیسے یہ سب ہو گیا؟

فرمانے لگے جھلے او صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے صرف تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے ہی قربانیاں نہیں دیں بلکہ انہوں نے دین اسلام کے نفاذ کیلئے بھی قربانیاں دی ہیں تاکہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ اسلام کے قوانین اتنے اہم تھے تو حضور ﷺ نے خود نافذ کیوں نہ فرمائے یہ انکی قربانیاں ہیں کہ اسلام پر کوئی بندہ سوال نہیں اٹھا سکتا۔

## مشاجرات صحابہ کے متعلق نظریہ:

مشاجرات صحابہ پر کبھی گفتگو نہ کرنے دیتے، فرماتے کہ اللہ کے محبوب اور حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ لوگ ہیں ان کے معاملات ان کے ساتھ۔ ہمیں کس نے قاضی بنایا ہے کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ کے مابین مشاجرات کے متعلق فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھتے تھے۔

حق بدست حیدر کرار
لیکن امیر معاویہ بھی ہمارے سردار

لیکن حب علی کی آڑ میں کسی بھی صحابی پر زبان درازی کو کبھی گوارا نہ کیا، ابھی کچھ عرصہ قبل مشاجرات صحابہ کی آڑ میں کچھ لوگوں نے ناموس صحابہ پر خصوصا سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا ابوسفیان کے معاملے میں اپنے بغض باطن کا اظہار کیا تو ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: اگر وہ اس دن یہی ایک جملہ ہی ارشاد فرمادیتے تو پوری تقریر کا نچوڑ یہی تھا۔

فرمایا: "دُر دُر کتے او! ماکاں نوای پئے گئے او" یہ جملہ ان کے منہ سے ادا ہوا اور یوں ایک تاریخ رقم کر گیا۔

انہیں ویسے تو جمیع صحابہ کرام سے محبت تھی مگر وہ بہت زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے اور ان سے بہت زیادہ عقیدت تھی، اور وہاں سے بھی انہیں مقبولیت حاصل تھی، خود فرماتے تھے کہ میں جب ان کے مزار پر (شام) پہنچا تو دروازہ بند کیا جا رہا تھا اور وہاں قیام کا ہمارا آخری روز تھا ہم

دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہمیں غیر ملکی مہمان جان کر دروازہ کھول دیا اور میں نے ان کے مزار کے ساتھ کندھا لگا کر روتے ہوئے کچھ نوافل ادا کیے۔

## شام کے باشندوں کے ساتھ محبت اور محبت کی وجہ:

انکے دورہ شام کے بعد غالبا جامع مسجد سیدنا خالد بن ولید کے خطیب تھے یا کچھ دیگر علماء شام تو وہ استاذ گرامی کو ملنے جامعہ بھی آئے تو صبح اسمبلی کے بعد مجھے بلایا کہ تو بزم کا چوہدری اور بڑا منتظم بنتا ہے، تو آج پتہ چلے گا کہ تم میں کتنی انتظامی صلاحیت ہے، شام سے کچھ شیوخ تشریف لا رہے ہیں ان کے ناشتے کا انتظام کرنا ہے مگر وہ ناشتہ کھانے کی طرح ہو کہ وہ علماء دوپہر کو کھانا نہیں کھاتے۔

اور فرمانے لگے یاد رکھنا وہ شام کے لوگ ہیں اور ایک دعا میں حضور ﷺ نے شام کو اپنا شام کہا ہے اسی لیے جنہیں حضور ﷺ نے اپنا کہا ہے ان کیلئے ناشتے کا انتظام کرنا ہے۔

میں نے اپنے قائد محترم علامہ محمد حبیب احمد سعیدی کے ساتھ مل کر انتظام کیا، ان کا استقبال، جامعہ کا وزٹ اور اساتذہ و طلباء سے ملاقات کا شیڈول کی تفصیل، جب ان کے سامنے رکھی تو وہ بہت مسرور ہوئے بہت دعائیں دیں اور کہنے لگے چلو بزم دا کوئی تے فائدہ ہویا۔۔۔ راحت اندوری یاد آئے۔

اس کی یاد آئی ہے سانسو ذرا آہستہ چلو
دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

## تعظیم جگر پارہ مصطفیٰ ﷺ:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، فرماتے تھے کہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کے سامنے کسی نے کہا سیدہ فاطمہ حضور اکرم ﷺ کی بیٹی، تو انہوں نے ٹوک دیا کہ بیٹی نہ کہا جائے یہ عام لفظ ہے وہ حضور ﷺ کی شہزادی ہیں۔

فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو الفاظ کی بات ہے فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ کی اٹھائیسویں جلد میں کہا ہے خصوص کا انکار نصوص کے انکار کی طرف لے جائے گا۔

آج کل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس موضوع سخن ہے، ہمارے استاذ گرامی تعظیم و توقیر کی ٹکسال میں ڈھلے ایک خوبصورت انسان تھے درج ذیل حدیث پاک پر گفتگو فرمائی تو حیران کر دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُسَامَةَ، كَلَّمَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي امْرَأَةٍ فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الْحَدَّ عَلَى الْوَضِيعِ، وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ فَاطِمَةُ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا: (بخاری، 6787)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ نے نبی اکرم ﷺ سے ایک عورت کی (جس پر حد کا مقدمہ ہونے والا تھا) سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ وہ کمزوروں پر تو حد قائم کرتے اور بلند مرتبہ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

تو اس حدیث پر فرماتے کہ لفظ چوری نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ کیلئے نہیں فرمایا تو ہم کیوں استعمال کرتے ہیں بس حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر خلاف فطرت کام کرتیں تو میں اللہ کا حکم نافذ کرتا، ورنہ سیدہ فاطمہ کی فطرت میں پاکیزگی ہی پاکیزگی ہے۔

فرماتے تھے کہ حضرت کاظمی شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور نے کسی کیلئے بد دعا فرمائی بلکہ یہ کہا جائے کہ دعاء ضرر فرمائی، جب حضور ﷺ کی طرف لفظ بد کی نسبت جائز نہیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف چوری کی نسبت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

**اسلامی ہیروز سے محبت:**

صحابہ کرام کے بعد اسلامی ہیروز میں سلطان صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی اور سلطان محمود غزنوی

سے انہیں بہت پیار تھا اور وہ انہیں اپنا ہیرو اور رول ماڈل سمجھتے، اور اپنی تقاریر میں فتح بیت المقدس اور سلطان نور الدین زنگی کے اس منبر اور اس پر پڑھے جانے والے پہلے خطبے کا ذکر بہت والہانہ انداز سے کرتے تھے، یہ وہ منبر ہے جو سلطان نورالدین محمود بن زنگی نے فتح بیت المقدس سے تیس برس پیشتر اس عظیم الشان مسجد میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے لیے نہایت اعلیٰ صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں (کاریگروں) کی عرصہ دراز کی محنت اور صَرف زر کثیر کے بعد بنوایا تھا اور اس کو اپنے خزانے میں محفوظ رکھا تھا کہ جب میں بیت المقدس فتح کرونگا تو اسے اس محراب کی زینت بنا کر اپنا دل ٹھنڈا کروں گا لیکن سلطان رحمہ اللہ کی حیات میں ان کی یہ آرزو فتح بیت المقدس پوری نا ہوئی اور منبر اسی طرح پڑا رہ گیا، سلطان صلاح الدین نے اس کو منگوا بھیجا اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھوا کر بزرگ نورالدین کی تمنا کو پورا کیا۔

### فتح بیت المقدس کے وقت پڑھا جانے والا خطبہ:

جب بیت المقدس فتح ہوا تو کئی علماء نے خطبے تیار کیے تھے اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اسے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے، بے شمار لوگ تھے ہر درجہ اور رتبہ کے، ہر دیار و ملک کے علماء و فضلاء جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے، ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا اور دلوں پر رقت طاری تھی، اذان کہے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پر چڑھنے کا اشارہ کیا، خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت و بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہوگئے، سامعین کے دل دہل گئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، یہ خطبہ استاذ رضوی صاحب مکمل عربی میں پڑھتے اور لوگوں کے ولولہ عشق نبی ﷺ کو نئی جوانی عطا کرتے۔ اور اپنے خاص انداز میں ابن خلکان کی روایت کے مطابق وہ یہ سارا عربی خطبہ

پورے تسلسل اور اسی رعب میں پڑھتے اور فرماتے کہ یہ میں کسی قبرستان کے سامنے کھڑا ہو کر پڑھوں تو عربی سمجھنے والے مردے اٹھ کھلونڑ۔۔۔

ہم تو سجدے تیری راہوں میں کیے جائیں گے

جانے والے تیرے قدموں کے نشاں باقی ہیں

**ایک واقعہ:**

ان کے جلال کے سامنے کوئی تاب نہ لا سکتا، ایک دن قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کسی پروگرام میں جانے لگے تو جامعہ کے گیٹ سے مجھے فرمایا کہ جاؤ (مولانا) شکور احمد سیالوی (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) کو بلالاؤ، اتفاق یہ کہ یہ اس وقت حدیث پاک کے پیریڈ میں تھے اور پیریڈ استاذ گرامی علامہ خادم حسین رضوی کے پاس تھا، میں نے کچھ دیر انتظار کیا، ادھر سے استاذ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب کو دیکھوں کہ وہ گیٹ پہ کھڑے ہیں ادھر حدیث پاک کی کلاس۔۔۔۔۔۔۔ خیر جونہی موقع ملا تو میں نے کہہ دیا کہ شکور بھائی کو حافظ صاحب قبلہ بلا رہے ہیں تو استاد رضوی صاحب نے مجھے اچھا خاصا ڈانٹ دیا فرمایا کہ تین چار منٹ رہ گئے تھے تو رک جاتا ضرور حدیث کے دوران تم نے ڈسٹرب کرنا تھا، جب یہ کلاس باہر نکلی تو میں اندر چلا گیا اور میں نے کہا قبلہ میرے لیے تو پل صراط تھا کہ ادھر حافظ صاحب گیٹ پہ کھڑے تھے اور میں ان کے بالکل سامنے کھڑا تھا، اسی لیے جسارت کی، اور معافی چاہتا ہوں میں نے اتنا کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔ خلاف معمول زور سے ہنسے اور بہت عمدہ نصیحت فرمائی کہ پھر بندہ خود فیصلہ کر لیتا ہے کہ اس نے ایسی حالت میں اس مسئلہ کو حل کیسے کرنا ہے تم ایک پرچی لکھ کے دروازے سے کسی لڑکے کو پکڑاتے وہ میرے سامنے رکھ دیتا تو میں فوراً اسے اشارہ کر دیتا اس طرح تم نے حدیث پڑھانے کا ''موشن'' ہی توڑ دیا اور اس پر مجھے اچھی خاصی رقم عطا فرمائی کہ جا دودھ سوڈا پی آ۔ ''جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا''

**ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے نام پر عمرہ۔**

انکے مزاج مبارک میں ایک اور بات بڑی خوبصورت تھی کہ وہ کسی بھی چیز کے اعتراف کرنے میں بہت بے باک تھے اور بلا خوف لومۃ لائم وہ اعتراف کر جاتے۔

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کے خلاف جامعہ کے ایک طالبعلم نے کتاب لکھی، کتاب شائع ہونے کے بعد جب جامعہ خبر پہنچی تو اس شقی کو اسی دن جامعہ سے فارغ کر دیا گیا اور بہت سخت کارروائی کی گئی اس پر کہ "اکابرین اہل سنت کے متعلق کبھی بھی کسی قسم کی کوئی زبان درازی یا ان پر الزام تراشی برداشت نہ کی جائے گی" کا دوٹوک موقف بھی جامعہ کی طرف سے دہرایا گیا۔ ہم ان کے پاس سبق پڑھنے گئے تو انہوں نے کلاس میں اس فیصلے کی بہت تحسین کی، اسی دوران میں نے سوال پوچھا کہ آپ نے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ کی طرف سے ایک بار خصوصی عمرہ کیا اس کی کیا وجہ تھی؟

فرمانے لگے مولانا! بات یہ ہے کہ میرے دل میں ان کے متعلق انکی کسی تحریر پر کوئی مناسب رائے نہ تھی میں عمرہ کرنے گیا تو میں نے وہاں اپنے جمیع اکابرین کے نام پر عمرہ کیا جو جو نام میرے ذہن میں تھے میں نے ان کے نام زبان سے ادا کیے باقی سب کی نیت کر کے عمرہ کیا مگر پیر صاحب کا نام ذہن میں ہوتے ہوئے انکے متعلق اس خلش کے سبب میں نے عمرے میں نیت نہیں کی۔ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب میں رات کو ہوٹل میں جا کے سویا تو خواب دیکھا کہ حرم پاک میں حاضر ہوں اور پیر صاحب دلائل الخیرات شریف کا درس دے رہے ہیں لوگ کھڑے ہو کر سن رہے ہیں۔ میں بھی ایک طرف کھڑے ہو کر درس سننے لگا، درس دیتے دیتے جب پیر صاحب کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے مولانا! ہم نے بھی دین کا کام کیا ہے۔ اور یہ جملہ انہوں نے دو بار کہا بس پھر آنکھ کھل گئی تو اگلے ہی دن میں نے ان کے نام پر عمرہ کیا اور ان کے لیے حرم پاک میں دعا بھی کی۔

**وہ جن سے بہار تھی اس چمن میں:**

جس دن استاذ الاساتذہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی کا انتقال ہوا تو اس دن

بھی استاذ گرامی ان کے مزار کی ایک طرف موجود رہے اور جب ان کو انکی مبارک آرام گاہ میں لٹایا گیا تو فرمایا ایک بار پھر استاذوں کی زیارت کرنے دیں۔

اور جب رات کو انہیں اطلاع ملی تھی تو مفتی صاحب قبلہ کے گھر رات کو آئے تو جامعہ کے اساتذہ، فضلاء اور طلباء رو رہے تھے تو خود بھی رونے لگ گئے اور فرمایا کہ "رو اوئے منڈے او اج نئیں تے فیر کدوں روواں گے اسی اج تے یتیم ہوئے آں"۔ میں نے یہ منظر دو بار دیکھا۔ ایک تو چند سطور قبل ذکر ہوا دوسرا اسی طرح جب ہمارے شیخ گرامی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت خواجہ فقیر محمد باروی کا انتقال ہوا تو جنازے پر تشریف لائے اور تدفین کے موقع پر مزار پاک کے کنارے پورے تدفین کے عمل میں موجود رہے اور مسلسل روتے رہے

جب تدفین ہو چکی تو ایک لمبی سرد آہ بھری اور فرمایا:

"ھا۔۔۔ جنڑا سی اج ٹُر گیا اے

اس قدر رویا ہوں تیری یاد میں

آئینے آنکھوں کے دھندلے ہو گئے

(ناصر کاظمی)

حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب قبلہ تو ویسے انکے مہربان و محبوب تھے اور وہی ان کے لیے نمونہ زندگی تھے، اور استاذ علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اپنی عملی زندگی میں ان سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان کے قریب بھی۔ قرب کا اندازہ یہاں سے لگائیں کہ قبلہ مفتی صاحب جامعہ میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے تو استاذ گرامی بھی اپنی کلاس سے فارغ ہو کے ان کی خدمت میں پہنچ جاتے اور ان کے لیے کھانے کا اہتمام بھی کرتے اور ان کی خدمت بھی کرتے، پاؤں تک دباتے اور کبھی کبھی پھر کلاس میں تبصرہ فرماتے کہ ہمارے استاذ گرامی بہت مضبوط جسم کے مالک ہیں اچھا خاصا طاقت ور آدمی ان کے

پاؤں نہیں دبا سکتا، فرماتے کہ استاذ صاحب مجھے کہتے ہیں کہ یار ایڑیاں دباؤ مگر ان پر ہاتھ نہیں لگتا اور نہ دبائی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان کے پاؤں کے تلوے بہت نرم ہیں۔

**علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ سے عقیدت:**

"فطرت خود کرتی ہے لالے کی حنا بندی" کے مصداق قدرت خداوندی نے ابتدا سے ہی اس مرد عظیم اور رجل رشید کو اپنے راستے کیلئے چنا تو ایسے ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جو عہد موجود کے نباض بھی تھے اور نابغہ عصر بھی۔ ان میں سے ہر ہر فرد اپنی جگہ پر ایک عظیم راہنما اور مصلح ثابت ہوا جنہوں نے اس بطل حریت اور پاسبان فکر اسلامی کی آبیاری کی اور ان کی زندگی کو عظیم رخ اور پہلو عطا کیے۔

ان میں شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ان کے استاذ تھے اور ان کے لیے جائے عقیدت بھی اور ان کے شاگرد ہونے پر وہ نازاں بھی۔

**ایک واقعہ:**

قبلہ شرف صاحب کے انتقال کے بعد بزم رضا میں جامعہ نظامیہ میں انکی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے بزم رضا کے زیر اہتمام "شرف ملت" سیمینار رکھا گیا اس سیمینار میں ایک معروف اسکالر نے استاذ شرف صاحب قبلہ کے حوالہ سے کہا کہ وہ آخری عمر میں اہل سنت کی طرف سے مسئلہ توحید پر کام کم ہونے کی وجہ سے دکھی تھے اور مجھے ایک بار فرمایا کہ مولانا! ہم اہل سنت نے خدا کو "کھڈے لائن" لگا دیا ہے۔ انکی گفتگو ختم ہوئی تو میں چونکہ پروگرام چلا رہا تھا تو استاذ گرامی نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ انکے بعد میری گفتگو کروالو۔

**مائیک پر آتے ہی فرمانے لگے:**

ہم استاذ شرف صاحب کے پاس پڑھتے تھے ہم نے انکی تحریک پر علم صرف کی ایک کتاب چھاپی تو اس کے مصنف کوئی متعزلی تھے ان کے نام کے ساتھ کلمہ ترحُّم لکھا ہوا تھا، شرف صاحب نے پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ عرض کیا کہ اس کتاب کا حاشیہ یا اس کی شرح علامہ بندیالوی صاحب نے لکھی ہے تو انہوں

نے اسی طرح لکھا ہے۔ اس پر شرف صاحب نے فرمایا کہ میں علامہ بندیالوی کا شاگرد ہوں اور شاگرد ہونے کے ناطے میں یہ کاٹ رہا ہوں۔ استاذ اگر موجود ہوتے تو ان سے عرض کرتا اور وہ میری بات کو رد نہ فرماتے اور اس بات سے رجوع فرماتے۔

استاد رضوی صاحب نے اتنی بات کی اور فرمایا کہ میں شرف صاحب کا شاگرد ہوں اوّلاً تو وہ ایسی بات نہیں کر سکتے ثانیاً اگر انہوں نے کی بھی ہے تو میں ان کا شاگرد ہونے کے ناطے یہ بات ان کے کلام سے کاٹ رہا ہوں، وہ موجود ہوتے تو میں ان سے عرض کرتا تو وہ ضرور مانتے اور رجوع بھی فرمالیتے اس لیے آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہ بات ان سے منسوب نہ کی جائے میں نے یہ ختم کر دی ہے۔

شرف صاحب قبلہ سے اسی عقیدت کی بنیاد پر استاذ گرامی اپنے دادا استاذ فخر المناطقہ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب علیہ الرحمہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اور قبلہ شرف صاحب ان کی پوری کلاس کو قبلہ بندیالوی صاحب کی خدمت میں لے کر گئے تھے اور اسی سنت پر استاذ گرامی بھی اپنی کلاس کو استاذ شرف صاحب کی خدمت میں لے کر جاتے جب وہ بہت زیادہ علیل تھے اور درس و تدریس سے الگ ہو چکے تھے۔ جب استاذ گرامی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ ،علامہ شرف صاحب کے ساتھ علامہ بندیالوی صاحب کے پاس گئے تو دیگر طلباء نے ان سے سلام دعا اور انکی دست بوسی کی سعادت حاصل کی مگر استاذ گرامی نے باقاعدہ طور پر قدم بوسی کی اور وہ بھی یوں کہ اپنا سر دستار سمیت کچھ دیر کیلئے ان کے قدمین پر رکھ دیا یہ بیش قیمت لمحات کسی کے کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کر لیے آج کل وہ تصویر سوشل میڈیا پر بہت وائرل ہو رہی ہے۔

**شیخ الحدیث علامہ محمد رشید صاحب سے عقیدت:**

اسی رنگ کی ایک نظیر ان کے ذہن میں تھی کہ ان کے استاذ گرامی شیخ الحدیث مولانا قاضی محمد رشید نقشبندی جن کی عرصہ دراز تک یہ خدمت کرتے رہے اور ان کے خادم خاص بھی رہے اور انکی تربیت بلکہ ان کے جلال و جمال کا ایک گہرا اثر انکی طبیعت اور مزاج میں شامل تھا جس کا اظہار وہ اعلانیہ

طور پر کرتے تھے۔ کلاس کے دوران کئی مرتبہ یہ بات سنائی کہ ہم استاذ محمد رشید صاحب کے ساتھ استاذ علامہ عطا محمد صاحب کی خدمت میں گئے واپس آنے لگے تو استاذ رشید صاحب جو اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر تھے انہوں نے اپنی سفید ٹوپی سے بندیالوی صاحب کے جوتے صاف کیے اور وہ جھاڑے بغیر اپنے سر پر رکھ لی اور اسی طرح واپسی کا سفر کیا اور اس پر وہ سراپا تشکر و امتنان تھے کہ انہیں اتنی بڑی سعادت میسر آئی۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی صاحب کی ایمانداری اور اخلاص سے وہ از حد متاثر تھے، فرماتے تھے کہ ایک بار میں ان کے ساتھ تھا انہوں نے رائیونڈ کسی پروگرام میں جانا تھا ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے تو ٹرین چل چکی تھی اب اگر ہم ٹکٹ لینے کیلئے رکتے تو ریل گاڑی نکل جاتی، ہم چلتی ٹرین میں سوار ہو گئے، خیال تھا کہ ٹکٹ دوران سفر چیکر سے لے لیں گے۔

رائیونڈ تک ٹکٹ چیک کرنے والا کوئی نہ آیا تو ہم مجبوراً اتر گئے، اگلے دن مجھے فرمایا مولوی خادم! ریلوے اسٹیشن جاؤ اور وہی گاڑی جو کل اس وقت رائیونڈ گئی تھی اس کے دو رائیونڈ کے ٹکٹ لے آؤ میں لایا تو وہ میرے سامنے پھاڑ دیے کہ چلیں اس طرح محکمہ ریل کو ان کی امانت تو پہنچ گئی اسی پریشانی میں گذشتہ شب میں سو نہیں سکا۔

انکی ایمانداری کے اس واقعہ سے استاذ گرامی بہت متاثر تھے اور خود فرماتے کہ استاذ رشید صاحب نے جو ہماری تربیت کی ہے وہ ہمارے لیے ہماری زندگی کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

**ایک دلچسپ واقعہ:**

ایک بہت دلچسپ واقعہ بہت مسکرا مسکرا کر سناتے تھے کہ میں زمانہ طالب علمی میں ایک مسجد میں امام تھا میلاد النبی ﷺ کے جلسے میں استاذ رشید صاحب کا خطاب رکھا، استاذ صاحب خطاب کرتے کرتے فرمانے لگے کہ او بھائی جانتے ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی دائیہ کون ہے؟

فرمایا کہ میں انتظامی امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے مجمع میں سب سے پیچھے بیٹھا تھا میرے منہ سے اچانک نکل گیا سیدہ حلیمہ سعدیہ، یہ جواب سنتے ہی استاذ رشید صاحب نے میری طرف دیکھا اور ان کے منہ سے نکل گیا۔ ہاکھو تانہ ہووے تے۔۔ وہ حضور ﷺ کی مرضعہ (دودھ پلانے والی) ہیں نہ کہ دائیہ۔ میں مسکرا پڑا، انہوں نے اسی وقت خطاب میں مجھ سے اور میری مسجد کے لوگوں سے اعلانیہ طور پر معذرت کی اور اگلے دن جب میں سبق کے اختتام پر کلاس سے باہر جانے لگا تو انہوں نے مجھے ایک پرچی دی فرمایا کہ اسے باہر جا کے پڑھو، میں نے کھولی تو اس میں میرے نام ایک خط تھا، جس میں گذشتہ پروگرام میں ہونے والی بات پر معذرت لکھی ہوئی تھی۔

تحریر تھی عزیز گرامی! میں کل سے بے سکونی کی کیفیت سے دوچار اور دل شدید اضطراب کا شکار ہے۔ امید ہے آپ مجھے معاف کر کے بڑے پن کا ثبوت دیں گے۔ وہ آپکی مسجد ہے اور آپ وہاں کے امام وخطیب ہیں سہوا میرے منہ سے یہ بات نکل گئی اور مجھے لگا کہ میں کلاس روم میں ہوں اور اسی دھیان میں وہ نامناسب جملہ زبان سے ادا ہو گیا۔ آپ کی طرف سے معاف کرنا میرے لیے سکون اور اطمینان قلبی کا باعث ہو گا۔

شیخ الحدیث علامہ محمد رشید صاحب کی وجہ سے انہیں قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے بہت عقیدت تھی فرمایا کہ جب کوئی ان سے تعویذ لکھنے کا کہتا ہے تو وہ "نورانی صاحب" کے نام کا تعویذ لکھ کے دے دیتے تو لوگوں کو شفاء مل جاتی۔ انکے وصال کے بعد استاذ گرامی ان کے بچوں سے اپنی سگی اولاد والی شفقت فرماتے بلکہ ان کے بڑے بیٹے محترم سعید صاحب کو ہمیشہ استاذ جی کہہ کر بلاتے۔

**علامہ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب سے عقیدت:**

اساتذہ کرام میں ایک اور شخصیت جن کے بارے یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کے محب اور محبوب تھے، یہ ذات قدسی صفات علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کی ہے کہ استاذ علامہ خادم حسین

رضوی علیہ الرحمہ کا تعلق ان سے بہت گہرا اور لازوال تھا اور یہ حقیقت ہے کہ استاذ صاحب انہیں اپنے والد کی طرح صرف سمجھتے نہ تھے بلکہ انکی باتوں کو وہی درجہ دیتے جو وہ اپنے والدین کے حکم کو دیتے۔

اور انکی زندگی میں کئی واقعات ایسے تھے کہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی نے ان کیلئے بہت بڑے سائبان، استاذ راہنما اور مرشد کا کام کیا، مثال کے طور پر استاذ گرامی علامہ رضوی صاحب کے جواں سال بھتیجے ایک معروف ادارے میں زیر تعلیم تھے وہ وہیں سے غائب ہو گئے استاذ رضوی صاحب نے اس صدمے کو اس قدر دل پہ لیا کہ معاشرے سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے اور بس مسجد تک اور مسجد میں بھی کسی سے بات چیت تک نہ کرتے مگر قدرت نے ان سے اتنا بڑا کام لینا تھا یا شاید ان گلی کوچوں سے شناسائی کا پہلا دور تھا کہ یہ سب دیکھیں کیسے ہوتا ہے۔

خیر اس صورتحال میں شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی نے بہت اہم کردار اداء کیا، ان کے پاس جاتے، انہیں تسلی دیتے اور قران وحدیث سے انہیں مختلف صبر و تحمل کے واقعات سناتے، اور اس طرح کے کئی طریقوں سے استاذ گرامی انہیں تدریس کی دنیا میں واپس لائے تب انہیں ایک مکمل کلاس (ثانیہ) دی گئی اس کے مکمل اسباق ان کے پاس تھے تو رفتہ رفتہ یہ اس منزل کی طرف آئے اور پھر وہ نوجوان بھی مل گیا اور یوں یہ پھر اسی میدان کے شاہسوار نظر آئے۔

**کار ایکسیڈنٹ سے آپ کی زندگی پر اثر:**

پھر جب انکو حادثہ (2009) پیش آیا تو استاذ گرامی تدریس نہ کر سکے، ایک بار جامعہ آئے مگر پھر تدریس تاخیر کا شکار ہو گئی، تو ایک بار پھر شیخ الحدیث حافظ عبد الستار سعیدی صاحب نے انہیں آمادہ کیا، انہیں درس و تدریس کی دنیا میں واپس لانے میں ایک اور شخصیت کا کردار قابل صد تحسین ہے وہ شخصیت ان کے شیخ گرامی حضرت حاجی پیر صاحب کی تھی۔

**شیخ طریقت کی طرف سے ملنے والا سبق:**

ایک بار استاذ گرامی اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ اپنے خدام سے کہہ دیا کہ یہ سارا ذخیرہ کتب اور

پڑھنے پڑھانے سے متعلق یہ سب خانقاہ عالیہ سلطانیہ (جہلم جو آپ کا پیر خانہ ہے) بھیج دیں اور میں بس اب شاید کچھ نہ کر سکوں، یہ خبر کسی نے آپ کے شیخ حضرت حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا دی انہوں نے فوراً فون کیا اور فرمایا: مولانا! اب تک تو ہمیں (عوام کو) صبر اور تحمل کا درس دیتے رہے مگر جب اس سب پر عمل کرنے کی باری آئی تو اب اس قدر دل برداشتہ اور حوصلہ پست ہو گئے کہ کتابیں اور سب کچھ ہمارے ذمہ دینے لگے ہیں ایسے نہیں مولانا ہمت کریں اور صبر سے کام لیں ابھی آپ نے بہت کچھ کرنا ہے۔ اور یوں وہ اس طرف ایک مرتبہ پھر آئے اور پھر تاریخ میں صرف انمٹ نقوش نہیں چھوڑے بلکہ پوری تاریخ کا دھارا بدل کے رکھ دیا۔

اس ضمن میں حبیب من علامہ محمد حبیب احمد سعیدی (ناظم مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ) کی قیادت میں ان کی کلاس کا بھی بڑا اہم رول ہے یہ کلاس متعدد بار وہاں حاضر ہوئی اور اس سال ان کی کلاس کے کافی لوگ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے، تو انہیں خبر دی گئی کہ آپ نہیں آرہے تو لڑکے اس طرف جارہے ہیں، بس اس بات پر کہ تم دین پڑھو، میں آجاؤں گا، اس کے بعد وہ مستقل آتے رہے اگلا سال ہمارا تھا تو ہمیں بھی ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

استاذ گرامی جامعہ کی دوسری منزل پر کمرہ نمبر 21 میں پڑھاتے اور قبلہ شیخ الحدیث صاحب اپنے کمرے سے کبھی کبھی محدث اعظم ہال کی طرف سے آتے تو رک کر سلام دعا کر کے پھر دارالحدیث ہال کی طرف جاتے یا کبھی کبھی واپسی پر اسی راستے سے سلام دعا کر کے پھر اپنے کمرے کی طرف جاتے جب کبھی استاذ گرامی علامہ رضوی صاحب کی حضرت شیخ الحدیث صاحب پر نظر پڑتی تو فورا جیب سے پیسے نکالتے اور کسی لڑکے کو بھیجتے کہ جاؤ باہر سے ایک 7up کی بوتل اور دودھ کے دو گلاس ڈال کے قبلہ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب کو پیش کرو، وہ تھک گئے ہوں گے سبق پڑھا پڑھا کر، متعدد بار مجھے بھی یہ سعادت ملی۔ اور پھر ان کے آنے کے بعد کوئی نہ کوئی ماضی کی بات سناتے اور یاد کرتے، جانے کتنے اکابر کے متعلق اور ان کے بے شمار واقعات ہم نے ان سے دوران سبق سنے۔

خیر بات ہو رہی تھی حضرت حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب سے انکی عقیدت کی اکثر فرماتے تھے کہ میں اس وقت کا سب سے بڑا مفتی، استاذاں نوں سمجھداں۔ کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تا تو انہیں کال کرتے۔

**تراویح میں سہو کا ایک واقعہ:**

استاذ گرامی جامع مسجد پیر مکی (متصل دربار عالیہ پیر مکی، لاہور) میں تراویح سناتے تھے ایک بار تراویح میں کوئی سہو ہو گیا، شاید تین رکعتیں پڑھی گئیں دوران تراویح شیخ الحدیث علامہ عبد الستار سعیدی صاحب کو کال کی اور مسئلہ پوچھا تو شیخ الحدیث صاحب فرمانے لگے دو نفل دوبارہ پڑھیں اور آپ نے منزل بھی دوبارہ پڑھنی ہے تاکہ تراویح میں ختم قرآن کی تکمیل ہو جائے اور سنت بھی قائم رہے شاید انہوں نے آگے سے ازراہ مزاح کہا استاذ جی! ساری منزل جو قابل اعادہ رکعت والی ہے؟ تو شیخ الحدیث صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ دھیان دیا کریں نہ رکعت پہ، تو اب پھر منزل بھی اور دو رکعت بھی۔

اسی طرح حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب عرصہ دراز سے ربیع الاول شریف کی آخری جمعرات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان پروگرام کا انعقاد کرتے ہیں اس پروگرام میں قبلہ استاذ رضوی صاحب شریک ہوتے اور خطاب بھی فرماتے تھے۔ اور اسی پروگرام والے دن ان کا انتقال ہوا۔

**دورانِ خطاب اپنے استاذ سے اصلاح کروانے کا ایک واقعہ:**

ایک پروگرام میں دوران خطاب فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھا

آب دُر دندان سے عدن ڈوب گیا
رشک لب لعلیں سے یمن ڈوب گیا

اور فرمایا کہ یہ رباعیات ہیں جو حدائق بخشش میں شامل ہیں اور جب "لعلیں" پڑھا تو لعَلیں (لام کے زبر کے ساتھ) پڑھا اور کہا استاذ جی (قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی) یہ واحد لفظ ہے

حدائق بخشش کا جس کے تلفظ پہ متردد ہوا ہوں اس کا درست تلفظ کیا ہو گا؟ اس لیے پڑھ دیا ہے کہ آپ سن کر تصحیح فرمادیں گے۔

میں نقابت کر رہا تھا شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اندر سے حدائق بخشش اٹھالاؤ اور پروگرام بھی ان کے کمرے کے باہر ہی ہوتا ہے میں نے کتاب پیش کی تو مجھے فرمایا کہ ادھر مجھے دے میں ڈھونڈ دوں یہ ہے کہاں؟ پھر وہ صفحہ تلاش کر کے شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو پھر انہوں نے تصحیح فرمائی کہ یہ لفظ ''لعِلیں'' ہے

اس شعر کے ساتھ وہ تاجدار گولڑہ پیر سید نامہر علی شاہ صاحب کا کلام مکس کر کے پڑھتے اور کمال کر دیتے۔

ساتھ فرمانے لگے کہ پریشان کیوں ہونا ہے یہ بڑے لوگ جو موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے ہم کیوں اِدھر اُدھر دیکھیں ساتھ طلباء سے یہی باتیں کیں کہ ایسے مواقع غنیمت جانیں کہ ایسے ایسے علم کے جبال (پہاڑ) موجود ہیں ورنہ تو ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔

دوسری جانب قبلہ شیخ الحدیث صاحب بھی ان سے بہت محبت کرتے اور ان کی کئی باتیں اکثر دہرایا بھی کرتے کہ یہ جب پہلے دن جامعہ میں داخلہ لینے آئے تو انہوں نے اپنے والد گرامی کا نام لعل خان لکھتے ہوئے لعل کو ''لال'' لکھا تو میں نے درست کروایا پھر فرماتے کہ وہی بچہ محنت کرتے کرتے صرف کا امام بن گیا اور تعلیلات کا مصنف بن گیا۔

### جناب سعد رضوی صاحب کا نام کس نے رکھا:

ابھی چند دن قبل شیخ الحدیث صاحب فرمارہے تھے جس دن سعد پیدا ہوا تو میرے پاس آئے کہ بچہ ہوا ہے نام کیا رکھنا ہے میں نے ان سے کہا آپ کوئی تین چار نام سوچیں پھر بتائیں اگلے دن تین چار نام لکھ لائے تو پھر میں نے کہا ''سعد'' رکھ لو تو پھر یہی سعد رکھا اور اسی طرح انس نام چھوٹے بیٹے کیلئے منتخب کیا۔ سب سے بڑی بات ابھی جب لبیک یارسول اللہ ﷺ کی ندا پر لوگوں کو اکٹھا کیا تو کچھ لوگوں کو اس پر تحفظات بھی تھے اس وقت قبلہ شیخ الحدیث صاحب نے کراچی کے سالانہ پروگرام میں بذاتِ خود یہ اعلان

فرمایا کہ باوجود یکہ علامہ خادم حسین رضوی میرے شاگرد ہیں مگر اس کاز پر یہ مجھ سمیت ہم سب کے قائد ہیں۔

## اپنے پیرو مرشد قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ سے عقیدت:

اپنے اساتذہ کرام کے علاوہ جس شخصیت کے ساتھ انہیں سب سے زیادہ عقیدت و محبت تھی وہ انکے مرشد گرامی حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب تھے انہیں حاجی پیر صاحب سے بے پناہ عقیدت تھی۔ انکا ذکر خیر بھی کثرت سے کرتے اور ہمیشہ اپنی نسبت پر مسرتوں کا اظہار کرتے، اپنی دونوں کتب کا انتساب بھی انہی کے نام کیا۔ ایک مجلس میں کسی نے ان کے سامنے قبلہ حاجی پیر صاحب قدس اللہ سرہ اور آپ کے برادر اصغر قبلہ جناب پیر زاہد صاحب مدظلہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا اور چھوٹے جناب جی نے یہ فرمایا۔ آپ یہ سن کر اس سنگی پر بڑے برہم ہوئے۔ کہنے لگے جھلے آوہ آپس میں چھوٹے بڑے ہوں گے لیکن ہمارے لیے برابر ہیں۔ کسی سنگی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان میں تفاوت کرتا پھرے۔ جس طرح قبلہ حاجی پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمارے شیخ ہیں، اسی طرح جناب پیر زاہد صاحب مدظلہ بھی ہمارے شیخ ہیں۔

کچھ احباب استاذ گرامی کی سخت گوئی پر چیں بجبیں رہے لیکن لفظوں کے پرستار شاید ھی سمجھ پائیں کہ رزم حق و باطل میں فولاد بننا پڑتا ہے۔

## ان کے ہاتھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ڈنڈا ہے:

قبلہ حاجی پیر صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ ان کے بارے میں فرمایا:

ان کو اللہ کریم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ والا ڈنڈا (درہ) عطا فرمایا ھوا ہے۔ ان کی باتوں میں وزن اور ان کے لہجے میں رعب ہے اور لوگ بھی ان کی سنتے ہیں۔

بڑے پیمانے پر ان کی پزیرائی تو ایک عرصے کے بعد ہوئی لیکن شیخ کامل کی نگاہیں بہت بعد کا منظر بہت پہلے دیکھ رہی تھی۔

تقدیر امم کیا ہے کچھ کہہ نہیں سکتا
ہو مومن کی فراست تو کافی ہے اشارہ

## تحریکی کام کا آغاز:

ان واقعات کے بعد استاذ گرامی کی زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی جیسے انہیں کوئی خاص روحانی طاقت دے دی گئی ہو اور انہیں کوئی خاص کام سونپ دیا گیا ہو اور ایک ایسا جانکاہ حادثہ بھی ہو گیا جس نے طول و عرض کے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا اور یوں استاذ گرامی نے ضرب یضرب کی دنیا سے اس خار دار وادی میں قدم رکھ دیئے۔ حالانکہ وہ کام بھی سہل نہ تھا جب نئے سال کا آغاز ہوتا تو وہ عامر عثمانی کا یہ شعر کچھ تصرف کے ساتھ پڑھا کرتے۔

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

مگر اس سے کہیں زیادہ آزمائشیں اور تلاطم اس وادی میں تھا جس میں اب وہ اتر رہے تھے۔
عامر عثمانی کی اسی غزل کا شعر ہے کہ

ہمیں آخرت میں عامرؔ وہی عمر کام آئی
جسے کہہ رہی تھی دنیا غم عشق میں گنوا دی

اس وادی میں جب انہوں نے قدم رکھا پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا بارہا جیل جانا پڑا تشدد برداشت کیا مگر نہ انکے حوصلے پست ہوئے اور نہ کبھی معذوری آڑے آئی وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور بلکہ "یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے" کے مصداق وہ ہر بار ایک نئے جذبے کے ساتھ ان مشکلات کا سامنا کرتے نظر آئے اور ایک ہی بات کرتے کہ "انج وی سجن واہ واہ، اُنج وی سجن واہ واہ"۔

## پہلی بار جیل میں:

پہلی بار جب جیل گئے تو انہیں چونکہ داتا صاحب سے گرفتار کیا گیا تھا تو پہلے تھانہ لوئر مال لے جایا گیا بعد میں تھانہ کوتوالی۔ جب لوئر مال سے کوتوالی لے جایا جانے لگا تو جامعہ نظامیہ کے کچھ طلباء علامہ حبیب احمد سعیدی کی قیادت میں وہاں پہنچ گئے شدید نعرے بازی ہوئی اور کچھ طلباء پولیس کی گاڑی کے آگے لیٹ گئے اور یوں پولیس کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اس موقع پر جامعہ کے دیگر اساتذہ اور کافی طلباء کرام بھی گرفتار ہوئے تھے اور یہی موقع تھا کہ جیل میں ان کے ساتھ پیر سید عرفان شاہ مشہدی بھی انکے ساتھ تھے اور وہ ان کی بہادری سے بہت متاثر تھے اور قبلہ استاذ رضوی صاحب فرماتے کہ میں جیل میں ان کے پاؤں دباتا رہا ہوں کہ ہمیں قرآن وحدیث سے ہمارے حوصلے بلند کرتے رہے۔

جب رہائی ہوئی تو انہوں نے ان سب لڑکوں کو خراج تحسین پیش کیا اور اس محبت پر وہ بہت متشکر تھے، اگلے دن یا شاید اس سے ایک دن بعد وہ جامعہ آئے ہم سبق پڑھنے کیلئے حاضر ہوئے تو طلباء نے روئیداد جاننا چاہی بڑی پر اثر گفتگو فرمائی۔

فرمانے لگے پہلا دن تھا شام تک میں نے کچھ نہ کھایا اگلے دن پولیس والے نے ایک شاپر میں دال اور روٹی دی ایک ہی شاپر میں دونوں چیزیں فورا مجھ پر دو حملے ہوئے ایک شیطانی اور دوسرا رحمانی دل میں خیال آیا کہ کس طرف نکل آئے ہو تم دیسی گھی کا سالن کھاتے ہو سفید کپڑے پہنتے ہو ادھر آنے کی کیا ضرورت ہے؟

فرماتے فورا خیال آیا جن کے نام پہ وہ سب کچھ مزے سے لیتا رہا ہے تو اب جب دینے کی باری آئی ہے تو پھر قدم پیچھے کیوں ہٹے؟ بس یہ خیال آیا اور میں نے اس دال روٹی والے شاپر کو چوما اور مزے لے لے کر کھایا اور خود فرماتے اتنا لطف کھانے کا کبھی نہیں آیا جتنا اس دن آیا۔

## رب سے کبھی آزمائش نہ مانگو:

بات کرتے کرتے مجھے فرمانے لگے اوئے تم نے میرے واپس آنے کی دعا کی تھی؟ میں نے جواباً ایک عجیب بات کی جو کہ کسی طور درست نہ تھی میں نے کہا کہ اگر آپ وہاں کچھ دن اور رہتے تو جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی طرح کوئی تصنیفی کام کر آتے کہ پیر صاحب نے بھی تفسیر میں کئی مقامات پر لکھا ہوا ہے ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا۔ فرمانے لگے نا بھائی کبھی رب سے آزمائش نہ مانگو بس اس کا فضل ہی مانگو، پھر فرمایا: تم نے قرآن نہیں پڑھا جب آزمائش آئی تو بڑے بڑے لوگ ہل گئے اور ساتھ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (البقرۃ، 124)

فرمایا کہیں سے علامہ افتخار الحسن زیدی کی کتاب ''زندگی'' ڈھونڈو اور پڑھو تمہیں اندازہ ہو کہ ہمارے اکابرین نے کس کس طرح قربانیاں دی ہیں۔ کہنے لگے کہ علامہ عبد الستار نیازی صاحب کے ساتھ دیوبند مکتب فکر کے ایک بہت بڑے علامہ صاحب تھے، جب وہ جیل میں گئے تو ابتداءً ثابت قدم رہے مگر جب بے تحاشا تشدد ہوا تو نیازی صاحب سے پوچھا سناؤ؟ نیازی صاحب نے جواباً کہا کہ جان بھی حضور کے نام پر قربان ہے، یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ اب تو میں ختم نبوت ﷺ کی وجہ سے آگیا ہوں، اگر زندہ یہاں سے واپس گیا تو ختم الوہیت بھی ہو گیا تو میری توبہ میں گورنمنٹ سے ٹکر نہیں لوں گا۔

استاذ گرامی فرمانے لگے! اللہ انہیں معاف فرمائے مگر اتنا بڑا جملہ اس بندے نے کیوں بولا؟ یہی کہ بہت بڑی آزمائش تھی اور آزمائش میں پورا اترنا آسان نہیں۔

مگر دنیا نے دیکھا یہ مرد قلندر ہر حال میں ثابت قدم رہا کبھی ان کے قدم ڈگمگانا تو دور کی بات قدم میں جنبش تک نہیں آئی بس ایک ہی بات فرماتے کہ یہ ہتھکڑیاں جن کے نام پہ لگی ہیں وہ دیکھ رہے ہیں۔

### وہ مجھے دیکھ رہے ہیں:

کہنے لگے ایک بار مجھے پولیس والے نے میری وہیل چیئر سے گھسیٹ کے کر گاڑی میں پھینکا تو میں مسکرا پڑا یہ دیکھ کر پولیس والے نے تعجب سے پوچھا: مولوی صاحب! آپ ہنس کیوں رہے ہیں ؟ فرماتے میں نے جوابا کہا ہنس میں اس لیے رہا ہوں کہ جس کے لیے تم مجھے گھسیٹ رہے ہو وہ تمھیں نہیں دیکھ رہے، اور جس کے لیے میں گھسیٹا جا رہا ہوں وہ مجھے ضرور دیکھ رہے ہیں۔ بس یہی فرق ہے تمہارے اور میرے مالکان کا۔ اس بات پہ ہنسا ہوں۔

فرماتے کہ میں جب بھی امام احمد بن حنبل کے واقعات پڑھتا ہوں تو ابو الھیثم والا واقعہ مجھے بہت حوصلہ دیتا ہے اور اس سے ایک نئی زندگی پا لیتا ہوں۔

### خریدا نہ گیا شاہ سے جو تا فقیر کا:

وہ مرد مجاہد بلاشبہ حق و صداقت کی ایک توانا آواز تھے اور وہ اس کا ثبوت عملی طور پر پیش کر چکے، میرے شیخ گرامی کے نور نظر حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد حسن باروی نے چوک اعظم کانفرنس میں انہیں خطاب کیلئے مدعو کیا تو وہاں کسی نے افواہ اڑادی کہ وہ نہیں آرہے اور گورنمنٹ سے پیسے لے لیے ہیں اس طرح کی افواہیں اڑتی رہیں وہاں گفتگو کے دوران میرے حوالہ سے بات ارشاد فرمائی کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے مولوی صاحب کو خرید لیا ہے یہ بچے ہم نے تیار کیے ہیں اور میرا نام لے کے فرمایا کہ ان ہمارے تیار کردہ بچوں کو نہیں خریدا جا سکتا تو ہم تو پھر ہم ہیں نا۔

اور میرا یہ اعلان ہے کہ قیامت تک کبھی یہ ثابت ہو جائے کہ میں نے کسی سے حضور ﷺ کے دین پر ایک روپے کی سودے بازی بھی کی ہے تو قبر سے نکال کے مجھے لٹکا دینا۔ مگر الحمد للہ پوری کائنات میں کوئی بندہ یہ ثابت نہیں کر سکے گا کہ کبھی ایک لفظ پہ بھی کمپرومائز کیا ہو!

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام          للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امسال مارچ میں بھکر میں تشریف لائے تو انہیں کسی نے بتایا تھا کہ طاہر کسی مذہبی جماعت کا رکن بن گیا ہے تو میں نے وضاحت دینے کیلئے ایک لفظ کہا تو کہنے لگے یار تمہیں ہم نے پڑھایا ہے تو کیا ہمیں اتنا بھی اعتماد تم پر نہیں؟ بس خیال رکھا کرو بات کا بتنگڑ بننے میں وقت نہیں لگتا۔

**تم نے دین کیلئے کیا کیا؟**

انہیں زندگی بھر ایک ہی فکر ستاتی رہی کہ دین کیلئے کیا کیا؟ اور یہی وہ جذبہ تھا جو بچے بچے کے سینے میں موجزن کر گئے، مجھے یاد آیا کہ شیخ عبد الرزاق حلبی، دمشق (شام) کے عظیم علماء میں سے تھے۔ ایک روز آپ اپنے ادارہ "فتح السلامی" کیلئے چندہ جمع کر رہے تھے۔ ایک دکان پر پہنچے اور پیسوں کیلئے درخواست کی تو دکاندار غصے میں آ گیا اور شیخ کی بے عزتی کی اور آپ کے خوبصورت چہرے پر تھوک دیا۔

شیخ نے اپنی داڑھی اور چہرا، ہاتھ سے صاف کیا اور فرمایا:

"یہ میرے چہرے کیلئے ہے اور میری داڑھی کیلئے ہے، اب یہ بتاؤ کہ تمھارے پاس اللہ عزوجل کے دین کے لئے کیا ہے؟"

شیخ کی یہ بات سُن کر وہ رونے لگا اور شیخ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا، یہ میری تجوری کی چابی ہے۔ جو چاہیں لے لیجئے!

لوگوں نے ان کے بارے میں باتیں کیں الزام تراشیاں کیں مگر وہ ایک ہی بات فرماتے کہ تم مجھے چھوڑو تم یہ بتاؤ تم نے دین کیلئے کیا کیا؟

ایک ہی انکا مشن تھا اور ایک ہی بات اُنہوں نے لوگوں سے بارہا کہی کہ "غلامی رسول ﷺ میں آ جاؤ، بہانے بازیاں چھوڑ دو، جب حرمتِ رسول ﷺ پر حرف آئے تو کھڑے ہو جاؤ، ہم مذہب کے ٹھیکیدار تو نہیں مگر چوکیدار تو ہیں۔

**انکی گفتگو کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:**

"اگر رسول للہ ﷺ نے پوچھ لیا، او چودھری، او کونسلر، او ایم این اے، او ایم پی اے! اِس دین کیلئے

میں نے پتھر کھائے، مٹی اُٹھائی، تلوار اُٹھا کر میدانوں میں گیا، اِس دین کی خاطر میرے نواسے نے گردن کٹوائی، اِس دین کے لئے میرے چچا نے جگر کلیجے نکلوائے مگر چودھری تیرے ہوتے ہوئے مساجد سے اسپیکر اُتارے گئے اُس وقت تیری پاور کدھر تھی؟ اُس دن اگر رسول اللہ ﷺ نے پوچھ لیا کہ بتااو مالدارہ، صدیقِ اکبر نے تو سارا مال دین کو دے دیا تو نے کبھی زکٰوۃ بھی نہ دی، دین سے غداریاں کیوں کرتے ہو؟ دین کو آپ لوگوں نے دیا کیا ہے؟

یہ بوڑھے فلمیں دیکھتے ہیں، حقے پیتے ہیں سارا سارا دن, اگر حضور ﷺ نے قیامت کے روز حضرت عمرو بن معدیکرب کو بلالیا کہ یہ میرا بوڑھا صحابی مدینے سے چل کر یرموک گیا، تُو زیادہ بوڑھا تھا کہ میری عزت کی خاطر مال روڈ تک نہ گیا؟

اگر کسی نے کہا کہ میرے بچے چھوٹے تھے تو رسول اللہ نے امام حسین کے بیٹوں کو پیش کر دیا کہ اِن سے بھی چھوٹے تھے؟ تم اپنے بچوں کی جوانیاں بچاتے ہو، تیرے پتر علی اکبر سے زیادہ خوبصورت تھے؟ آج حالت یہ ہے کہ چھوٹے بڑے پتر بھی بچاؤ، مال بھی بچاؤ تو دین کدھر گیا؟ اگر کسی نے کہا کہ میں چاچے کی خاطر نہیں گیا تو رسول پاک ﷺ نے اپنے چچا کو سامنے لے آنا ہے، اپنے بوڑھے صحابہ کو لے آنا ہے"۔ بس یہی سوچو کہ قیامت کو حضور ﷺ کو کیا جواب دو گے کہ دین کیلئے کیا کیا؟۔

**سرکار دے خاکے بن رئے نے تے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔:**

کسی نے بتایا کہ ان کے بڑے صاحبزادے اور بڑی بیٹی کی شادی 22 ربیع الاول کو طے تھی ماں جی کہنے لگیں کہ میں نے ان سے کہا کہ ہم نے بچوں کی شادی رکھی ہے اور آپ دوسری طرف مصروف ہیں تو فرمانے لگے: سرکار دے خاکے بن رئے نے تے میں پتر داولیمہ کر دا پھراں ایہہ کم (شادی) میرے توں بغیر ہو جائے گا پر، اوہ کم میرے بغیر نہیں ہوسکدے۔

اسی فکر میں انہوں نے لبیک یارسول اللہ کی صدا لگائی اور دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، فرمایا کرتے کہ میرے اس دنیا سے چلے جانے کے سو سال بعد بھی اگر کوئی لبیک یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگائے تو میں اپنی قبر سے اس کے جواب میں لبیک کا نعرہ لگاؤں گا۔

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد　　میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوۃ والسلام

**مسجد کی خدمت:**

ہمیں اکثر ارشاد فرماتے کہ کبھی پیسوں کی خاطر مسجد نہیں تبدیل کرنی، دین تمہیں کبھی بھوکا نہیں ہونے دے گا، وہ فرماتے جو بندہ اسٹیج پہ چیخ چیخ کے کہتا ہے "اتنا دیا سرکار نے مجھ کو جتنی میری اوقات نہیں" اور پھر دیکھے پیسے کی طرف، تو وہ بہت بڑا منافق ہے۔ مومن بنو دیکھو میں نے اپنی مسجد میں اتنا عرصہ گذارا ہے اور آج بھی تنخواہ اتنی ہے، میرے پاس تو سب کچھ ہے، اور فرماتے کہ میں نے اس مسجد میں سات سال اس کے واش روم اور نالیاں اپنے ہاتھوں سے صاف کیے ہیں تا وقتیکہ انتظامیہ نے خود کہا کہ اب حالات بہتر ہیں ہم آپکا کوئی نائب رکھ دیتے ہیں آپ بس نماز اور جمعہ کی امامت کیا کریں۔

**سالانہ دو پروگرام:**

اپنی مسجد میں پورے اہتمام کے ساتھ ربیع الاول شریف میں میلاد شریف اور ماہ محرم الحرام میں عظمت اہل بیت کا پروگرام کرواتے، اس میں پہلے درود پاک پڑھا جاتا پھر پروگرام اور خاص لنگر تیار کرواتے دیسی گھی میں اور کہتے کہ بڑے لوگوں کے نام پہ پروگرام ہے اس میں کنجوسی نہیں کرنی۔

**سفر آخرت:**

بالآخر وہ لمحات آن پہنچے کہ وہ سرخرو اور سرفراز ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے، عشق و مستی، جرأت و بہادری، بے ساختگی و برجستگی، اور بے باکی و بے خوفی کا ایک روشن باب بند ہوا۔۔۔ چونکہ ہر طرف مداہنت آمیز سکوت، تسلیم و رضا اور خود سپردگی و خود فروشی کی فضا بنی ہوئی ہے اس لیے وہ گرج

دار آواز، وہ پر درد لہجہ ، وہ بے خوف صدا اور وہ جرأت آمیز پکار بہت یاد آئے گی رب کریم بال بال مغفرت فرمائے اور روضے سے وہی صدا آئے جس کی جانے والے کو چاہ تھی۔ کسی نے کیا خوب کہا۔۔

لہو میں بھیگے تمام موسم گواہی دیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم کھڑے تھے!

وفا کے رستے کا ہر مسافر گواہی دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم کھڑے تھے!

سحر کا سورج گواہی دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ تم کھڑے تھے!

جب اندھیروں کی کوکھ میں سے نکلنے والے یہ سوچتے تھے کہ کوئی جگنو بچا نہیں ہے۔۔۔۔ تو تم کھڑے تھے!

ان المنیّۃ لم تتلف بہ رجلاً بل أتلفت علماً للدین منصوبا

(موت اس حادثے میں ایک شخص کو نہیں لے گئی بلکہ اس نے دین کے ایک لہراتے ہوئے جھنڈے کو اکھیڑ دیا)

اکبر الٰہ آبادی نے مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی کے لیے کہا تھا وہی دعا ہماری اہل سنت کے ہر ہر فرد کیلئے ہے کہ

اے چرخ ہوائے شوق چلے
اے شاخ عمل گل باری کر
کچھ کام کریں کچھ سعی کریں
ہر شیخ کو عبد الباری کر

## حافظ سعد رضوی کی جانشینی پر اعتراض کا جواب:

ان کے وصال کے بعد ان کے نور نظر لخت جگر بڑے صاحبزادے ان کے مسند نشین ہوئے اس پر کچھ مفاد پرست، شر پسند اور فتنہ پسند عناصر کی جانب سے اس عظیم مشن میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی گئی اور بہت بے ہودہ قسم کے اعتراضات کیے گئے جو بنیادی طور پر بے معنیٰ اور محض اس مشن کو ناکام کرنے کیلئے دشمنان دین کے آلہ کار بننے کی ایک سعی لاحاصل ہے۔

کہتے ہیں کہ کم عمر ہیں مجھے یاد آیا محدث یحیٰ بن اکثم اکیس سال کی عمر میں بصرہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، بعض عمر رسیدہ لوگوں نے اس کَم سِنی پر بطور طنز کہا قاضی صاحب کی عمر کتنی ہے؟ توانہوں نے جواباً یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ جتنی حضرت عتاب بن اسید کی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکے کا گورنر بنایا تھا۔ انہیں یاد رہنا چاہیے تاریخ اسلام میں سترہ سالہ محمد بن قاسم بھی کم عمر تھا اور اکیس سالہ سلطان محمد فاتح جس نے بڑے بڑے جرنیلوں کے نامے سے قسطنطنیہ کی ناکامی کا داغ ایک ہی جست میں دھو دیا۔

**نو منتخب امیر لبیک کی خدمت میں چند گزارشات:**

آخر میں اپنے استاذ گرامی کے جگر گوشہ و جانشین سے چند باتیں کرنا چاہوں گا کہ آپ کی عمر، علم اور تجربے سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ، منصب آپ کے سپرد ہے اور اس میں لاکھوں لوگ آپکی آواز پر لبیک کہنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں مگر چند ایک باتوں کا آپکو بہت خیال کرنا ہو گا، آپ کو ایک بار بقیۃ السلف استاذ الاساتذہ علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ کا خط جو انہوں نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے وصال پر ان کے صاحبزادگان کے نام لکھا تھا (مجلہ النظامیہ مفتی اعظم نمبر صفحہ 60) وہ آپکو بہت توجہ اور انہماک سے پڑھنا چاہیے اپنے اکابرین جن سے استاذ گرامی ہر مسئلہ میں مشورہ کرتے ان سے مشورہ کریں اور دو بزرگوں کو کسی بھی اقدام سے قبل فراموش نہ کریں، ایک علامہ شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی اور دوسرے مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی، ان بزرگوں کے پاس وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہیں۔ ضلع و تحصیل سطح تو بہت دور پہلے یونین اور پھر اسی حساب سے تحصیل و ضلع کی سطح پر کمیٹیاں بنائیں پھر ان کی مکمل نگرانی کریں آپ کیلئے اس میں آسانی ہو گی کہ آپ کا پہلے سے ورکرز سے رابطہ ہے۔

خوشامدی گروپ کے پرانے شکاری نئے نئے جال کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے آنکھیں کھلی رکھیں اور اسے ایک کامیاب سیاسی جماعت بنائیں سیاسی جماعتوں پر مطبوعہ کتب کا مطالعہ ضرور کریں پھر اپنی جہات کا تعین کریں گے تو ان شاءاللہ کامیابی قدم بوسی کرے گی۔

جاتے جاتے استاذ گرامی کی یاد میں محافظ مدینہ فخر الدین پاشا کا یہ قول پڑھیں کہ سو سال قبل جب مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے مسجد نبوی میں خطبہ دینے کیلئے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گنبد خضریٰ کی طرف منہ کر کے کہا یارسول اللہ ﷺ گواہ رہنا فخر الدین نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔ میرے استاذ گرامی جاتے جاتے دنیا بھر کو بتا گئے کہ حضور ﷺ! گواہ رہنا آپ کے خادم نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔

---

**حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:**

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

(بخاری، جلد اول کتاب ایمان:14)

# امیر المجاہدین اور اقبال

چیئرمین: رؤیت ہلال کمیٹی مفتی اعظم پاکستان

مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ العالی

ماخوذ از: تحریک لبیک کا مطالعاتی تجزیہ ۱۴ نومبر ۲۰۲۰ (روزنامہ دنیا)

علامہ خادم حسین رضوی کرشماتی شخصیت ہیں، وہ علمی اعتبار سے مستحکم ہیں، حفظِ قرآنِ کریم پر انہیں مکمل عبور ہے، قرآن وحدیث کے حوالہ جات ازبر ہیں، سیرت نبوی ﷺ، سیرت صحابہ اور تاریخ اسلام پر انہیں عبور ہے۔ علامہ اقبال کا اردو وفارسی کلام انہیں ازبر ہے، ذہانت کے ساتھ ساتھ حافظہ اور استحضار غضب کا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اردو خطابت کے لیے کلامِ اقبال سے زیادہ اکسیر چیز کوئی اور نہیں ہے، وہ علامہ اقبال کو قلندر لاہوری کہتے ہیں، اقبال نے کہا ہے:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

علامہ خادم حسین اپنے من میں ڈوبے ہیں یا نہیں، اقبال کے من میں واقعی ڈوب چکے ہیں، بلکہ پنجابی زبان کے محاورے میں کھُب چکے ہیں۔ ماہنامہ "ترجمان القرآن" کے ایڈیٹر جناب سلیم منصور خالد نے علامہ خادم حسین رضوی کا ایک ویڈیو کلپ مجھے بھیجا، کبھی کبھی اُن کے ساتھ تبادلۂ خیال ہوتا رہتا ہے، کہنے لگے: "میں نے اوریا مقبول جان سے کہا ہے: الحمراہال میں خادم حسین رضوی کی اقبال پر لیکچرز سیریز ہونی چاہیے، اس میں یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلبہ کو بلایا جائے تاکہ وہ اقبال کے پیغام اور ان کی روح میں جو امت کا درد تھا، اس کو سمجھیں، پھر انہوں نے یہ عنوانات تجویز کیے: توحید واقبال، علماء ومشائخ اور اقبال، مغرب اور اقبال، انسانیت اور اقبال، اتحادِ امت اور اقبال (عصبیتِ جاہلیہ کی نفی بھی شامل ہو)، مسلم امہ کی حالتِ زار اور اقبال، علم اور اقبال، مولانا روم اور اقبال، قرآن اور اقبال، جہاد اور اقبال، پاکستان اور اقبال، عشقِ رسالت اور اقبال" وغیرہ۔

اقبالیات میں کسی یونیورسٹی کی اردو فیکلٹی میں نہ کوئی ان کا ہمسر ہے اور نہ شاید اقبال اکیڈمی کے مسند نشین ان کے پائے کے ہوں، وَاللہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَاب

علامہ اقبال نے کہا تھا:

اقبال بھی، اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں، واللہ نہیں ہے

انہوں نے مزید کہا:

ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں اقبالؔ اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں

علامہ اقبال نے یہ حقیقت بیان کی ہے یا یہ ان کی تواضع اور انکسار ہے، لیکن علامہ خادم حسین رضوی نے اقبال کو خوب سمجھا، پڑھا اور ایسا برتا ہے کہ جب وہ اپنے خطبات میں اقبال کا حوالہ دیتے ہیں تو لگتا ہے: شاید اقبال نے یہ اشعار اسی موقعے کے لیے کہے ہوں۔

ان میں خود اعتمادی غضب کی ہے، بے دھڑک اور بے لحاظ ہیں۔ ان کے ساتھ صاحبزادگی، سجادگی اور موروثیت کا کوئی سابقہ یا لاحقہ نہیں ہے، انہوں نے اپنی صلاحیت و محنت سے اپنی دنیا آباد کی ہے، کسی کے مرہونِ منّت نہیں ہیں، غالب نے کہا تھا:

درد منّت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

دیگر مذہبی سیاسی جماعتوں میں کوئی شہبازِ خطابت ان کے قد کاٹھ کا نہیں ہے، ان کا ابلاغ غضب کا ہے۔ ان کو دوسروں پر ایک برتری یہ بھی حاصل ہے کہ اُن کے مخاطبین خاص وضع قطع کے لوگ نہیں ہیں، معاشرے کے ہر طبقے کے لوگ ہیں، اس سے میری مراد برگر کلاس نہیں ہے، بلکہ معاشرے کا وہ حصہ ہے جن کی ذہنی ساخت

اپنے مذہب، تہذیب وثقافت، روایات اور اقدار کے خمیر میں گندھی ہوئی ہے، بس وہ سازوآواز اور لَے چاہیے جو ان کے تارِ نفَس کو چھیڑ دے اور ان کے ضمیر خُفتہ کو بیدار کر کے اس میں کرنٹ دوڑا دے۔ علامہ اقبال کے کلام میں اثر آفرینی غضب کی ہے، جب وسطی ایشیائی ریاستیں کمیونزم کے پون صدی کے تسلّط سے آزاد ہوئیں تو تاجکستان کے پرجوش نوجوانوں نے اقبال کے ان اشعار کو اپنا ترانہ بنایا تھا، اگرچہ بعد میں وہ اپنی بے تدبیری کی نذر ہوگئے:

اے غنچۂ خوابیدہ چو نرگس نگَراں، خیز ‌ ‌ فریاد ز شیرینی و پرویزیِ افرنگ
از نالۂ مرغِ چمن، از بانگِ اذاں، خیز ‌ ‌ از گرمیِ ہنگامۂ آتش نفَساں، خیز
از خوابِ گراں، خوابِ گراں خوابِ گراں خیز ‌ ‌ فریاد ز افرنگ و دل آویزیِ افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزیِ افرنگ ‌ ‌ عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیِ افرنگ
معمارِ حرم، باز بہ تعمیرِ جہاں، خیز ‌ ‌ از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں، خیز

**مفہوم:** ”اے سوئے ہوئے غنچے، نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھ، ہمارا گھر غموں اور مصیبتوں نے برباد کر دیا، اٹھ، چمن کے پرندے کی فریاد سے اٹھ، اذان کی آواز سے اٹھ، آگ کی مانند گرم سانسوں کی حرارت سے اٹھ، (غفلت کی) بہت گہری نیند سے اٹھ۔ اہلِ یورپ اور اُن کی دل آویزی، شیرینی وشان وشوکت کی فریاد ہے، یورپ کی چنگیزی سے ساری کائنات ویران ہے، اے حرم کے معمار! غفلت کی نیند سے اٹھ اور ایک بار پھر تعمیرِ جہاں کے لیے کمر کس کر میدانِ عمل میں اتر آ“۔

**نوٹ:** اقبال کے یہ اشعار برطانوی نوآبادیاتی دور سے متعلق ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ فقط اللہ کے لئے کسی سے دوستی رکھے۔ تیسرے یہ کہ دوبارہ کافر بننا اس کو اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا۔ (بخاری، جلد اول کتاب ایمان:15)

# امیر المجاہدین کی سیاسی جد و جہد

## تاریخی پس منظر کی روشنی میں

محمد کاشف اقبال قادری
دار الکلام ادارہ اسلامی فکر و تحقیق، گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ احکم الحاکمین والصلوۃ والسلام علی الشارع المبین بالدین محمد خاتم النبیین و علی الہ واصحابہ اجمعین۔

قائد اعظم محمد علی جناح نے ۵ نومبر ۱۹۴۴ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی پلاننگ کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"I think that the masses are wide awake. They only want your guidance and your lead. Come forward as servants of Islam, organize the people economically, socially, educationally and politically and I am sure that you will be a power that will be accepted by every body".[1]

"میرے خیال میں عوام جاگ اٹھے ہیں۔ وہ صرف تمہاری راہ نمائی اور تمہاری امامت چاہتے ہیں۔ اس لیے اسلام کے خادموں کے طور پر آگے بڑھو اور قوم کو معاشی، سماجی، تعلیمی اور سیاسی طور پر منظم کرو اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم وہ قوت بن جاؤ گے جس کو ہر ایک تسلیم کرے گا"

قائد اعظم کے مذکورہ بالا خطاب کا جائزہ لیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ نے یہ جملے کہے ہی حضرت امیر المجاہدین امام وقت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے لیے ہیں۔ علامہ خادم حسین رضوی نے

---

[1] The Nation's voice: Towards the popular verdict: November 1944-April 1946, Quaid e Azam Academy, 2000, vol.4, p 22

واقعی اسلام کا خادم بن کر انتہائی مختصر عرصے میں جس انداز سے امت مسلمہ کو خواب غفلت سے جگایا اور ان کی راہنمائی و قیادت کی، اس کی مثال عصر حاضر میں نہیں ملتی۔ پھر وہ وقت آیا کہ آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی پوری دنیا نے آپ کی سیاسی طاقت اور قوتِ عشق کو تسلیم کیا۔

علامہ خادم حسین رضوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم دین اور حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ اپنے وقت کے ایک عظیم سیاسی راہنما اور قائد تھے۔ آپ کی روحانی نسبت سلسلہ مجددیہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور علمی نسبت سلسلہ رضویہ میں امام احمد رضا خان آل رسولی کے ساتھ قائم تھی۔ آپ امام احمد رضا کی نسبت سے قائم ادارے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے فارغ التحصیل تھے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی اور امام احمد رضا آل رسولی دونوں ہی اپنے عہد کے مجدد اور جلالی بزرگ تھے، لہذا علامہ خادم حسین رضوی ان دونوں بزرگوں کے جلال کا مظہر اتم تھے۔

اگرچہ اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سے اوصاف اور کمالات سے نوازا تھا مگر آپ زیادہ تر سیاسی حوالے کے طور پر ہی پوری دنیا میں جانے جاتے تھے۔ دین کو تخت پر لانا آپ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تھا اور یہی وہ مقصد تھا جو کہ مغرب اور مغرب نواز سیکولر اور لبرل دانشوروں کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔

در اصل امریکہ، برطانیہ اور فرانس سمیت دیگر مغربی ممالک ایک لمحے کے لیے بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اسلام کہیں بطور ریاست موجود ہو۔ آج دنیا میں مسلم ممالک کے خلاف جو مغربی جارحیت جاری ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ کہیں بھی اسلام کا نظامِ سیاست و خلافت قائم نہ ہو سکے۔ خلافت عثمانیہ کو بھی اسی مقصد کے لیے ختم کیا گیا تھا کہ خلافت کے نظام کو ختم کر کے فلسطین میں عظیم یہودی ریاست کو قائم کیا جائے۔ جیسا کہ وائس مین مشہور کمیونسٹ لینن سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

"یہود کے لیے مشرق کا دروازہ اسی وقت کھل سکتا ہے کہ عثمانی سلطنت کو کلیۃً مسمار کر دیا جائے۔ عثمانی سلطنت اگر کلیۃً محو ہو گئی تو اس کے ساتھ ہی وہ تمام دیواریں اور رکاوٹیں زائل ہو جائیں گی جو ارضِ موعود کی طرف پیش قدمی کرنے میں حائل رہی ہیں۔ عثمانی سلطنت کا چراغ اب گل ہوا چاہتا ہے، اس لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ جوں ہی روس کا اشتراکی انقلاب اپنی منزل کو پہنچ جائے فلسطین کے اندر اشتراکی بنیادوں پر دولت یہودیہ کی داغ بیل ڈال دی جائے۔"[2]

مسئلہ فلسطین میں آج تک عملی طور پر عیسائی قائدین نے بھی یہودی اسرائیلی دہشت گردی کا کھل کر ساتھ دیا ہے۔ اس معاملے میں دونوں یکساں سوچ رکھتے ہیں۔ دو جون ۱۹۶۷ء میں فلسطین اسرائیل جنگوں کے دوران جب القدس پر مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ ہوا تو برلن میں یہود و نصاریٰ کی ایک مشترکہ تقریب کا انعقاد ہوا جس میں عیسائیوں کے کارڈینال بورنے بیان دیا کہ:

"عیسائیوں کے لیے واجب ہے کہ وہ یہود کے ساتھ ہر حوالے سے تعاون کریں تاکہ اس طرح ارض مقدس کو مکمل طور پر اور ہمیشہ کے لیے آزاد کرایا جاسکے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا خاتمہ بھی کیا جاسکے۔"[3]

پس یہود و نصاریٰ کا مشترکہ مقصد یہی ہے کہ وہ اسلام کو مکمل طور پر دنیا سے ختم کر دیں اور اگر دنیا میں کہیں مسلمان موجود ہوں بھی تو کہیں بھی ایسی ریاست موجود نہ ہو جہاں اسلام کے قوانین کا نفاذ ہو۔

خلافت عثمانیہ کے زوال اور جنگ عظیم دوم کے اختتام کے بعد مسلمانوں کے خلاف ایک نئی طرز کی دہشت گردی کا آغاز کیا گیا جس میں یہ طے کیا گیا کہ مقبوضہ نو آبادیاتی علاقوں سے اسلامی

---

[2] فلاحی، عبید اللہ فہد، ڈاکٹر، یہودی مغرب اور مسلمان، کتاب محل، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۹۱

[3] نوائے وقت، لاہور، ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۵

تہذیب کو مکمل طور پر ختم کرکے اس کی جگہ انگریزی مغربی تہذیب کو نافذ کیا جائے اور کسی بھی علاقہ میں ہرگز ہرگز ایک لمحہ کے لیے بھی اسلامی ریاست کو قبول نہ کیا جائے۔

لارڈ کارمر (Lord Cormer) کہتا ہے: ”England was prepared to grant eventual political freedom to all of her colonial possessions as soon as a generation of intellectuals and politicians, imbued through English education with the ideals of English education with the ideals of english culture, were ready to take over, but under no circumstances would the british Government tolerate for a single moment an independent Islamic State.“[4]

”انگلینڈ اس بات پر راضی تھا کہ جونہی دانشوروں کی اور سیاستدانوں کی ایسی نسل تیار ہو جس پر انگریزی تعلیم کے ساتھ انگریزی تہذیب کا رنگ چڑھا ہوا ہو تو وہ اپنی تمام کی تمام نو آبادیاتی ملکیتوں کو سیاسی آزادی عطا کرے لیکن برطانوی حکومت ایک لمحہ کے لیے بھی آزاد اسلامی ریاست کو برداشت نہیں کرے گی۔“

دیگر مسلم ممالک کے علاوہ برصغیر پر بھی مکمل سیاسی قبضے کے بعد برطانیہ کسی طور پر بھی برصغیر میں اسلامی ریاست کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ برطانیہ نے دیگر ممالک سمیت مقبوضہ برصغیر پاک وہند میں بھی اسلامی فکر و تہذیب کو مکمل طور پر ختم کرکے یہاں پر مغربی فکر و تہذیب کو غالب کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ جس کے رد عمل کے طور پر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی لڑی گئی۔

---

[4]Farooqi, Misbahul Hassan, Jewish Conspiracy and the Muslims World, Misbahul Hassan Farooqi, I.G 6/3 Nazimabad, Karachi, 1967, p. 3

اس جنگ میں امام فضل حق خیر آبادی، مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی اور مولانا کفایت علی کافی شہید سمیت دیگر کئی علمانے بھرپور حصہ لیا اور انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جہاد کا فتویٰ جاری کیا۔[5] ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمان برصغیر میں جس زوال اور برطانوی دہشت گردی کا شکار ہوئے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کا تعلیمی، معاشی اور سیاسی ڈھانچہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ اس وقت برصغیر میں اسلام کی شمع کو روشن رکھنے میں امام احمد رضا خان آل رسولی، حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی اور آپ کے ہم عصر دیگر علماء نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ اس وقت علوم اسلامیہ کی تجدید اور احیائے اسلامی فکر و تہذیب کے ساتھ تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کا فریضہ جس احسن طریقے کے ساتھ امام احمد رضا خان اور آپ کے ہم عصر علمانے ادا کیا وہ انتہائی شاندار رہے۔[6]

ایسے حالات میں بعض علما کی طرف سے برصغیر میں ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کی تجویز پیش کی گئی۔[7] اسی تجویز کو بعد میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے سیاسی پلیٹ فارم پر پیش کیا اور ۱۹۳۰ء میں الہ

---

5 تفصیل کے لیے دیکھیں "الثورۃ الھندیہ" (باغی ہندوستان) از علامہ فضل حق خیر آبادی مکتبہ قادریہ لاہور، چند ممتاز علمائے انقلاب از علامہ یسین اختر مصباحی مکتبہ برکات المدینہ کراچی اور علامہ فضل حق خیر آبادی اور جنگ آزادی کے حوالے سے "العاقب" کا خصوصی شمارہ جو امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی نگرانی میں شائع ہوا۔

6 (تفصیل کے لیے دیکھیے: تذکرہ اکابر اہل سنت از علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مکتبہ قادریہ لاہور، تذکرہ علمائے اہل سنت والجماعت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مکتبہ نبویہ لاہور، نیز رضویات کے مطالعے کے لیے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا مطالعہ فرمائیں)

7 مشہور محقق پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کے نزدیک سب سے پہلے مولانا عبد القدیر بدایونی نے تقسیم ہند کا نظریہ پیش کیا۔ دیکھیے رسالہ: "تصور پاکستان؛ ایک تحقیقی جائزہ" از ڈاکٹر مسعود احمد، مطبوعہ ادارہ مظہر اسلام لاہور

آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر انتہائی اہم خطبہ دیا۔ یہ خطبہ تاریخ میں خطبہ الہ آباد کے نام سے مشہور ہوا۔

خطبہ الہ آباد میں علامہ اقبال نے اسلامی سیاسی تصورات اور مسلمانان برصغیر پاک و ہند کی تاریخ سے متعلق اپنے افکار و نظریات بیان کرنے کے ساتھ مغرب کی جدید سیکولر فکر اور عیسائیت کے زوال کی تاریخ سے متعلق اہم نکات بیان فرمائے ہیں کہ کیسے مغرب میں عیسائی مذہب کا زوال ہوا اور پورا مغرب

سیکولرازم اور لادینیت کی دلدل میں پھنس گیا۔ آپ فرماتے ہیں:

"یورپ میں عیسائیت محض ایک رہبانی نظام تھا جو بتدریج ایک وسیع کلیسائی تنظیم کی صورت اختیار کر گیا۔۔۔۔۔ لوتھر[8] جیسے روشن خیال لوگوں کی روشن خیال تحریکوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوع انسان کی وحدت کو توڑ کر غیر مربوط اور منتشر کثرت میں تبدیل کر دیا، جس سے انسانیت کی اکائی اقوام میں تقسیم ہو گئی۔ اس نئے تصور کے لیے انہیں ایک زیادہ واضح اساس مثلاً تصور وطنیت کی ضرورت محسوس ہوئی، جس کا اظہار مختلف نظام ہائے سیاست کی شکل میں ہوا۔ گویا وطن کو سیاسی اتحاد و اتفاق کی بنیاد مان لیا گیا۔ اگر آپ کا مذہب کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اس کا تعلق صرف آخرت سے ہے تو عیسائیت کا جو حشر یورپ میں ہوا وہ بالکل قدرتی امر تھا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے عالم گیر اخلاقی نظام کی جگہ سیاسیات اور اخلاقیات کے قومی نظاموں نے لے لی۔ اس سے یورپ اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجبور ہوا کہ مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہے اور اس کا دنیاوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام انسان کی وحدت کو مادے اور روح کی دوئی میں تقسیم نہیں کرتا۔۔۔۔۔ اسلام کے نزدیک مادہ روح کی وہ شکل ہے جو زمان و مکاں میں ظہور

---

[8] مارٹن لوتھر جس نے پاپائیت اور چرچ کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے جدید عیسائی فرقے؛ پروٹسٹنٹ کی بنیاد رکھی، جس نے آگے جاکر مغرب میں سیکولرزم اور لبرل ازم کی راہ ہموار کی۔

پذیر ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔یورپ نے غالباً مانویت کے زیر اثر روح اور مادے کی دوئی کو بلا غور و فکر قبول کر لیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی صدارت کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس امر سے مایوس نہیں کہ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو انسان کے تصور کو جغرافیائی حدود سے آزاد کرا سکتی ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست کی زندگی میں بے انتہا اہمیت حاصل ہے اور جس کا ایمان ہے کہ اسلام بجائے خود تقدیر ہے اس کو کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا شخص مجبور ہے کہ معاملات کو خود اپنے ہی نقطہ نگاہ سے دیکھے''[9]

چونکہ اقبال کے نزدیک اس عہد کا مسلمان مغرب کے سیکولر سیاسی افکار سے بہت زیادہ متاثر ہو رہا تھا اس لیے سیکولر مغرب اور عیسائیت کی سیاسی تاریخ سے متعلق علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں بنیادی نکات بیان کرتے ہوئے برصغیر کے مسلمانوں سے چند اہم ترین سوالات پوچھے ہیں۔

**آپ فرماتے ہیں:**

''کیا مذہب صرف ایک ذاتی معاملہ ہے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے اسلام کا بھی وہی حشر ہو جو مغرب میں عیسائیت کا ہوا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور ایک اخلاقی نصب العین تو باقی رکھیں لیکن اس کے نظام سیاست کو رد کر کے نظریہ قومیت کی بنیاد پر سیاسی نظامات اختیار کر لیں جن میں مذہبی رجحان کا کوئی کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی؟''[10]

**پھر خود ہی ان سوالات کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں:**'' یہ دعوی کہ مذہب صرف انفرادی اور ذاتی واردات کا معاملہ ہے، اہل مغرب کی زبان پر تعجب خیز معلوم نہیں ہوتا۔ یورپ میں عیسائیت کا تصور ہی

---

[9] ڈاکٹر ندیم شفیق ملک، علامہ اقبال کا خطبہ الہ آباد ۱۹۳۰ء ایک مطالعہ، فیروز سنز لاہور، ۱۹۹۸ء ص ۱۲۱-۱۲۳

[10] ایضاً، ص ۱۲۴

مشربِ رہبانیت ہے، جس میں مادی دنیا سے منہ موڑ کر اپنی تمام تر توجہ روحانی دنیا پر مرکوز کی جاتی ہے۔ اس سے وہی منطقی نتیجہ مرتب ہوتا ہے جس کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی مذہبی واردات کی نوعیت جیسا کہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے بالکل مختلف ہے۔ یہ محض حیاتیاتی نوعیت کی واردات نہیں جس کا تعلق صرف تجربہ کرنے والے کی اندرونی ذات سے ہو اور اس کا معاشرتی ماحول پر کوئی رد عمل نہ ہو۔ یہ انفرادی واردات ایک معاشرتی نظام کی تخلیق کا باعث ہوئی۔ اس کا فوری نتیجہ ایک ایسے نظام سیاست کے بنیادی اصولوں کی صورت میں ظاہر ہوا جس میں قانونی تصورات مضمر تھے اور جس کی معاشرتی اہمیت کو محض اس لیے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی نبیاد وحی والہام پر ہے۔ اس لیے اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے مربوط و منسلک ہے جو اس کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ اگر ایک کو رد کر دیا تو دوسرا خود بخود مسترد ہو جائے گا۔ اس لیے ایک مسلمان اس بات کا تصور نہیں کر سکتا کہ نظام سیاست کو ایسے قومی خطوط پر مرتب کیا جائے جس سے اسلام کے اصولِ اتحاد کی نفی ہو جائے۔ یہی مسئلہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے ہے" [11]

یہ تھے مفکر پاکستان کے وہ اسلامی سیاسی نظریات جن کی بنیاد پر آگے چل کر مسلمانوں نے الگ اسلامی ریاست کے لیے عظیم جدوجہد کی؛ جس ریاست کا نام پاکستان رکھا گیا۔ یہی وہ اسلامی و سیاسی مقصد تھا جس کے لیے مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، شاہ عبد العلیم صدیقی، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا غلام قادر اشرفی، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری جیسے اکابر علما و مشائخ نے دل و جان سے تحریک پاکستان کی حمایت کرتے ہوئے عملی جدوجہد میں حصہ لیا۔ [12] نیز اس مقصد کے لیے تقریبا دس لاکھ مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور جو مالی نقصان ہوا وہ اندازے سے باہر ہے۔ تب جا کر کہیں پاکستان وجود میں آیا۔

---

[11] ایضاً، ص ۱۲۴-۱۲۵

[12] تفصیل کے لیے دیکھیں "تحریک پاکستان اور علمائے کرام" و "تحریک پاکستان اور مشائخ کرام" از محمد صادق قصوری، شاکر پبلیکیشنز، لاہور،

مگر افسوس کے پاکستان کے قیام کے بعد سے اب تک یہاں پر عملی طور پر تعلیم، سیاست، معاشرت یا معیشت سمیت کسی بھی اہم شعبے میں عملا اسلام کا نظام نافذ نہ کیا جاسکا۔ اقبال کے خطبہ الہ آباد کی روشنی میں دیکھا جائے تو کیا ہمارے ملک میں مذہب کو انفرادی معاملہ نہیں بنا دیا گیا؟ کیا ہمارا تعلیمی نظام اسلامی ہے؟ کیا ہمارا سیاسی نظام اسلامی ہے؟ کیا ہمارا معاشرتی نظام اسلامی ہے؟ کیا ہمارا عدالتی نظام اسلامی ہے؟ کیا صحافت اسلام کے مطابق چل رہی ہے؟ کیا میڈیا اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کے لیے کام کر رہا ہے؟ کیا عملی طور پر ہمارا بھی وہی حشر نہیں ہو رہا ہے جو عیسائیوں کا ہوا تھا کہ مذہب جیسا تیسا تھا صرف کلیسا اور گھر کی چار دیواری تک محدود ہو کر رہ گیا تھا؟ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اس ملک میں سر عام مقدس ہستیوں کی توہین کی جاتی ہے، شعائر اسلام اور دینی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ رات کے اندھیرے میں قادیانیوں کے ایماء پر ختم نبوت قانون کو بدل دیا جاتا ہے، مگر کوئی ان ظالموں کو پوچھنے والا نہیں۔ قائد اعظم اور علامہ اقبال جیسی ہستیاں غازی علم دین شہید جیسے مجاہدوں کی پشت پناہی کرتی تھیں[13] مگر آج ایسے غازیوں کو خود ہی تختہ دار پر چڑھا دیا جاتا ہے اور مقدس ہستیوں کی توہین کرنے والے ظالموں کو باہر بھگا دیا جاتا ہے۔

ان حالات میں مجبور ہو کر ایک مرد قلندر خادم حسین رضوی سامنے آتا ہے۔ وہ خادم حسین جو علوم عربیہ و اسلامیہ کا ماہر استاد ہے۔ جو ایک دینی جامعہ میں شیخ الحدیث ہونے کے ساتھ اقبالیات پر بھی مضبوط گرفت رکھتا ہے اور فن خطابت کا تو کیا ہی انداز ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ عوام و خواص میں ایسی مقبولیت حاصل کرتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔

---

تحریک پاکستان میں خلفائے امام احمد رضا کا کردار (پی ایچ ڈی مقالہ) از ڈاکٹر حسن امام کراچی یونیورسٹی

[13] تفصیل کے لیے دیکھیں "ناموس رسالت کے سات شہید" از رائے محمد کمال، جہانگیر بک ڈپو، لاہور

غازی ممتاز قادری کی رہائی کا معاملہ ہو یا ختم نبوت قانون میں ترمیم کا، بات عشق رسول کی ہو یا ناموس رسالت کے تحفظ کی، آپ ایک زور دار تحریک بن کر ابھرتے ہیں اور اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آپ اپنا سیاسی مشن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" دین کو تخت پر لانا ہے " وہی سیاسی نظریات جن کو اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں پیش کیا، انھی نظریات کے پیش نظر علامہ خادم حسین رضوی اپنی سیاسی تحریک؛ تحریک لبیک پاکستان کی بنیاد رکھتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں پاکستان کے سیاسی افق پر یوں چھا جاتے ہیں کہ آپ پاکستان کے سب سے بڑے مذہبی سیاسی راہنما بن کر ابھرتے ہیں۔ امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بعد پاکستانی عوام جو ایک بڑے مذہبی سیاسی راہنما سے محروم ہو چکے تھے،[14] اب علامہ خادم حسین رضوی کی قیادت و امامت سے وہ خلا پُر ہونے لگتا ہے۔ ناموس رسالت کے معاملے میں علامہ رضوی کی طرف سے کفار کو بھرپور دندان شکن جواب دیا جاتا ہے اور یوں جرأت و بہادری کے ساتھ للکارا جاتا ہے کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے۔ حتی کہ جمہوریت اور آزادی کے نام نہاد ٹھیکیدار آپ کے نام اور خبر پر بھی پابندی لگا دیتے ہیں۔ فیس بک پر آپ کا نام بھی لکھنے پر سزا کے طور پر آئی ڈی بلاک کر دی جاتی ہے۔ فقیر قادری کی اپنی آئی ڈی دو تین دفعہ صرف اسی وجہ سے عارضی طور پر بطور سزا بند کی گئی۔ ان ظالموں کی درندگی یہاں تک پہنچ گئی کہ علامہ خادم حسین رضوی کی آخری مذہبی رسومات دکھانے پر بھی فیس بک نے پابندی لگا دی۔ یہ ہے ان کی آزادی کا مکروہ چہرہ اور یہ ہے ان کی مردہ جمہوریت۔ فیس بک کی اسی روش پر تنقید کرتے ہوئے اور آپ بیتی بیان کرتے ہوئے روزنامہ ۹۲ نیوز کے مشہور کالم نگار عامر خاکوانی لکھتے ہیں:

---

[14] امام شاہ احمد نورانی کی زندگی اور سیاسی جدوجہد کے لیے مطالعہ کریں "مولانا شاہ احمد نورانی کی سیاسی جدوجہد" از علامہ جلال الدین ڈیروی مکتبہ نعیمیہ کراچی، "انوار رضا" (نورانی نمبر) از ملک محبوب الرسول قادری اور "امام شاہ احمد نورانی" از محمد یسین قصوری مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور۔

"علامہ خادم رضوی کے جنازے کے حوالے سے پوسٹ لگانے پر فیس بک نے پابندی لگادی، کالم اخبار میں چھپا، اسے فیس بک پر پوسٹ کرنے پر پابندی ڈبل کر دی اور چوبیس گھنٹے کے لیے پوسٹ لگانے، کمنٹ کرنے پر پابندی لگادی، آخر کیوں؟ خادم رضوی دہشت گرد نہیں تھے، مغرب کو مطلوب نہیں، پھر ایسا کیوں؟"[15]

عامر خاکوانی کے سوالات کا جواب یہی ہے کہ علامہ رضوی اپنے خطبات میں وہی بات کرتے تھے جو علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں کی۔ آپ پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی اور دین کو تخت پر لانے کی بات کرتے تھے۔ آپ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی بات کرتے تھے اور اس معاملے میں انتہادرجے کی جرأت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی آپ کو اس عظیم مقصد سے پیچھے نہ ہٹا سکی۔ بس یہی وجہ تھی کہ مغرب آپ کی دن بدن بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ تھا۔ یہاں مغرب نواز پاکستانی لبرل میڈیا کے منافقانہ کردار کا ذکر کرنا بھی لازم ہے، جس نے علامہ رضوی اور آپ کی سیاسی جماعت تحریک لبیک پاکستان کا بائیکاٹ کرر کھا تھا۔ پاکستان کی دیگر مذہبی اور غیر مذہبی سیاسی جماعتوں کو دیکھا جائے تو میڈیا ان سب کی خبریں دیتا تھا۔ نہیں خبر دیتا تھا تو تحریک لبیک پاکستان کی نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ تاریخ پاکستان کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان مذہبی سیاسی جماعتوں کے اکابر کا تعلق فکری طور پر کانگریس کے ساتھ تھا، جو پاکستان بنانے کے مخالف تھے اور تحریک لبیک پاکستان کے اکابر کا تعلق فکری طور پر مسلم لیگ کے ساتھ تھا، جنہوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مگر افسوس آج پاکستان کے اداروں میں ان کانگریسی فکر کے علماء کے لیے تو جگہ ہے لیکن جن علماء کا شمار تحریک پاکستان کے قائدین میں ہوتا ہے، ان قائدین کے وارثین کے لیے پاکستانی سیاست یا اداروں میں کوئی جگہ نہیں۔ پاکستانی میڈیا مولانا فضل الرحمن اور سراج الحق صاحب اور

---

[15] ۲۳نومبر ۲۰۲۰ء، 16:52 (ٹویٹر)

ان کی سیاسی جماعت کو تو کوریج دیتا تھا مگر ملک کی سب سے بڑی مذہبی سیاسی جماعت اور اس کے قائد کی چھوٹی سی خبر دیتے ہوئے بھی اسے سانپ سونگھ جاتا تھا۔ مغرب نواز پاکستانی لبرل میڈیا کی منافقت اور دوغلی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور صحافی حامد میر نے کہا:

"علامہ خادم رضوی چند دن پہلے تک زندہ تھے تو ان کی تقریر اور جلسہ ٹی وی پر نہیں دکھایا جاسکتا تھا۔ وہ دنیا سے چلے گئے تو صدر مملکت سے کالعدم تحریک طالبان پاکستان تک سب نے تعزیت کر دی اب ان کے جنازے کی خبریں بھی ٹی وی چینلز دکھا رہے ہیں یہ در اصل معاشرے اور میڈیا کی منافقت کا جنازہ ہے۔"[16]

۱۹ اور ۲۰ نومبر ۲۰۲۰ء کی درمیانی رات علامہ رضوی وصال فرما گئے۔ ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء کو اقبال پارک مینار پاکستان میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے لاکھوں لوگوں نے شرکت کی سعادت حاصل کی اور اس جنازے کو ملکی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ قرار دیا گیا۔[17] روزنامہ ۹۲ نیوز نے ۲۲ نومبر ۲۰۲۰ء کے اخبار نے فرنٹ پیج پر سب سے بڑی خبر یوں لگائی:

"عاشق رسول ﷺ کا سفر آخرت، ملکی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ، علامہ خادم حسین رضوی آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سپردِ خاک، داتا دربار سے شاہدرہ اور ریلوے سٹیشن تک جم غفیر، بادشاہی مسجد بھی کھول دی گئی، مینار پاکستان گراؤنڈ لبیک کے نعروں سے گونجتا رہا۔ میت والا قافلہ سبزہ زار سے مینار پاکستان ۴ گھنٹے میں پہنچا، جگہ جگہ پھولوں کی پتیاں نچھاور، نماز جنازہ بیٹے سعد رضوی نے پڑھائی۔ نورالحق قادری، مفتی منیب اور علما کی بڑی تعداد نے شرکت کی"[18] آپ کے وصال کے موقع پر عرب و عجم کے علماء و دانشور حضرات نے آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے اپنے بیانات اور تحریریں

---

[16] ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء، وقت: 10:18 (ٹویٹر)

[17] روزنامہ ۹۲ نیوز، ۲۲ نومبر ۲۰۲۰ء

[18] ایضاً

ریکارڈ کروائیں۔ مفتی اعظم پاکستان منیب الرحمن صدر تنظیم المدارس اہل سنت نے آپ کو خراج عقیت پیش کرتے ہوئے ۲۸ نومبر ۲۰۲۰ء کو روزنامہ دنیا نیوز میں آپ کے بارے میں ایک اہم کالم تحریر کیا۔

### مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (دیوبندی مکتبہ فکر) نے اپنے ٹویٹر پیغام میں کہا:

''انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ خادم حسین رضوی کی وفات پر دلی صدمہ ہوا ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ پر وہ ایک گونجتی آواز تھے۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرماکر ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین۔[19]

### مفتی سید عدنان کاکاخیل (دیوبندی مکتبہ فکر) نے اپنے پیغام میں لکھا:

علامہ خادم حسین رضویؒ کے سانحہ انتقال نے سب کو غم زدہ کر دیا ہے۔ ان کا خمیر عشق رسول سے گندھا ہوا تھا اور بلاشبہ وہ ملک میں ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کی سب سے گرجدار اور بے خوف آواز بلکہ تحریک تھے۔

رب کریم درجات بلند فرمائے اور آقائے پاک کی شفاعت نصیب فرمائے''[20]

(صلی اللہ علی حبیبه محمد واله واصحابه وبارك وسلم)

### حشام الہی ظہیر (اہل حدیث مکتبہ فکر) نے اپنے پیغام میں کہا:

''ہزار خوف ہوں مگر ہو زبان دل کی رفیق ـــــ۔ پاکستان میں دفاع حرمت رسول کی گرجدار آواز خاموش ہوگئی۔ بریلوی مسلک کا عصرِ حاضر کا سب سے بڑا راہنمار خصت ہوا۔ جس وقت خوف کے عالم میں مضبوط ٹانگوں والے سب بیٹھے تھے، یہ معذور ٹانگوں والا مستقل چل رہا تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔''[21]

---

[19] ٹویٹر پیغام، ۲۰ نورمبر ۲۰۲۰ء، وقت: 7:21

[20] ٹویٹر پیغام، ۲۰ نورمبر ۲۰۲۰ء، وقت: 9:07

[21] ٹویٹر پیغام، ۲۰ نومبر، ۲۰۲۰ء، وقت: 11:52

**دفاعی تجزیہ نگار: زید حامد**

**علامہ خادم حسین رضوی کے وصال پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

"مجھے خادم رضوی صاحب کی احتجاجی سیاست سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے مگر اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے پاکستان کے لبرل سیکولر اور قادیانی طبقے کو خوب پٹہ ڈالا ہوا تھا۔ جب حکومت بد عمل ہو اور عدالتیں ظالم تو مجبور لوگ احتجاج ہی کرتے ہیں۔ اللہ پاکستان پر کرم فرمائے"[22]

**سینئر صحافی ڈاکٹر شاہد مسعود نے جی این این پر اپنے پروگرام live with dr. Shahid (masood) میں کہا:**

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کمال شخصیت تھی ۔۔۔ان کے تمام چاہنے والوں سے تعزیت۔۔۔ عجب بات یہ کہ آج میری بہت سے لوگوں سے بات ہوئی تمام مسالک کے لوگ خواہ کسی بھی مکتبہ فکر سے ہوں سب کے سب آج غم زدہ تھے۔۔۔۔ بلکہ میں آپ کو عجیب بات بتاؤں کے دوسرے جو اسلامی ممالک ہیں جن کی مجبوریاں ہیں کہ کہیں سپر پاور نہ روٹھ جائے وہاں پر بھی ان کا ذکر ہوا، وہاں بھی دکھ کی فضا تھی۔۔۔۔۔۔ علامہ خادم حسین کا اتنا بڑا جنازہ تھا کہ اس اجتماع کی کوریج کی ہمارے پاس سہولیات ہی نہیں تھیں، اس جنازہ کی اصل کوریج ہیلی کاپٹر سے ہی ممکن تھی۔"

**محمد عامر خاکوانی کالم نگار روزنامہ 92 نیوز نے امیر المجاہدین کے جنازے کے بارے میں کہا:**

لاہور میں آج مینار پاکستان پر تاریخی جنازہ ہوا ہے۔ آج والا جنازہ ملین جنازہ تھا، کم سے کم بھی دس لاکھ سے زیادہ لوگ ہوں گے۔ ایسا تاریخی جنازہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ خود کو عالی مرتبت ﷺ کا چوکیدار کہتے تھے۔ رب نے لگتا ہے یہی ادا قبول کر لی ہے"[23]

---

[22] ٹویٹر پیغام، ۲۰ نومبر ۲۰۲۰ء، وقت: 1:58

[23] ٹویٹر پیغام، ۲۰، نومبر ۲۰۲۰ء، وقت: 16:11

یہ تھی اس عظیم عاشق رسول کی سیاسی زندگی کی مختصر کہانی اور اس کا تاریخی منظر نامہ۔۔۔ دنیا کے حالات پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج یہود و نصاریٰ کی دہشت گردی، بدھ متوں اور ہندوؤں کی سفاکی اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے، مگر کوئی ان کو لگام ڈالنے والا نہیں، کوئی ان کو اس دہشت گردی کا جواب دینے والا نہیں۔ ایک توانا آواز علامہ خادم حسین رضوی کی صورت میں گونجی تھی وہ بھی اب خاموش ہو گئی۔ اب کوئی بھی مرد مجاہد ایسا نظر نہیں آتا جو کفار کے خلاف جہاد کا علم بلند کرے، جو انتہائی جرأت اور بہادری کے ساتھ دین کو تخت پر لانے کا سیاسی مشن لے کر چلے۔ اس سب کے باوجود بھی مسلمان کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مایوس ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ علامہ خادم حسین رضوی کی طرح خلوصِ دل اور بہادری کے ساتھ میدان عمل میں قدم رکھے اور اسی مقصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہو جائے جس مقصد کے لیے امام شاہ احمد نورانی اور علامہ خادم حسین رضوی نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ بے شک امام نورانی اور علامہ رضوی جیسے فقیر اور درویش مجاہدین ہی ایسے کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں؛ جن کے دل فقط اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے زندہ تھے، دنیا کی دولت و شہرت ان کے قدموں میں تھی مگر اس کے باوجود ایک نے اپنی ساری زندگی دو مرلے کے کرائے کے فلیٹ پر گزار کر شانِ فقر کا عظیم الشان مظاہرہ کیا تو دوسرے نے ایک مسجد کے تین مرلے کے مکان میں اپنی زندگی بسر کر کے پوری دنیا کے سامنے قناعت کا عملی درس پیش کیا۔ اقبال نے کیا خوب کہا:

خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے　　　نگاہِ فقر میں شان سکندری کیا ہے [24]

اللہ رحمت نازل فرمائے ان ہستیوں پر اور ان کے صدقے ہم پر بھی۔ کیا عظیم لوگ تھے!

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و الہ و اصحابہ و بارك و سلم

---

[24] ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بال جبریل: کلیاتِ اقبال، خزینہ علم و ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۶۱۵

# نگاہِ بلند، سخنِ دلنواز، جاں پُر سوز۔۔۔

تحریر: علامہ مفتی رفیق الحسنی زید مجدہ
شیخ الحدیث جامعہ مدینۃ العلوم کراچی

واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے نخبۃ الفکر کی شرح کے حاشیہ میں بیان فرمایا کہ جو لوگ امامت کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں، تو وہ امام ایسے ہی نہیں بن جاتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انھیں صفات حمیدہ کا حامل بناتا ہے، اور وہ اپنی صفات و کمالات میں متعدد افراد کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

انہوں نے مزید لکھا کہ: قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ السلام کیلئے ارشاد باری تعالیٰ ہے، "انّ ابراھیم کان امّۃ"۔ یعنی بے شک ابراہیم علیہ السلام ایک جماعت تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت اور جماعت اس لئے فرمایا گیا کہ جماعت کے افراد کی تمام صفات اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے کرم سے عطاء فرمائی تھیں۔

وہ مزید فرماتے ہیں: لیس علی اللہ بمستنکرٍ اَن یجمع العالم فی واحد۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ وہ پورے جہان کو ایک آدمی میں جمع فرمادے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ "موت العالِم موت العالَم"، کہ ایک عالِم کی موت ایسے ہے جیسے پورا عالَم (جہان) فوت ہو جائے۔

فاضل جلیل، عالم نبیل، امیر المجاھدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ علیہ الرحمہ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہترین حافظہ عطاء فرمایا تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً، ماترک شیئاً یکون فی مقامہ ذٰلك الی قیام الساعۃ الّا حدث بہ ،حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ۔ (مسلم-2891)

اسی طرح حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:

صلی بنا رسول اللہ ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر ،فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ،ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔(مسلم-2892)

یعنی ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح سے خطاب شروع فرمایا حتی کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا، نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد پھر خطاب شروع فرمایا حتی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا نماز عصر کی ادائیگی کے بعد پھر خطاب فرمایا حتی کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطاب میں وہ تمام واقعات جو ہو چکے تھے یا قیامت تک ہونے والے تھے بیان فرما دیئے۔

فرمایا:"اعلمنا و احفظنا "اب ہم میں سب سے بڑا عالم وہ تھا جسکا حافظہ سب سے زیادہ تھا۔

"نَسِیَہٗ مَن نَسِیَہٗ وَحَفِظَہٗ مَن حَفِظَہٗ"

یعنی بھول گیا وہ جو بھول گیا اور یاد رکھا اس نے جس نے یاد رکھا۔

اس حوالے سے متعدد احادیث مبارکہ مسلم شریف اور بخاری شریف میں موجود ہیں۔

حضرت علامہ خادم حسین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خود بیان کیا کرتے تھے کہ انہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث مع اسناد یاد تھیں۔

گویا قوت حافظہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے لوگوں کو یہ نعمت عطا فرماتا ہے،

امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی کو بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا مضبوط حافظہ عطا فرمایا تھا۔

انہیں قرآن پاک ازبر یاد تھا، احادیث مبارکہ یاد تھیں، حتی کہ کئی احادیث سند کے ساتھ پڑھ دیا کرتے تھے، بڑے بڑے خطبے یاد تھے، فتاوٰی رضویہ میں اعلیٰ حضرت کا خطبہ انہیں یاد تھا، بیت المقدس فتح ہوا اور جس عالم نے جو خطبہ دیا وہ خطبہ بھی انہیں یاد تھا۔

خود بیان کیا کرتے تھے کہ میں اقبال کا بھی حافظ ہوں، تو اقبالیات تمام یاد تھیں، اعلیٰ حضرت کی حدائق بخشش یاد تھی، فتاوٰی رضویہ کی کئی عبارات انہیں یاد تھیں۔

حافظہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے بیان کرنے کی استعداد بھی بخشی تھی۔ یونہی قوتِ فہم اور قوتِ تفہیم بھی آپ کو ودیعت کی تھی، اور قدرتِ کلام اور استحضار کا ملکہ عطاء فرمایا تھا، اندازِ بیان بڑا پر کشش تھا، اور ان سب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے محبوب کی محبت سے نوازا تھا اور اس محبت کی روشنی میں آپ کو غیرتِ فاروقی عطاء فرمائی تھی۔

آپ علیہ الرحمہ ہمیشہ ناموسِ رسالت اور ناموس صحابہ وناموس اہلبیت کیلئے وعظ و نصیحت کرتے رہے اور جرأت سے تقریریں فرماتے رہے۔ حتی کہ آپ نے ختم نبوت کے منکرین اور سازش کرنے والوں کے خلاف دھرنے دیئے، توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے کفار اور مشرکین جنہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائے، ان کے خلاف دھرنے دیئے۔

غیر تو غیر بلکہ اہل سنت و جماعت کہلانے والے وہ لوگ جنہوں نے صحابہ کرام کی گستاخی کی اگرچہ وہ بڑے بڑے لوگ تھے مگر علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑوں کی بڑائی کو نظر انداز کر کے مینارِ پاکستان کے جلسہ میں لاکھوں کے اجتماع میں بڑے جلال میں آکر فرمایا: ''در، در کتے او۔۔۔ صحابہ کرام کو بھونکتے ہو''۔ صحابہ کرام کے باہمی منازعات و مشاجرات کے حوالے سے صدیوں پہلے فیصلے ہو چکے اور تم

لوگ ابھی بھی بعض صحابہ کرام کی گستاخیوں میں لگے ہوئے ہو۔ اس تقریر میں بعض آستانوں کے سجادہ نشینوں کی طرف آپ نے کھلم کھلا اشارہ کیا، اور کسی سے خوف زدہ نہیں ہوئے۔

اسی طرح ممتاز قادری علیہ الرحمہ کے حوالے سے بعض علماء نے سلمان تاثیر کو شہید اور ممتاز قادری کو قاتل قرار دیا، تو حضرت علامہ مرحوم نے ان علماء کو بھی کھل کر تنقید کا نشانہ بنایا، بلکہ ہمیشہ ایسے علماء پر تنقید کرتے رہے۔

نبی کریم ﷺ کی عصمت وعزت کے حوالے سے، ازواج مطہرات وبنات طیبات اور دیگر صحابہ کرام حتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے آپ کے بیانات ریکارڈ پر موجود ہیں۔

اور عزت رسول اور ناموس رسول کی غیرت ہی وہ شئی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قربِ خاص ملتا ہے۔ جتنے بھی اولیاء اللہ ہوئے ہیں انہیں ولایت اور قرب الٰہی اسی غیرتِ عزتِ رسول کی بدولت ہی نصیب ہوا ہے۔ کیونکہ جس شخص میں اسلام کیلئے، دین کیلئے، اصحابِ رسول اور اہلبیت کیلئے، اور ناموسِ مصطفیٰ کیلئے غیرت نہ ہو وہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔ اور غیرتِ عزتِ رسول کیلئے کیا گیا عمل اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ ایک عمل کی وجہ سے عام سا انسان غازی علم الدین شہید بن جاتا ہے۔

غازی علم الدین شہید وہ شخص ہے جس کے متعلق علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے رہے کہ اس کے جنازے میں لاکھوں کا مجمع تھا، اس کے جنازہ میں علامہ اقبال بھی تھا اس کے جنازے میں سید دیدار علی شاہ بھی تھے، اس کے جنازے میں سید جماعت علی شاہ صاحب بھی تھے، حالانکہ وہ ایک عام شخص تھا، مگر اس عام شخص نے ناموسِ رسالت کیلئے غیرت مندی کا ثبوت دیا اور ایک عمل سے ہی بڑے بڑے اولیاء سے آگے نکل گیا۔

یہی حال ممتاز قادری علیہ الرحمہ کا تھا، غیرتِ ناموسِ رسالت کی وجہ سے انہوں نے ایک بڑے منصب پر بیٹھے شخص کو قتل کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ممتاز قادری کو وہ مقبولیت عطاء فرمائی کی ان کی نمازِ جنازہ میں ساٹھ لاکھ کے قریب لوگ حاضر ہوئے، اور علماء ومشائخ اور اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی شرکت کی۔

حضرت علامہ خادم حسین رضوی نہایت بہادر، شجاعت و استقامت کے حامل تھے، آپ بڑے بڑے لوگوں سے ٹکرائے، اپنوں سے بھی اور غیروں سے بھی ٹکرائے، حتیٰ کہ حکومت وقت سے بھی ٹکرلی۔

تو یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمائی تھی۔

لہٰذا یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی، حضرت خالد بن ولید، حضرت مجدد الف ثانی اوراعلیٰ حضرت علیہم الرحمۃ جتنے غیور مسلمان مجاہدین گزرے ہیں آپ ان کے نائب تھے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ صلاحیتیں عطاء فرمائی تھیں، اور یہ کمال عطاء فرمایا تھا کہ آپ نے نوجوانوں کے ذہنوں میں عشقِ مصطفیٰ کی شمع روشن کردی، اور ناموسِ رسالت کیلئے قربانی کا جذبہ بھر دیا۔ اور اہل سنت وجماعت کو ایک الگ عظمت وشان عطا کردی۔

اور مصور پاکستان علامہ اقبال کا جو تعارف آپ نے کرایا اس سے پہلے علامہ اقبال کو اس انداز میں کوئی جاننے والا نہ تھا۔

لہٰذا علامہ مرحوم محسنِ پاکستان بھی ہیں محسنِ اہلِ سنت بھی ہیں اور مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ علامہ مرحوم نے قوم میں عشقِ رسول کا جو جذبہ بھرا ہے وہ تادیر قائم رہے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پیروں کاروں میں کوئی ایسا شخص پیدا کردے جو علامہ رضوی کی طرح مؤثر آواز رکھتا ہو جرات شجاعت کا پیکر ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ ان پر کرم فرمائے اوران کے وسیلہ جلیلہ سے ہم پر بھی کرم فرمائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول، آپؐ اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہو لیکن اس تک پہنچ نہ سکتا ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھے گا۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ)

# عاشقِ حبیبِ باری، محافظِ حرمتِ نبوی، پیکرِ جرأت و بہادری

# شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی علیہ رحمۃ الباری

**خاک راہِ رضوی:** ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی

قانون قدرت اور دستور فطرت ہے اس دنیا میں روز لوگ پیدا ہوتے ہیں اور ہر روز حکم الہٰی سے لوگ رخصت ہو جاتے ہیں مگر کچھ خوش نصیب اور منتخب لوگ اس دھرتی پر جیتے ہیں تو شان سے اور جب یہ جہان چھوڑتے ہیں تو آن بان سے۔ ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں یاد کیے جاتے ہیں۔ امیر المجاھدین شیخ الحدیث حافظ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ الباری ایسے ہی نابغہ روزگار لوگوں میں ایک تھے جو جرأت سے جیئے اور شان سے رخصت ہوئے۔ چشم فلک نے شاید ہی کسی بندہ مومن کا اس عقیدت اور شان سے سفر آخرت دیکھا ہو۔ محمد عربی فداہ ابی وامی کے اس غلام کو اہل ایمان نے جس محبت سے رخصت کیا تاریخ اس منظر کو یاد کرے گی۔ شاعر نے ایسے ہی موقع پر ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا تھا۔

سو گئے خواب سے لوگوں کو جگانے والے
دیکھنے کو تو ہزاروں ہیں مگر کتنے ہیں
ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکانے والے
مجھ پہ تحقیق میرے بعد کرے گی دنیا
مجھے سمجھیں گے میرے بعد زمانے والے

علامہ خادم حسین رضوی اس امت کے محسن ہیں، انہوں نے سوتی ہوئی قوم کو جگایا، سینوں کو تازہ ولولہ دیا، انہیں "لبیک یارسول اللہ" کا ایمان افروز نعرہ دیا، کروڑوں لوگوں کے سینوں میں جذبہ عشق نبی اجاگر کیا، لاکھوں لوگوں کو سینہ تان کر دین کی خدمت کا سلیقہ بتایا، تحفظ ناموس رسالت کے لئے ہر شئے قربان کرنے کا طریقہ سکھایا، ہر میدان میں باطل کو للکارنے کا حوصلہ دیا اقبال کے اس شاہین نے قوم کے

سینوں میں جرأت و بہادری سے جینے مرنے کی تڑپ پیدا کی، واقعی وہ اللہ جل جلالہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

علامہ خادم حسین رضوی، پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے ایک گاؤں نکہ کلاں میں 22 نومبر 1966 کو ملک لعل خان کے گھر پیدا ہوئے۔

مقامی اسکول میں 4 جماعتیں پڑھنے کے بعد جہلم میں حفظ قرآن کی سعادت پائی۔

12 سال کی عمر میں قاری غلام یٰسین صاحب کے مدرسہ غوثیہ اشاعت العلوم جہلم میں حفظ قران مکمل کیا۔ جہلم ہی کے علاقہ دینہ میں دو سال تجوید و قرات کی تعلیم حاصل کی، ازاں بعد ملک عزیز کی مقتدر دینی دانشگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ اسی ادارے میں برسوں علم کی خیرات بانٹتے رہے۔ شیخ الحدیث بھی رہے۔

1993 میں محکمہ اوقاف پنجاب کی ملازمت اختیار کی گنج بخش فیض عالم حضرت داتا صاحب کے دربار گہربار کے قریب دربار پیر مکی ملحق مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے، زندگی کے آخری سالوں میں جامع مسجد رحمۃ للعالمین میں امامت و خطابت کا منصب سنبھالا۔ چند سال قبل T.L.P "تحریک لبیک پاکستان" قائم کی اسکے سربراہ رہے "امیر المجاھدین" کا لقب پایا۔

علامہ خادم حسین رضوی جیسے نڈر، بے باک، جری، مخلص بے ریا، ذہین، سَچے اور سُچے دین کے سپاہی، اپنے نبی کے غلام، دین حنیف کے خدمت گار اور ناموس رسالت کے پہریدار روز روز نہیں پیدا ہوتے، ایسے عظیم رجالِ کار کے لئے دھرتی صدیوں انتظار کرتی ہے۔

فخر کرتی رہے گی تم پر بستیاں در بستیاں<br>
روز قدرت کہاں پیدا کرتی ہے ایسی ہستیاں

آپ کا انداز سب سے نرالا اور انوکھا تھا۔ قدرت نے آپ کو یہ کمال عطاء کیا تھا کہ طویل سے طویل ترین

احادیث مبارکہ آپ کو سورہ فاتحہ کی طرح یاد تھیں، مشکل عربی عبارات اس تسلسل سے پڑھتے کہ سننے والے حیران رہ جاتے، قرآن پاک کی ہر آیت کے کلمات کے صیغے انہیں آتے۔ وہ قرآن کے بھی حافظ تھے، حدیث کے بھی حافظ تھے اور ان کے ایک چاھنے والے نے سچ کہا کہ وہ کلام اقبال کے بھی حافظ تھے، وہ کلام اعلی حضرت کے بھی حافظ تھے۔

اُن کا انداز بیان سادہ تھا مگر ایسا تھا کہ سادگی اُس پر قربان ہو جائے۔ مخصوص لب ولہجہ میں جب پنجابی کلام کرنا شروع کرتے تو لاکھوں سامعین جھوم جھوم جاتے، علامہ اقبال کے اردو اور فارسی اشعار ایسے روانی سے پڑھتے جیسے انہیں سارا کلام اقبال حفظ ہے۔

فتاوٰی رضویہ کے آغاز میں اعلیٰحضرت نے جو کمال کا خطبہ تحریر فرمایا ہے وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے خطبہ میں ہی شان اُلوہیت، شان رسالت، ائمہ اربعہ کے اسماء، کتب فقہ کے نام سب کچھ سمو دیا اور موتیوں کی طرح پرو دیا، علامہ خادم حسین رضوی یہ طویل خطبہ اس والہانہ انداز میں پڑھتے کہ خاندان اعلیٰ حضرت کے علماء ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔

اللہ کریم جل جلالہ جب کسی بندے سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اسے بے پناہ صلاحیتیں اور قوتیں ودیعت فرما دیتا ہے۔

جب عالم کفر شان رسالت مآب ﷺ کی بے ادبیوں پر اُتر آیا تو پھر محمد عربی کا یہ شیر میدان میں کود پڑا پھر دنیا نے دیکھا کہ نہ جیل انہیں روک سکی نہ سختیاں ان کے آڑے آسکیں، نہ دھمکیاں کام دکھا سکیں نہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اس شیر کی راہ بند کر سکیں، نہ سزائیں اسے حق سے باز رکھنے میں کامیاب ہو سکیں، نہ حکومتی اقتدار ان کی جرأتوں کو للکار سکا، مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ نے اعلان کیا یہ گردنیں محمد عربی کی ناموس کی حفاظت کے لئے کٹ تو سکتی ہیں جھک نہیں سکتی۔ آسمان نے یخ بستہ فضاؤں میں فیض آباد کا کامیاب دھرنا دیکھا اور 12 ہزار شیل کھا کر بھی غلامان مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے

باطل کے سامنے سر نہ جھکایا، 8 سر اپنے نبی کی حرمت پر قربان ہوگئے مگر امیر المجاھدین اور انکے پیروکاروں کے پائے استقلال میں استقلال ہی نظر آیا، دیوانوں نے اعلان کیا

خون دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

علامہ خادم حسین رضوی بظاہر پاؤں سے معذور تھے اور کھڑے نہیں ہوسکتے تھے مگر عزم واستقلال کے کوہ گراں تھے۔

کروڑوں لوگوں کو سینہ تان کر کھڑے رہنے کا حوصلہ دے گئے، وہ برملا فرماتے تھے۔

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

علامہ خادم حسین رضوی بہت ہی بہادر انسان تھے۔ اپنے نبی کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ ہر وقت ان کے مبارک سینے میں موجزن رہتا، وہ کہتے صرف میرے حضور کی بات کرو، نعرہ بھی انہی کے نام کا لگاؤ، کام بھی ان کے دین کا کرو، پہرہ بھی انکی ناموس کی حفاظت پر دو اُن کا اعلان تھا کہ کائنات میں میرا تعارف بس صرف اتنا ہے،

"کتا پاک رسول اللہ دا"

جب کسی نے جہاں کہیں انکے نام کا نعرہ بلند کیا تو انہوں نے روک دیا، ٹوک دیا اور فرمایا۔ "نعرہ مالکوں کے لئے ہوتا ہے، ہم تو اس پاک در کے کتے ہیں"

اس موقع پر وہ مخصوص انداز میں پنجابی شعر پڑھتے تو کروڑوں لوگوں کے دلوں میں ایسا محسوس ہوتا کہ ان کی محبت ٹھاٹھیں مار رہی ہے وہ کہتے:

کتا پاک رسول اللہ دا: بھونکے شور مچاوے، کیوں؟

ناموس رسالت گلشن اندر: کوئی سور نہ پھیرا پاوے

رضوی صاحب کے کارواں میں بزدلوں کا کوئی کام اور مقام نہ تھا کوئی چیتے کا جگر اور شیر کا دل لے کر آتا تو ان کے ساتھ چل سکتا ورنہ وہ سفر کے آغاز میں ہی اعلان فرما دیتے:

یہ سفر ہے کوئے جاناں، یہاں قدم قدم بلائیں

جنہیں زندگیاں ہو پیاری وہ یہیں سے لوٹ جائیں

علامہ خادم حسین رضوی اس دھرتی پر رحمت اور برکت کا نشان تھے مختصر زندگی میں وہ جو جذبہ اور ولولہ پیدا کر گئے جو بڑے بڑے ادارے بھی نہ کر سکے۔ جو نعرہ وہ دے گئے اس پر کٹ مرنا جس طرح وہ سکھا گئے یہ سبق صرف ایسا ہی شخص پڑھا سکتا تھا۔ اب محفلوں اور مجلسوں میں یہ نعرہ گونجے گا تو اُن کی روح مسرور ہوگی۔ وہ انشاء اللہ قیامت تک عزت اور آبرو کے ساتھ یاد کئے جاتے رہیں گے انہوں نے جو عَلَم بلند کیا ہے یہ بلند ہی رہے گا۔ ان کا مشن جاری رہے گا ان کا دیا ہوا ولولہ باقی رہے گا، ان کا پڑھایا ہوا سبق یاد رکھا جائے گا ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ان کے دیوانے اللہ کے دین کو تخت پر لانے کا فریضہ نہیں بھولیں گے۔ اُن کی زندگی کا ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا:

انہیں جانا، انہیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

وہ ساری زندگی تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی سمت میں جیتے اور یہی جذبہ لیے اس دنیا سے رخصت ہوئے، وہ علی الاعلان فرماتے:

"اس زندگی کا کوئی مقصد اور کوئی فائدہ نہیں جو حضور کی عزت پر پہرہ نہ دے سکے، جو گستاخانہ خاکوں کو نہ روک سکے جو گستاخوں کو منہ توڑ جواب نہ دے سکے۔

انہوں نے بھری بزم میں یہ مؤمنانہ اعلان کیا کہ اگر میرے دل کے کروڑویں حصے میں بھی کوئی دنیاوی غرض، حرص اور لالچ ہو اور میں اپنے اس مشن میں کبھی بھی مخلص نہ ہوں تو میرا مالک مجھے اسی دن زمین میں گاڑ دے۔

انہوں نے تاجدار مدینہ، سرور سینہ ﷺ سے وفا کی قسم کھائی تھی اور اپنی یہ قسم پوری کر کے سرخرو ہو کر اس جہان سے رخصت ہوئے۔

تاریخ کے سب سے بڑے جنازے نے اُن کی مقبولیت اور محبوبیت کی جو داستان رقم کی ہے اس کی مثال صدیوں یاد رکھی جائے گی۔ ربّ ذوالجلال اس عاشق بے مثال کی قبر پر ہر دم رحمتوں کی بارش نازل فرمائے، آپ کے چاہنے، ماننے والوں کو آپ کے مشن کا امین بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے (مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا اے میرے بیٹے، اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ صبح اٹھنے کے بعد سے لے کر رات کو سونے تک تمہارے دل میں کسی آدمی کے بارے میں کوئی بغض و کینہ نہ ہو تو تم ایسا ہی کرنا۔ یہ میری سنت سے ہے۔ اور جس آدمی نے میری سنت کو محبوب جانا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس آدمی نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

# علامہ خادم حسین رضوی کا فلسفۂ حیات

تحریر: محمد رئیس علوی قادری اشرفی
(علوی ہربل کلینک)

**انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام ۔۔۔ للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا**

قران واحادیث کی ترجمانی کرتے، نصوص سے مفہوم ثابت شدہ کثیر نعتیہ اشعارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں سے ایک مخصوص شعر جو کہ مردِ مجاہد علامہ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سبب نعرہ کی حیثیت اختیار کر گیا، اپنے اندر مکمل ضابطہ حیات سموئے ہوئے ہے اور یہی علامہ صاحب علیہ الرحمہ کا فلسفۂ حیات ہے۔ منقول شعر دراصل عشقِ رسول ﷺ کی انتہائی شکل کو واضح کرتا ہے۔ صوفیاء اور عشاق کے نزدیک چونکہ ہر مسئلہ کا حل عشق ہی ہوتا ہے، اس لیے علامہ صاحب نے بھی اسی فارمولے کے تحت نظامِ زندگی کو بہتر بنانے اور مسائل کے حل سے مزین کرنے کے لیے ایک نیاباب روشناس کروایا۔ علامہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خوبی یہ ہے کہ اس مادی دور میں بھی خالص روحانی اور عشق پر مبنی نظامِ زندگی کو نہ صرف جدید کیا بلکہ اس کو عملی جامہ بھی پہنایا جو کہ آج کے دورِ الحاد پرستی میں بلاشبہ ایک مجدد کا کام ہی ہو سکتا ہے۔ ایسا نظامِ زندگی کہ جس کی بنیاد عشق پر ہو، اس پر بات کرنا اس دور میں خود کو دشمنوں کی غیر مدلل طعنہ زنی کے حوالے کرنے کے مترادف ہے، اس لیے کہ دورِ حاضر سوشل میڈیا کا دور اور اس دور میں عقل انتہائی حاوی ہو چکی ہے جو کہ عشق کی ازلی دشمن ہے۔

مختصراً علامہ رضوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے منقول شعر کو نعرہ بنا کر اسوۂ رسول ﷺ کو کامل نمونۂ حیات ثابت کیا اور اس طرح قرآن کی عملی تشریح پیش کی۔ چونکہ علامہ رضوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نظریہ یہ تھا کہ "انہیں جانا، انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام" اس لیے انہوں نے جابجا اپنی تقاریر وخطبات میں یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی کہ زندگی کا ہر شعبہ اسوۂ رسول ﷺ کے ماتحت ہے اور اسوۂ

رسول سے ہر طرح کا سبق سیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے گویا نظامِ زندگی کا ایک مکمل نقشہ سامنے رکھ دیا اور یہ باور کروایا کہ اس نقشے سے باہر جاؤ گے غرق ہو جاؤ گے، گم ہو جاؤ گے، مارے جاؤ گے یعنی

بخدا ، خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

سیاسیات، سائنس، ٹیکنالوجی، عمرانیات، معاشیات، فلاح و بہبود، تصوف، سمیت ہر شعبۂ زندگی رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے منسلک ہے اور حد تو یہ کہ یہ کائنات بھی اسی آخری نبی ﷺ کی خاطر ہی سجائی گئی۔ اسی ضمن میں وہ سیدی امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار بار بار دہراتے تھے کہ۔۔۔!

زمین و زماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لیے

اور۔۔۔!

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو

اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرماتے کہ وہ کون سا جہان ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی عزت نہ ہو۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ کی عزت نہ ہو تو چاہے پوری کائنات کو آگ لگ جائے ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ دراصل اس بات میں کامل حیات کا فلسفہ چھپا ہوا ہے کہ بھئی جس کی خاطر بزمِ کونین سجائی گئی اگر وہ ہی بزم میں موجود نہ ہو یا اسی کی عزت نہ کی جائے تو بزم کا فائدہ؟ پھر اس کائنات کی پیدائش کا کوئی مقصد باقی نہیں رہ جاتا۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز درِ رسول ﷺ سے منسلک ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہی سارے امور سرانجام پاتے ہیں اس لیے چاہے کوئی روحانی مسئلہ درپیش ہو یا دنیا کا کوئی مسئلہ، ان سب کا حل درِ رسول ﷺ پر ہی ملے گا۔ اس لیے شریعتِ محمدی، ادبِ رسول ﷺ اور محبتِ نبی آخر الزماں ﷺ کے بغیر نہ تو دنیوی ترقی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی صوفی عالمِ روحانیت کی منازل طے کر

سکتا ہے۔ یہ بہت مختصر مگر جامع نکتہ ہے۔ یعنی جس اللہ نے ساری کائنات بنائی اسی میں صرف یہ وصف ہے کہ وہ ہمارے دل و دماغ میں معاشی، اقتصادی، معاشرتی، مذہبی، اور سائنسی ترقی کے نظریات ڈالے اور مختلف اقسام کے تصورات سے بہرہ مند فرمائے۔ اور اگر تصورات ہمارے ذہن میں ڈال بھی دے تو ہم اسی کی مدد کے محتاج ہیں کہ وہ ہمیں وسائل بھی مہیا کر دے۔ لیکن اس خدا تک کیسے پہنچا جائے؟ کیسے اس کو راضی کیا جائے کہ وہ سارے وسائل ہمیں مہیا کر دے؟ اس نکتہ کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں جو ہمیں اس تک پہنچا سکے، اس لیے ہر لحظہ ہمیں وسیلہ رسول ﷺ کو تلاش کرنا ہو گا اور جو ذات ہمیں خدا تک پہنچا سکے اسی کو سب کچھ ماننا ہو گا، اس کی عزت سب سے بڑھ کر کرنا ہو گی، اسی کے راستہ پر چلنا ہو گا۔ وہ ذات اپنی زندگی میں عملی، قولی اور فعلی طور پر جو تعلیمات ہمیں دے گئی اس پر عمل کرنا ہو گا۔ اب چونکہ وہ ذات ایک کامل نمونہ ہے اس لیے اس کی تعلیمات میں سیاسیات، معاشیات، معاشرت، اقتصادیات، سائنس اور ٹیکنالوجی سمیت ہر چیز شامل ہو گی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اسلام سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ہماری رہنمائی نہیں کرتا یا سیاست دین سے جدا ہے تو پھر اسلام مکمل کیسے ہوا حالانکہ قرآن کی واضح نص موجود ہے کہ اسلام مکمل ہو چکا۔ اس لیے علامہ موصوف نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بہت حد تک عوام کے اذہان میں یہ بات ڈالی کہ انہیں (رسول اللہ ﷺ) جان کر اور انہیں مان کر ہی تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ اس کی تفسیر وہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

"تسی جتھوں مرضی جمع تفریق کر کے لے آؤ، یاد رکھنا! اگے حضور ہی کھڑے نے"

**المختصر** باہجوں عشق نجات نئیں باہو ، مر دے رہن مدینے ہو

اس لیے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ عشقِ رسول ﷺ کا درس ہی دیتے ہیں کہ جب ہمیں رسول اللہ ﷺ سے عشق ہو گا تو سب مسائل کا حل ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی تعلیمات اور ان کی ذات میں ہی نظر آئے گا۔ مثال کے طور پر جب معاشی مسائل کے حل کی بات کی گئی تو وہ مصطفیٰ کریم

ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے اور معاشی مسائل کا حل سود کے خاتمے کے طور پر پیش کیا، جو کہ دینِ اسلام کا اہم معاشی پلان ہے۔ مزید برآں وہ عہدِ رسالت اور خلفائے راشدین کے دور کی مثالوں سے واضح کرتے ہیں کہ سب سے بڑا معاشی مسئلہ تو حکومتی، سیاسی اور غیر سیاسی اشرافیہ کا پروٹوکول ہے جو اربوں روپے صرف چند دنوں میں نگل جاتا ہے، اور ایسا پروٹوکول تو اصل ریاستِ مدینہ میں کہیں نظر نہیں آتا۔ اس پر اضافہ کرتے ہوئے اسلامی معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی اختیار کیے ہوئے نظامِ زکوۃ پر زور دیتے ہیں اور بڑے بڑے تاجران اور صاحبانِ نصاب کو ادائیگی زکوۃ کی ترغیب دلاتے ہیں۔

جب انسانی حقوق کی بات آتی ہے اور اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی بات ہوتی ہے اور میگنا کارٹا کا تذکرہ ہوتا ہے تو پورا خطبہ حجۃ الوداع علامہ موصوف کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور یہ باور کروایا جاتا ہے کہ خبر دار! حقوق العباد کا تصور ہی اسلام اور جنابِ رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، تم سولہویں صدی عیسوی میں میگنا کارٹا پیش کر کے خود کو انسانی حقوق کا علمبردار نہ سمجھو بلکہ آج سے کم و بیش ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی انسانی حقوق کا باقاعدہ چارٹر دے دیا گیا ہے جو درِ رسول ﷺ کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتا۔ علامہ موصوف کی بطور سیاسی لیڈر انسانی حقوق پر بہت سی تقاریر سوشل میڈیا پر موجود ہیں۔ کہیں حقوقِ خواتین پر وعظ کیا تو کہیں حکمران و رعایا کے حقوق و فرائض پر روشنی ڈالی۔ اس موقعہ پر ایک مثال کوٹ کرنا چاہوں گا کہ ماضی قریب میں ہی اسلام آباد کے کسی علاقہ میں کچھ خواتین نے تنخواہ کی بڑھوتری کے لیے احتجاج کیا تو علامہ صاحب نے فی الفور حکومت کو ان کے مطالبات پورے کرنے کی انتباہ کی۔ اسی طرح بچیوں سے زیادتی کے کیسز میں مجرمین کو کڑی اسلامی سزا دینے کا مطالبہ کیا اور اسی موضوع پر ان کے الفاظ ابھی تک خانۂ گوش میں ٹہل رہے ہیں کہ

"ایہو جیانوں اسلام ایس طرح لماں پاوے کے انہاں نوں نانی یاد آجائے"

دورِ حاضر میں علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان میں سب سے اہم حریت کی پہچان اور جذبۂ حریت کی بیداری ہے۔ ذہنی غلامی جو کہ اٹھارہویں صدی عیسوی سے

برصغیر کے لوگوں میں چلی آرہی تھی، اس پر ایک کاری ضرب لگاتے ہوئے اقبال کی زبانی حریت کا شعلہ عوام کے بدن میں بھڑکاتے ہوئے بارہا کہتے رہے کہ

بہتر ہے کہ شیروں کو سِکھا دیں رمِ آہُو     باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند     تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

جذبۂ حریت بیدار کرنے سے پہلے توکل علی اللہ کی حقیقت اور نظریہ عوام کے دلوں میں ڈالا تاکہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے شکست کھا کر کہیں عوام دوسروں پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور پھر ان کے نیچے نہ لگ جائیں (بالخصوص ہم نے توکل کا سبق علامہ صاحب سے سیکھا اور اس کو ہم نے اپنے ماسٹر کے تھیسیز میں بھی بیان کیا)۔ مختصرا نظریہ یہ پیش کیا کہ اللہ رب العزت کی ذات پر مکمل بھروسہ کرو اور اللہ و رسول ﷺ کی تعلیمات پر آزادی سے عمل کرو، اور اس کا خوف نہ رکھو کہ دنیا تم سے الگ ہو جائے گی ایف اے ٹی ایف کے ذریعے تم سے معاشی بائیکاٹ کیا جائے گا، یا کوئی اور خوف بھی تمہارے دلوں میں نہ ہونا چاہیے۔ اس توکل کا نہ صرف درس دیا بلکہ عملی طور پر کر کے بھی دکھایا کہ ناموسِ نبی ﷺ پر آزادی سے کام کرنے کے لیے نوکری بھی چھوڑی، مفت خطبات بھی کیے، بڑی سے بڑی پیش کش بھی ٹھکرائی، تاکہ کسی کا غلام نہ بن جاؤں اور پھر کھل کر ناموسِ آقا ﷺ پر بات نہ کر سکوں۔ اور جب پوچھا جائے کہ روٹی کہاں سے کھائیں گے؟ جلسے کہاں سے کریں، الیکشن کمپین کہاں سے چلائیں گے؟ تو پھر مصطفیٰ کریم ﷺ کی طرف اشارہ جاتا کہ:

کون دیتا ہے ،دینے کو منہ چاہیے     دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

اسی جذبۂ حریت کا اہم پہلو عالمِ اسلام کے مظلومین کی مدد کے لیے حکمرانِ اسلام کو کھلم کھلا جہادِ اسلامی کی ترغیب بھی دلاتے رہے۔ برما، فلسطین، عراق، شام، یمن اور کشمیر وغیرہ کے مسلم عوام کو آزادی دلانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمِ جہاد کو اجاگر کیا اور عسکری حیات کا یہ نظریہ دیا کہ جنگیں

صرف مادی سامان سے ہی نہیں لڑی جاتیں بلکہ جذبۂ جہاد سب سے اہم چیز ہے اور یہ جذبہ موجود ہو تو رسول اللہ ﷺ کے راستے پر چل نکلو اور صرف تین سو تیرہ سے ہزاروں کے لشکر کو کچل ڈالو اور یاد رکھو کہ آج بھی

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں قطار اندر قطار اب بھی

مذہبی حریت کے لیے علامہ موصوف نے عوام پر مسلط قابض لبرل اشرافیہ کو بے نقاب کیا۔جب ساری سیاسی پارٹیوں کو ریلیوں کی اجازت ہوتی تو تحریک لبیک پاکستان کے لیے مشکلات پیدا کی جاتیں کہ گویا مذہبی طبقہ اس اشرافیہ کا غلام ہے۔اس موقع پر اس اشرافیہ کے لیے علامہ صاحب کے الفاظ تھے

"اے تواڈے پیو دا ملک اے؟ ساڈی مرضی اسی جتھوں مرضی شروع کریے تے جتھے مرضی ختم کریے"

اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ موت جیسی سیاہ اور خوفناک چیز کو علامہ صاحب نے گویا ہار بنا کر پیش کیا اور نوجوانانِ اسلام کے دلوں سے موت کا خوف نکال باہر پھینکا اور ان کو ذہنی غلامی سے آزادی دلوائی جو پچھلے ستر سالوں سے کوئی بھی لیڈر نہ کر سکا تھا۔اسی طرح انہوں نے دنیا میں اپنا الگ مقام بنانے کی تربیت کی اور اقوامِ متحدہ کی قرادادوں کو غلامی کا طوق قرار دیا کہ اقوامِ متحدہ کبھی بھی ہمیں کشمیر نہیں دلوا سکتا، جب بھی لینا ہے مسلمانوں نے خود ہی کشمیر لینا ہے اور اس کا سب سے مؤثر طریقہ درِ رسول سے ہی ملتا ہے جو کہ جہاد بالسیف ہی ہے۔اور اس نظریہ کو دورِ حاضر میں آزربئیجان کی فتح ایک مضبوط دلیل فراہم کرتی ہے۔

جب ان کے نظریات کو شدت پسندانہ قرار دیا گیا تو انہوں نے بہت خوبی سے یہ بھی نکتہ سمجھایا کہ ان نظریات کی بنیاد پر ہی امن قائم کیا جاسکتا ہے اور اسلام کا تصورِ جہاد دراصل امن قائم کرنے کے بارے میں ہی ہے کہ جو دوسروں پر ظلم و ستم کر کے معاشرے کا امن برباد کرے اسے سخت سزا دینی چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی سبق مل سکے اور کوئی اور معاشرے میں امن کی فضا ناخوشگوار نہ بنائے۔اسی طرح عدل و انصاف کے نظریہ کو مضبوط بنیاد فراہم کرنے کے لیے وہ امیر و غریب کے لیے یکساں قانونی اطلاق کا مطالبہ کرتے تھے کہ غریب جیل میں جائے تو اس کو پانی بھی نہ ملے اور اگر کوئی کرپٹ اشرافیہ مجرم

قرار پائے تو اول اس کے گھر کو ہی جیل قرار دیا جائے اور اگر جیل میں لے کر جایا بھی جائے تو اس کو ٹی وی، فریج، اے سی وغیرہ سمیت ہر قسم کی سہولیات فراہم کی جائیں جو کہ سراسر رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہے۔

گستاخان کے بارے میں یہ نظریہ بھی علامہ صاحب نے عوام کے اذہان میں ڈالا کہ گستاخ چاہے خود کو مسلم کہے یا غیر مسلم، کسی بھی مکتبِ فکر سے ہو اس کو سزا دی جائے گی اور اگر کسی غیر مسلم پر ناحق ظلم ہوتا ہے تو اسلام اس کا حق بھی دیتا ہے کہ چاہے وہ ظلم کرنے والا مسلم ہی کیوں نہ ہو، اس ظالم کو سزا دی جائے گی۔ مزید بر آں انہوں نے مؤثر طریقے سے یہ باور کروایا کہ دینِ مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرنے اور مولویت سے ملکی ترقی میں رکاوٹ نہیں آتی، جس کا ثبوت ان کی وفات کے بعد ان کے پیروکاروں میں سے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے پلیٹ فارم سے فیس بک طرز کی اپلیکیشن جس کا نام "لبیک' رکھا گیا ہے، بنا کر اسلام کی خدمت ہے۔

**المختصر**! ان کے مطابق امتِ محمدی کی نکیل شریعتِ محمدی ہے اور ہمیں شریعت کی پیروی لازم کرنا ہوگی اور تعلیماتِ نبی ﷺ سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتے۔ جس طرح ایک اونٹ کی نکیل مالک کے ہاتھ میں ہوتی ہے اسی طرح دینِ محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہماری نکیل ہے جس طرف دین موڑے گا، اسی طرف کو جانا ہوگا کہ مؤمن آزادانہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا جو مالک کے حکم کے خلاف ہو۔ اس لیے ہمیں اپنی حدود کو پہچاننا ہوگا اور لبرلزم اور الحاد کو ترک کرنا ہوگا کیونکہ اس طرح ہر کوئی اپنے نظریات لے آئے گا اور کل کو یہ کہے گا کہ فریڈم آف ایکٹ کے تحت مجھے زناکاری جیسے جرائم کی بھی اجازت دی جائے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کو جان کر اور ان کی مان کر ہی سب دین و دنیا کے کام احسن ہوں گے۔ اس موضوع پر اگرچہ بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر اشاعتی مجبوریوں کے باعث اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ اللہ رب العزت تعلیماتِ رضوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

# سید القوم خادمھم

## اُڑتے اُڑتے عشق کا پنچھی دور اُفق میں ڈوب گیا

تحریر: محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی صفوۃ الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین، وبعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سنت کریمہ گذشتہ امتوں میں یہ رہی ہے کہ دین وشریعت کی نشرواشاعت کے لئے وہ پے درپے انبیاء کرام بھیجتا رہا۔ جو مرسلین عظام کے ذریعہ لائے ہوئے قوانین الٰہیہ کا زمین کے اوپر نفاذ فرماتے، نیز گم گشتگانِ راہ کو ہدایت ومعرفت کی دولت سے بہرہ ور کرتے رہے لیکن جب پیغمبر آخر الزماں، رسول انس وجاں علیہ الصلاۃ والسلام قصرِ نبوت اور ایوانِ رسالت کی خشت آخریں بن کر اس عالم رنگ وبو میں جلوہ فرما ہوئے تو دین وشریعت کی نشرواشاعت والا پیغمبرانہ کام ختمی المرتبت کے علمائے ربانیین کے سپرد کر دیا گیا، جنہوں نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں نہ کبھی کسی لومۃ لائم کی پرواہ کی، اور نہ کبھی کسی طرح کی کوتاہی کو اس سلسلہ میں روادار رکھا، بلکہ ان کے سرفروشانہ جذبۂ دعوت وتعلیم کو سلام وخراج کہ انہوں نے قرآن وسنت کی دودھیا چاندنی اور سنت وشریعت کی ضوفشانی سے بقعہ ارض کو منور وتاباں بنا دینے میں اپنے تن، من، دھن، ہر طرح کی قربانی بطیبِ خاطر پیش فرما دی۔

تاریخ گواہ ہے کہ وہ علمائے ربانیین ہی ہیں جو تقریبا چودہ صدیوں سے مختلف انداز میں دین اسلام کے اقدار واحکام کو سنبھالا دیتے اور اس کی تعلیمات وہدایات کو جگ جگ روشن کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہر دور میں ہزارہا ہزار کی تعداد میں وارثین علمِ نبوت، علمائے ربانیین کی شکل میں آتے رہے اور تبلیغ ودعوتِ دین کے پیغمبرانہ مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔ چراغ سے چراغ جلتے گئے اور آج بحمد اللہ، یہ علماء

دعاۃ کی بے لوث خدمات جلیلہ ہی کا ثمرہ و نتیجہ ہے کہ ریکارڈیڈ دستاویز کے مطابق دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے، بلکہ اس کا گراف اس سے بھی کچھ آگے بڑھ چکا ہے!۔

دیگر اَدیان و مذاہب کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہزار ہا ہزار سال عمر پانے کے باوجود ان کا دائرہ اتنا وسعت پذیر اور آفاق گیر نہ ہو سکا جتنا مذہب اسلام کو میسر آیا۔ ذرا غور فرمائیں کہ مذہبِ اسلام، دین محمدی کی عمر ہی کتنی ہے؟ مگر اسے زندہ معجزہ کے علاوہ اور کیا نام دیا جائے کہ آج اس کی کرنیں دنیا کے ذرّے ذرّے میں اُتر چکی ہیں، آئے دن وہ نئے علاقے فتح کر رہا ہے اور اس پر جاں سپاری کرنے والوں کی تعداد میں ہزار مخالفتوں کے باوجود خوشگوار اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دنیا کے اندر بپا کئے ہوئے اتنے بڑے انقلاب کے پیچھے اگر مڑ کر دیکھیں تو آپ کو علمائے ربانیین کا سوزِ دروں، ان کا جذبۂ صادق، ان کی آہ سحر گاہی، اور ان کی مخلصانہ مساعی کارفرما نظر آئیں گی۔

بلاشبہ علماء (اگر تو وہ صحیح معنوں میں علمائے ربانیین ہیں تو وہ) دھرتی کے ماتھے کا جھومر ہیں اور ان کی صحت و سلامتی اور درازیِ عمر کے لیے انسان تو دعائیں کرتا ہی ہے، چرند پرند بھی اس کے لئے ہمہ وقت دعا گو رہتے ہیں بلکہ زبانِ رسالت تو اس حد تک بیان کرتی ہے کہ ”حتی الحیتان فی البحر“ یعنی سمندر میں تیرنے والی مچھلیاں بھی علمائے ربانیین کے لئے دعائے خیر کرتی رہتی ہیں۔ گویا علمائے ربانیین کے لیے یہ بڑا اعزاز اور تمغہ شرف ہے۔ تو یقیناً خوش نصیب ہے وہ جو اس دولت بے بہا سے بہرہ یاب ہوا اور جس نے اس میراثِ نبوت سے حصہ وافر پایا۔ ایسے ہی طالع بخت علماء اور وارثین انبیاء میں ایک نمایاں نام بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، امیر المجاہدین، حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔

ایک سینے میں ہزاروں ولولوں کی کائنات
ایک انساں میں ہزاروں اہل ہمت کا ثبات

علامہ موصوف ایک سچے عاشق رسول بلکہ کاروان عشق رسالت کے ایسے قافلہ سالار تھے کہ عشقِ رسالت کے موقف پر سمجھوتا لچک داریت آپ کے مذہب میں تھی ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے

ہیں کہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ ناموس رسالت کی پاسداری میں گزرا۔ دفاعِ ختم نبوت و دفاعِ صحابہ آپ کا خاص مشن تھا، جس کی پاداش میں متعدد مرتبہ آپ کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی ڈالا گیا لیکن آپ اپنے موقف پر شیر ببر کی طرح ڈٹے رہے۔ بالآخر آپ کے قابل رشک موت نے یہ معمہ ہمیشہ کے لئے حل کر دیا کہ جو حقیقی معنوں عاشق رسول اور فدائے دین متین ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیاو آخرت کی عزت وسر فرازی اس کا نصیب فرما دیتا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ آپ کی زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی کہ اچانک عاشق رسول غازی ممتاز حسین قادری کا دلدوز سانحہ پیش آیا، جس نے آپ کو تڑپا کے رکھ دیا اور معذور ہونے کے باوجود آپ میدانِ عمل میں نکل پڑے اور اس وقت تک گستاخانِ رسول وصحابہ کی سرکوبی کرتے رہے اور عاشقانِ رسول وصحابہ کو شاباشی دیتے رہے جب تک کہ جان جان آفریں کے حوالے نہ ہو گئی۔

آپ کے جملہ محاسن کمالات اپنی جگہ لیکن جو چیز مجھے بھائی آج بھی میرے دل ودماغ پر قبضے جمائے ہوئے ہے وہ آپ کا عشق افروز نعرۂ "لبیک یارسول اللہ" ہے۔ صحیح معنوں میں آپ نے لبیک یارسول اللہ کا تار کچھ اس انداز سے چھیڑا کہ جسے سن کر زمین وفلک جھوم اٹھتے ہیں۔ سننے والوں پر وجد وسرشاری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور پھر وہ بہت دیر تک مسحورِ لذتِ عشق رسالت رہتے ہیں۔

ممکن نہیں بھلا دے زمانہ کبھی اسے

جو دے گیا ہے نعرہ لبیک یارسول اللہ

یونہی آپ کے ملفوظات میں یہ بات کتنی معنی خیز اور فکر انگیز ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے: "میں ساری زندگی مدینے کی حاضری سے محروم رہا، جس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہ تھی کہ میں مکین گنبد خضریٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی عزت وناموس پر حملے ہوتے رہے اور میں سب کچھ چھوڑ کر ادھر آگیا"۔

الغرض! آپ کی ہمہ جہت شخصیت جماعت اہلسنت کے لیے کسی نعمت کبریٰ یا کبریت احمر سے کم نہ تھی، ایسی با عمل اور با کردار ہستیاں (جن پر دھرتی ناز کرے) صدیوں بعد جنم لیتی ہیں اور اپنی شفاف سرگرمیوں اور بے غبار کارناموں سے جنم جنم کے اندھیروں کو کافور کر دیتی ہیں۔ پھر ہر طرف سنت و شریعت کے اجالے ہوتے ہیں اور قدم قدم عشقِ رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام کے دمکتی پنکھڑیاں بکھری ہوتی ہیں۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

درس و تدریس، دعوت و بیان اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں آپ نے جو گراں قدر، بیش بہا اور عظیم الشان خدمات انجام دیں وہ آب زرّین سے رقم کرنے کے لائق ہیں۔ آپ کے تیار کردہ تلامذہ و مسترشدین اور مس خام سے کندن تک کا سفر کرائے جانے والے روحانی سپوت آپ کے نام و کام و مقام کو ہمیشہ زندہ و پائندہ رکھیں گے۔ اور پھر آپ کی مختلف موضوعات پر وقیع و رفیق کتابیں خود آپ کو جگ جگ زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

ورق ورق سوزنِ قلم سے قبائے جاں اپنی سی رہے ہیں
نہ مار پائے گی موت ہم کو کہ ہم کتابوں میں جی رہے ہیں

ایسے لوگ بلاشبہ اپنی ذات میں ایک کائنات ہوتے ہیں۔ یہ عہد شناس اور عہد ساز بھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فرد ایک فرد ہی ہے لیکن جب وہ فرد، فردِ فرید بن جائے تو پھر اس سے ملتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی لیے عالِم کی موت کو عالَم کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لوگوں کو پتا نہیں کہ تعمیر شخصیت اور افراد سازی کا فن کتنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ دراصل بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کا عمل ہے۔ ہر آدمی کے بس کا نہیں۔ یہ جوئے شیر نکالنے سے زیادہ مشکل اور چاول پر قل ھو اللہ لکھنے کے آرٹ سے زیادہ گنجلک ہے۔ شاید اسی لیے نرگس کے ہزاروں سال اپنی بے نوری پر رونے کے بعد بڑی مشکل سے چمن میں ایک دیدہ

ور پیدا ہوتا ہے۔ ایک ایسے دیدہ ور کا اُٹھ جانا جماعت کے کے لیے کتنا بڑا خسارہ اور نقصان ہے اس کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ موصوف کی موت دراصل ایک تحریک کی موت ہے۔

دعا گو ہوں کہ پروردگار عالم جماعت اہلسنت کو قبلہ امیر المجاہدین کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے علمی وفکری وارثین کو ان کی تحریک و مشن میں سب کو بحسن وخوبی کامیابیوں کے منازل سے ہمکنار کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الحلیم الکریم علیہ وعلی آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے لئے تم نے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے قیامت کے لئے نہ تو زیادہ (نفلی) نمازیں نہ زیادہ (نفلی) روزے تیار کئے ہیں اور نہ زیادہ صدقہ، ہاں ایک بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو پھر (قیامت میں) تم ان ہی کے ساتھ ہو گے جن سے تم نے (دنیا میں) محبت رکھی۔

(الصحیح البخاری)

# امیر المجاہدین کے مرشد گرامی

## (قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ)

**تحریر: ابو عقبہ بن عبد العزیز**
(دار العلوم حنفیہ غوثیہ، کراچی)

مولانا روم علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نہ شد

یعنی کوئی بھی چیز خود بخود درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتی، لوہا اپنے اندر تلوار بننے کی صلاحیت تو رکھتا ہے مگر خود بخود تلوار نہیں بن جاتا، یونہی مولوی اپنے علم میں بڑا مرتبہ و منزلت رکھتا ہے مگر اس وقت تک وہ بھی مولائے روم نہیں بنتا جب تک کسی شمس تبریز جیسی ہستی کی غلامی میں نہ آجائے۔

یونہی ہیرا اپنی ذات میں بڑی قدر و قیمت رکھنے کے باوجود بازار میں اپنی اصل قیمت نہیں لگوا سکتا جب تک کسی ماہر جوہری کے ہاتھ سے نہ تراشا جائے۔

قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے وہ دل عطاء فرمایا تھا جو عشق مصطفی کی کاشت کے لئے زرخیز تھا۔ انہیں ضرورت تھی تو بس ایک ماہر کسان کی جو اس زرخیز قلب پر عشق مصطفیٰ کی فصل کے لئے پانی لگا دے۔

علامہ رضوی علیہ الرحمہ کی شخصیت وہ انمول ہیرا تھی جسے کسی ماہر جوہری کی تراش چار چاند لگا سکتی تھی۔ تو وہ شخصیت جس نے علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی باطنی تربیت فرمائی، جس نے دورِ طالبعلمی سے اِن پر خاص توجہ فرما کر تیار کرنا شروع کیا، اور ایسا درِّ یکتا تیار کر ڈالا کہ آج دنیا اَش اَش کر رہی ہے۔

یہ ہستی علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد کی ہے، یہ وہی شخصیت ہیں جن سے امیر المجاہدین علیہ الرحمہ شدید محبت و عقیدت رکھتے تھے، اور ادب کا یہ عالم تھا کہ فرماتے: "حضرت جی کے سامنے تو آپ کے ادب کی وجہ سے سانس بھی احتیاط سے لیتا ہوں"۔

اور جہلم شہر میں داخل ہوتے تو آواز پست رکھتے کہ یہ میرے مرشد کا شہر ہے، قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ جب تک حیات تھے تو امیر المجاہدین علیہ الرحمہ خطاب کی تاریخ دیتے ہوئے فرماتے: تمہاری یہ تاریخ پکی ہے، بشرطیکہ اس تاریخ کو میرے حضرت جی کی طرف سے بلاوا نہ آیا، اگر بلاوا آگیا تو آپ کا پروگرام کینسل۔

تو آیئے ان کا تذکرہ پڑھتے ہیں۔

**علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد:**

**نام و نسب:**

وحید الدھر، فرید العصر حضرت قاضی محمد عبد الواحد صدیقی نقشبندی المعروف حاجی پیر علیہ الرحمہ۔

آپ علیہ الرحمہ کا نسب ۳۸ واسطوں سے خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

**تعلیم:**

آپ علیہ الرحمہ نے ناظرہ قرآن پاک اور اسکول کی بنیادی تعلیم کے بعد حفظ قرآن پاک کیا، اور تقریبا تیرہ سال کی عمر میں پہلا مصلی خانقاہ سلطانیہ (جہلم) میں سنایا۔

پندرہ سال کی عمر میں درس نظامی کی تعلیم شروع فرمائی اور تقریبا چھبیس سال کی عمر میں جامعہ رضویہ (فیصل آباد) میں شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ اور اپنے استاد حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمہ سے سند فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

**ذوقِ عبادت:**

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ بچپن سے عبادت کا شوق رکھتے تھے، آپ علیہ الرحمہ کا ذوقِ عبادت

حیرت انگیز تھا۔

آپ علیہ الرحمہ نے چار سال کی عمر میں نمازِ پنجگانہ کی باجماعت ادائیگی شروع فرمادی تھی، چھ سال کی عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی (اور اسی وجہ سے حاجی پیر کے نام سے مشہور ہو گئے) تقریباً نو سال کی عمر سے تہجد و اشراق کی پابندی شروع فرمادی تھی۔ کثرتِ عبادت و طویل مجاہدات سے آپ کا جسم لاغر ہو گیا مگر آپ کے شوقِ عبادت کے مقابل جسمانی کمزوری رکاوٹ نہ بن سکی۔

آپ علیہ الرحمہ کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر آپ کے والد اور پیر و مرشد، پیر طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت خواجہ پیر محمد صادق نقشبندی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے:

اس عمر میں اس قدر عبادت کو دیکھ کر ہمیں رشک آتا ہے۔

**بیعت و خلافت:**

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ میں بچپن سے ولایت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے، جس عمر میں بچوں کو کھیل کود، اور کھلونوں کا شوق ہوتا ہے اس عمر میں آپ کو ذکر الٰہی، نماز و تسبیح کا شوق تھا، آپ میں قربِ الٰہی کی تڑپ، اور ذکرِ الٰہی کا یہی جذبہ تھا جسے دیکھ کر آپ کے والد و شیخ طریقت نے از خود آپ کو بیعت فرمایا، اور اسباقِ طریقت شروع فرمادیئے۔

اس وقت قبلہ حاجی پیر علیہ الرحمہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی، شوقِ عبادت شروع سے تھا، قربِ الٰہی کا جذبہ بھی تھا، اکلِ حلال و صدقِ مقال کی نعمت بھی میسر تھی، طہارتِ قلب و فکر بھی بچپن سے حاصل تھی، پیر و مرشد بھی کامل تھے، تو پھر منزلِ مقصود تک پہنچنا دشوار تو نہ تھا، مگر سونے کو کُندن کرنا ہو تو بھٹی سے گزارنا پڑتا ہے۔

آپ علیہ الرحمہ نے اپنے شیخِ طریقت کے حکم پر طویل مجاہدات کیئے، ایک ایک وقت میں پچیس پچیس ہزار بار اسم ذات کا ذکر کرتے، دیگر وظائف پڑھتے، اگرچہ آپ مسلسل مجاہداتِ شاقہ کے باعث لاغر ہو گئے مگر پوری استقامت کے ساتھ آپ نے سلوکِ طریقت کی تکمیل فرمائی،

اور یومِ عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۷۶ء بروز بدھ خواجہ عالم حضرت پیر محمد صادق نقشبندی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنی خلافت و نیابت سے نوازا۔

**حلیہ مبارک:** حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ خوبصورت اور وجیہ تھے، رنگ سفید سرخی مائل تھا، بلند و کشادہ پیشانی، بڑی بڑی پر کشش آنکھیں، جن میں معنیٰ خیز چمک ہوا کرتی تھی، جب آپ علیہ الرحمہ احباب طریقت پر بھرپور نگاہ ڈالتے تو کسی کو نگاہ ملانے کی تاب نہ ہوتی۔ جسم مبارک مضبوط وسڈول اور اعضاء متناسب و متوازن تھے، داڑھی گھنی اور ایک مشت سے زائد تھی، چہرے پر ہر وقت ہلکی مسکراہٹ رہتی تھی، آپ علیہ الرحمہ صاحبِ جمال ضرور تھے مگر اس جمال کے ساتھ جلال کا حسین امتزاج تھا۔

**لباس:**

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ کے مزاج میں کمال سادگی و نفاست تھی، اور یہی سادگی و نفاست آپ علیہ الرحمہ کے ہر عمل سے جھلکتی تھی۔ آپ کا لباس نہایت اعلیٰ اور نفیس ہوتا، عموماً کرتا اور تہبند استعمال فرماتے، تہبند اکثر بنگالی لنگی کا ہوتا۔ سر پر اکثر عمامہ ہوتا، جو کہ عموماً سفید رنگ کا ہوتا، البتہ بعض اوقات زعفرانی یا سیاہ عمامہ بھی استعمال فرماتے، عمامہ سادگی سے گولائی میں باندھتے، جس کا مختصر شملہ بائیں کاندھے کی طرف نکالتے۔ اور کپڑے سے بنی پانچ کلیوں والی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

**اخلاق و عادات:**

آپ علیہ الرحمہ نہایت عمدہ اخلاق کے مالک تھے، یہی وجہ ہے کہ پہلی ملاقات میں ہی بندہ آپ کے حسنِ اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا، ہر شخص کو بڑی خندہ پیشانی سے خوش آمدید کرتے، محبت و شفقت فرماتے، پہلی بار آنے والوں کو بھی آپ کی مجلس میں اجنبیت محسوس نہ ہوتی، پریشان حال بندہ آپ کی مجلس میں چند لمحے بیٹھ جاتا تو ایسا قلبی اطمنان نصیب ہوتا کہ ساری پریشانیاں بھول جاتا، آپ بہت سادہ انداز میں

معنی خیز گفتگو فرماتے، آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے دل دنیا سے بے رغبت اور ذکرِ الٰہی سے معمور ہو جایا کرتے۔

آپ علیہ الرحمہ اپنے لیے قیام نہ پسند فرماتے تھے، احباب طریقت کو اپنے آنے پر کھڑے ہونے سے منع فرماتے، البتہ جب آپ سے ملاقات کی غرض سے عالی مرتبت علماء ومشائخ میں سے کوئی تشریف لاتے تو آپ کھڑے ہو کر انھیں عزت دیتے۔

آپ علیہ الرحمہ کا دستر خوان بفضل الٰہی بڑا وسیع تھا، ایک ایک وقت میں سینکڑوں افراد لنگر میں شریک ہوا کرتے تھے مگر آپ علیہ الرحمہ اسی دستر خوان سے احباب طریقت کے بچے ہوئے روٹی کے ٹکڑے اور بچے ہوئے چاول تناول فرمالیا کرتے تھے۔

طلباء سے نہایت شفقت فرماتے تھے، انہیں محنت سے علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے اور فرماتے :" آپ کی ضروریات میں پوری کروں گا، آپ بے فکر ہو کر پوری توجہ سے علم دین حاصل کریں اور دین کی خدمت کریں"۔ حتیٰ کہ آپ علیہ الرحمہ دورانِ سفر جہاں کوئی مدرسہ دیکھتے تو تشریف لے جاتے اور طلباء کو اور ان کے اساتذہ کو مختلف تحائف عنایت فرماتے۔

پیشہ ور گدا اگر آپ سے سوال کرتے تو آپ انہیں فرماتے:" اگر ضرورت مند ہو تو ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں رہائش بھی دیں گے اور کھانا بھی، اور کوئی کام بھی نہیں کروائیں گے"۔

آپ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آپ کے مریدین مختلف ممالک سے قیمتی تحائف بھیجا کرتے تھے تو آپ اپنے مدارس کے طلباء، اساتذہ یا کسی بھی خادم کو عنایت فرما دیتے، آپ علیہ الرحمہ کی جود وسخا کی شان ہی نرالی تھی، ایسا بھی ہوا کہ آپ مہمان کو رخصت کرتے ہوئے ایک ایک کر کے تحفے دیتے گئے حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے گھڑی تک اتار کر عطاء کر دی۔ اسی طرح اگر کوئی آپ کے پاس موجود کسی چیز کی تعریف کرتا تو آپ وہ چیز اسے عنایت فرما دیتے۔

## شہرت و نمود سے گریز:

آپ علیہ الرحمہ کے زیرِ انتظام پاکستان و آزاد کشمیر میں کئی مساجد و مدارس کام کر رہے ہیں، جن کے تمام اخراجات آپ ہی اُٹھایا کرتے تھے۔ مگر کسی مسجد یا مدرسہ میں آپ کے نام کی تختی نہیں لگی ہوئی، آپ اسے ناپسند فرماتے تھے۔

## ایک واقعہ:

ایک دفعہ بعض احباب طریقت نے ایک اسکول کھولا اور اسکے اشتہار پر زیرِ سرپرستی کے آگے آپ کا نام لکھ دیا۔ آپ علیہ الرحمہ کو خبر ہوئی تو شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا، ان احباب کو معلوم ہوا تو وہ بھی حاضرِ خدمت ہوئے اور معذرت کی، آپ نے ارشاد فرمایا: ہمارے زیرِ انتظام جو مدارس چل رہے ہیں اُن پر ہمارا نام نہیں لکھا ہوا تو آپ نے کیوں لکھوایا؟ پھر فرمایا کہ معافی کی یہی صورت ہے کہ جہاں جہاں اشتہارات لگائے گئے ہیں وہاں سے اُتار لئے جائیں۔

اسی طرح آپ علیہ الرحمہ کے زیر انتظام مساجد میں جمعۃ المبارک کے خطبہ میں آپ کے حوالے سے اشارتاً بات کرنے کی بھی اجازت نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا تو قبلہ حضرت جی علیہ الرحمہ کی طرف سے سخت بازپُرس کی جاتی تھی۔

مخلوق سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ علیہ الرحمہ کو یہ بات بھی ناپسند تھی کہ آپ کا کوئی مرید کسی اور شخص کو آپ سے بیعت ہونے کی ترغیب دے یا اِس غرض سے آپ کے پاس لیکر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ قبلہ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے آپ علیہ الرحمہ سے اپنی شدید عقیدت و محبت کے باوجود اپنے خطابات میں آپ کے تذکرہ سے ہمیشہ گریز کیا۔

اور اس حوالے سے قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے اپنے اس مرید خاص کو مزید کیا ہدایات تھیں یہ ایک راز ہے

**نسبت کا احترام:**

حضرت قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت کا خاص و اہم پہلو ادب ہے۔ بالخصوص رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر شئ کا والہانہ ادب کیا کرتے تھے۔

**ایک واقعہ:**

آپ علیہ الرحمہ سفر پر روانہ ہوئے، ساتھ ایک سنگی (مرید) تھے، آپ نے ایک کھجور خود تناول فرمائی اور ایک کھجور سنگی کو بھی عنایت فرمائی، اور دیتے ہوئے فرمایا: یہ مدینہ شریف کی کھجور ہے۔ اس سنگی نے کھجور کھا کر گٹھلی گاڑی سے باہر پھینک دی، یہ دیکھ کر آپ کی طبیعت متغیر ہو گئی، آپ نے نہایت جلال بھرے انداز میں فرمایا: کہ میں نے بتایا بھی تھا کی یہ مدینہ شریف کی کھجور ہے تو پھر گٹھلی کیوں پھینکی؟ پھر آپ نے گاڑی رکوائی اور جس سفر پر روانہ ہوئے تھے اسے ملتوی فرما کر واپس تشریف لے آئے۔

**خدمات:**

قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ نے دینی، معاشرتی اور سماجی ہر شعبہ میں اپنے انمنٹ نقوش ثبت فرمائے ہیں۔ مختصراً درج ذیل ہیں۔

**(۱) مساجد و مدارس:**

آپ علیہ الرحمہ نے پاکستان و آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں عالی شان مساجد و مدارس کا ایک مضبوط نیٹ ورک قائم فرمایا، جن میں حفظِ قرآن، تجوید و قرأت اور درسِ نظامی کے شعبہ جات قائم فرمائے، ان کے تمام اخراجات آپ خود برداشت کیا کرتے تھے۔

اور کمال یہ کہ کسی مسجد و مدرسہ میں نہ تو چندہ کی اپیل کی جاتی ہے اور نہ چندہ بکس رکھا جاتا ہے اور نہ ہی تشہیر کے دیگر ذرائع استعمال کیئے جاتے ہیں۔

**(۲) حفاظ، قراء و علماء کی کھیپ:**

آپ علیہ الرحمہ کے مدارس سے ایک کثیر تعداد میں حفاظ، قراء اور علماء تیار ہوتے، پھر ان میں سے منتخب

افراد کو آپ مزید تعلیم اور مختلف علوم وفنون میں مہارت کیلئے دیگر جامعات میں بھیجتے، اور بعض افراد کو بیرونِ ملک مشہور دینی جامعات میں تعلیم کیلئے بھیجتے اور ان کے تمام اخراجات خود اُٹھاتے، اس طرح آپ نے دینِ متین کی خدمت کیلئے ماہرین علوم وفنون کی جماعت تیار فرمائی، جس میں قابل مدرس بھی ہیں، محقق بھی ہیں، اور بہترین مصنف بھی۔

**(۳) کُتب کی اشاعت:**

آپ علیہ الرحمہ کو کُتب سے دلی لگاؤ تھا۔ آپ مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور اپنے ساتھ مطالعہ کیلئے کتابیں رکھا کرتے تھے۔ آپ کے پاس ہر فن اور علم کی بکثرت کتابیں موجود تھیں جو اَب خانقاہِ سلطانیہ (جہلم) کی وسیع لائبریری کا حصہ ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ عقائد، سیرت اور مختلف اعمال اور مسائل کی کُتب کی اشاعت پر زرِ کثیر صرف فرماتے، اور یہ کتب اہل علم حضرات کو تُحفتاً بھجوایا کرتے، اور آپ علیہ الرحمہ نے کئی کتب کو دیگر زبانوں سے اردو میں ترجمہ کروا کر بھی شائع کروایا۔

**(۴) نادار افراد کی کفالت:**

آپ نے نادار افراد کی کفالت فرمائی، رہائش کے لئے مکانات بنوا کر دیئے، ان کے بچوں اور بچیوں کی شادیاں کروائیں، اور دیگر ضروریات کو پورا فرماتے رہے۔ آپ نے مختلف مقامات پر عامۃ الناس کے لیئے مفت علاج کی سہولیات مہیا فرمائیں۔

**(۵) اصلاح معاشرہ:**

سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے بے لوث ہو کر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح کے لئے بھرپور کردار ادا فرمایا، اپنے متعلقین کو شریعت مطہرہ پر چلنے کا جذبہ عطا فرمایا۔ ہزاروں افراد کو گمراہی اور فسق وفجور سے نکال کر نیکی وپارسائی کا خوگر بنایا۔

**کرامت:**

آپ علیہ الرحمہ صاحبِ کرامت ولیٔ کامل تھے۔ایک ایسی کرامت جو آپ کی مجلس میں عموماً ظاہر ہوتی،وہ آپ کا کشفِ صدور تھا۔

دلوں میں اٹھنے والے خیالات آپ پر منکشف ہو جایا کرتے تھے،اور آپ دورانِ گفتگو اشارتاً اس کے متعلق ارشاد فرمادیا کرتے تھے

**واقعہ:** سرائے عالمگیر کے ایک اسکول ماسٹر صاحب آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے، آپ نے نہایت ہی شفقت سے پاس بٹھایا اور گفتگو فرماتے رہے،ماسٹر صاحب کا بیان ہے کہ میرے دل میں بار بار تین باتوں کا خیال آرہا تھا(۱) آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کوئی وظیفہ لکھ کر عنایت فرمائیں (۲) پڑھنے کیلئے کچھ اوراد عطاء فرمائیں (۳) آپ کی گاڑی میں سیٹ پر ایک قیمتی اور خوبصورت لنگی پڑی تھی وہ مجھے عنایت فرمادیں تاکہ میں نمازِ جمعہ کیلئے سر پر باندھ لیا کروں۔

دورانِ گفتگو قبلہ حاجی پیر صاحب علیہ الرحمہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا،جو پنسل آپ کی جیب میں ہے کیا وہ لکھتی ہے؟

ماسٹر صاحب نے اثبات میں جواب دیا،تو آپ نے وہ پنسل لی اور ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے وظیفہ لکھ کر عنایت فرمایا اور فرمایا:ماسٹر صاحب!کوٹلی والے حضرت خواجہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وظیفہ مجھے عنایت فرمایا تھا، آپ بھی پڑھا کریں۔پھر آپ نے گاڑی سے لنگی اُٹھا کر ماسٹر صاحب کو عنایت فرمائی اور ساتھ فرمایا:جمعہ کی نماز ادا کرتے وقت اسے سر پر باندھ لیا کریں۔

**وصال:** ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۲ اپریل ۲۰۱۳ء بروز پیر آزاد کشمیر سے واپسی پر دورانِ سفر آپ تسبیح پڑھ رہے تھے کہ تسبیح سے آپ کے ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑی اور آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ آپ کا مزارِ پُر انوار خانقاہِ سلطانیہ (جہلم، ضلع گجرات) میں مرجع خلائق ہے۔

# اسلام! غیرت کا درس دیتا ہے۔۔۔

تحریر: علامہ پیر سید زمان علی جعفری قادری

9/11 کا واقعہ اُمّتِ مُسلِمہ کے لیے اپنے دامن میں خاک وخون اور شعلوں کی بارش لے کر آیا، جارج بش نے نہتے مسلمانوں کے ساتھ صلیبی جنگوں کے جس تسلسل کا اعلان کیا تھا دو دہائی تک اپنی پوری شدت سے جاری رہی ، عجب تماشہ تھا، اُمّتِ مُسلِمہ زخموں سے چُور چُور تھی، لہُو پورے بدن سے رِس رہا تھا، عراق و شام پر شعلے برستے رہے ، افغانستان کی سر زمین پر لہُو بہتا رہا، پاکستان تقریبا دو دہائیوں تک خود کش حملوں کی زد میں رہا، مسلمان نمازیوں پر یہودی کُتے چھوڑ رہے تھے، مسلم عورت عبرت کی داستان بنا دی گئی، برما میں مسلم خواتین کی عصمت دری ہوتی رہی، کشمیر میں مسلمان ذبح ہوتا رہا، کنٹینر میں مسلمانوں کو بند کر کے نیچے سے آگ لگا کر انہیں بُھون دیا گیا، گوانتاناموبے کی جیل میں مسلمان قیدیوں سے ہونے والی بد سلوکی سے لے کر، گستاخانہ خاکوں تک صلیبی دہشت گردی وحشت و بربریت کی نئی داستان رقم ہوتی رہی۔

لیکن اس ہولناک جنگ کا ایک عجب وحشی منظر یہ تھا کہ ظالم و مظلوم دونوں ایک ہی نعرہ لگا رہے تھے، ظالم قہقہے لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا اور مظلوم عاجزی و انکساری کے ساتھ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا، جن کا جسم لہُو لہُو تھا وہ بھی اور جو لہُو میں نہلا رہے تھے وہ بھی، جو ستم ڈھا رہے تھے وہ بھی اور جو ظلم سہہ رہے تھے وہ بھی، محراب و منبر سے لے کر جامعات کے استاد تک، ٹی وی پر بیٹھے صحافیوں اور دانشوروں تک، سب ہی ایک نعرہ لگا رہے تھے مومنین سے لے کر مُستَشرقین و مُتجدّدین تک، سب ایک ہی راگ الاپ رہے تھے "اسلام امن کا درس دیتا ہے"۔

تصور تو کیجیے کیسا عجیب اور ہولناک منظر ہے۔۔ جسم لہُو لہُو ہے اور سسکتے ہوئے وجود کے ساتھ ایک ہی آواز سُنائی دے رہی ہے "اسلام امن کا درس دیتا ہے"۔

اُمت کی بیٹی کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور کہنے والے کہتے ہیں "اسلام امن کا درس دیتا ہے"۔

دوسری جانب پوری دنیا میں "میڈِن امریکہ تصوُّف" کو فروغ دیا جاتا ہے، ڈالرز کی بوریاں کھول دی جاتی ہیں، نام نہاد صوفیوں کی ایک پوری جماعت چوغے پہن کر نکل کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے "اسلام امن کا درس دیتا ہے"

یہ ستم 15 سال تک اپنی آب و تاب کے ساتھ جاری رہتا ہے۔۔۔ ایسا لگتا ہے پوری قوم ہپناٹزم کا شکار ہو چکی ہے کہ اسی دوران وہیل چیئر پر بیٹھا ایک بظاہر معذور شخص خانقاہ سے نکل کر رسمِ شبّیری ادا کرتا ہے اور پوری قوت سے نعرہ لگاتا ہے۔۔۔

## "اسلام غیرت کا درس دیتا ہے"

نسلِ نَو کو داستانِ عزیمت اپنے کردار کی زبان میں سُناتا ہے تو دنیا دیکھتی ہے، دُشمنانِ اسلام کی مصنوعی امن پسندی کا سحر ٹوٹنے لگتا ہے۔۔۔ آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں۔۔۔ مصنوعی تصوف پر مشتمل خانقاہی گرجے ڈھیر ہونے لگتے ہیں۔۔۔ یورپ کے قہقہے تھمنے لگتے ہیں تو مومنین کے چہرے دمکنے لگتے ہیں کہ ہے کوئی للکارنے والا ۔۔۔ مخالفین کی آواز سنائی دیتی ہے یہ کون دیوانہ ہے جو انہیں للکار رہا ہے۔۔۔

پھر فرانس نے سرکاری سطح پر جب خاکے لگائے تو وہ دیوانہ رک نہ سکا پوری قوت سے نعرہ لگایا

''من سبّ نبیاً فاقتلوہ''

جو نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے قتل کر دو

بچے بچے کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد ہونے لگا، حدیثِ رسول ﷺ نے سلوگن کی شکل اختیار کرلی، عالَمِ کُفر سہم گیا، شیلنگ بڑھنے لگی، اپنے کارکنان کے ساتھ اس نے شیلنگ کا بھی مقابلہ کیا مگر شیلنگ کے اثرات پڑنے ہی تھے، اس نے دیوانے کی طبیعت کو اور خراب کر دیا، اور خلقِ خُدا نے، اہلِ درد نے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے سفر شہادت کی مبارکباد دی۔

یقیناً آواز تو آئی ہوگی حبیب کو حبیب سے ملا دو۔

آؤ! اس عظیم مُجاہد کی آواز کو مضبوط بنائیں۔۔۔ آرائش کردار سے تحفّظِ ناموسِ رسالت ﷺ کا ذمہ اٹھائیں۔

# امیر المجاہدین کے چند ایمان افروز اقوال

**ترتیب:** محمد الیاس مہر

**متعلم:** دارالعلوم حنفیہ غوثیہ

1. اب ایک جنگ شروع ہو چکی ہے اور یہ ناموس رسالت کی جنگ جو اس میں پیچھے رہا وہ رسول اللہ ﷺ سے غداری کر رہا ہے۔
2. اگر دنیا و آخرت میں عزت چاہتے ہو تو "لبیک یارسول اللہ" کا نعرہ لگاؤ۔
3. میری داڑھی سفید ہو گئی اور بہت ساری کتابیں پڑھی ہیں مجھے کوئی ایک بھی ایسی روایت نہیں ملی جس سے پتا چلے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو نمبری کی ہو اور بچ گیا ہو۔
4. اسلام کسی کا قرض نہیں رکھتا اگر کسی نے صرف کلمہ خیر بھی کہا تو اسلام اسکے اس ایک جملے کے صدقے میں ہزاروں افراد کے سامنے اسکی تعریف کرا دیتا ہے۔
5. جوانو۔۔!!

   تم اٹھ کھڑے ہوئے تمھارا اٹھ کھڑا ہونا ہی کافی ہے۔

   اسلام تمہاری جوانیاں بچائے گا اور تمھاری عزتیں بھی بچائے گا۔

   اگر اسلام کے ساتھ رہو گے تو تمھارا نام روشن رہے گا۔
6. باتوں سے بات نہیں بنے گی بلکہ اب گھروں سے نکلنا پڑے گا۔
7. صحابہ کرام نے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی نماز نہیں چھوڑی اور تم اعلی کھانے کھا کر بھی کہتے ہو دین پر چلنا مشکل ہے۔
8. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تخت پر ہو گا تو کوئی کسی کا حق نہیں مارے گا۔

9. اگر امت مسلمہ ترقی کرنا چاہتی ہے تو اپنے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مزید پیدا کرے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض اعظم بلکہ جان ایمان ہے۔
10. ناموسِ رسالت ﷺ پر حملہ دنیا کی سب سے بڑی دہشت گردی ہے۔
11. سیکنڈ کا کروڑواں حصہ بھی ناموسِ رسالت ﷺ پر کوئی سمجھوتہ نہیں۔
12. سارے جہان غرق ہو جائیں ناموسِ رسالت ﷺ ختمِ نبوّت ﷺ کے مقابلے میں کسی کی کوئی حیثیت نہیں۔
13. اگر پوری دنیا امن چاہتی ہے تو پھر اس کا ایک ہی طریقہ ہے ہمارے آقا و مولا ﷺ کی عزت کرنا سیکھے۔
14. جہاں بھی جاؤ حضور ﷺ کی عزت و ناموس کی بات کرو۔
15. ستر سال ہو گئے گلیوں نالیوں سڑکوں کے لیے ووٹ دے رہے ہو اٹھو اب حضور ﷺ کے دین کیلئے پرچی دو۔
16. پیڑاں ہور تے پھیکیاں ہور۔
17. اگر حضور ﷺ کی عزت پر پہرہ دینا دہشت گردی ہے تو یہ دہشت گردی ہر لمحے ہر سانس پہ ہو گی۔
18. مودی ایٹم بمب توں نئیں میری تقریراں توں ڈردا اے۔
19. اگر دین پڑھا نہیں ہے تو دین کی ترجمانی مت کرو تمہیں کس نے کہا صحابہ پر تبصرہ کرو۔
20. مولویوں پیروں کی J.i.t بناؤ میرا احتساب سب سے پہلے کرو اور ان سب سے پوچھو لینڈ کروزر کدھر سے آئی یہ کوٹھیاں بنگلے کدھر سے آئے۔
21. چار ٹانگوں والا کتا اصحابِ کہف کو نہ بھونکا تو کوئی دو ٹانگوں والا کتا صحابہ کو بھونک جائے ان کو کتا کہنا کتے کی توہین ہے۔
22. بندہ دلیر ہی تب ہوتا ہے جب دل میں عشقِ مصطفٰی ﷺ ہو۔
23. ختمِ نبوّت ﷺ ناموسِ رسالت ﷺ پر کوئی سوداگری نہیں کر سکتے۔

24. عشق اپنے فیصلے کرنے میں خود بڑا دلیر ہے۔
25. قسم قسم کے کھانے، کھانے والوں کو کیا خبر کہ صحابہ کرام نے پیٹ پر پتھر باندھ کر سر پر مٹی کیسے اٹھائی۔
26. اگر یہودیوں سے قرضے لیئے ہوں گئے تو پھر مہر علی شاہ صاحب کی کتاب پر پابندی لگانی پڑے گی۔ مسجدوں کے اسپیکر اتارنے پڑیں گے۔ہولی میں جاکر بکواس کرنی پڑے گی،اگر ٹکڑے رسول اللہ ﷺ کے در کے کھائے ہونگے تو بات ویسی ہوگی جیسی پیر مہر شاہ نے کی امام احمد رضا خاں نے کی۔
27. ہم سے بڑا امن پرست کون ہے؟ اتنا بڑا دھرنا اور ایک پتہ بھی نہیں ٹوٹا۔
28. حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کے ساتھ رہو یہ بہت طاقتور ہے صحابہ نے اس کو "جو" دیئے اس نے بدلے میں قیصر و کسری کے محلات دیے۔
29. ہم جن مالکوں کا کام کر رہے ہیں وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔
30. ہمارے بارے میں بات وہ کرے جس نے بارہ ہزار شیل کھائے ہوں۔
31. گناہگار کے لئے تو معافی ہے مگر دین کے غدار کے لئے کوئی معافی نہیں ہے۔
32. ہم نے تو صرف یہ چاہا ہے کہ مرزائی نواز، مرزائی یار، چور لٹیرے یہاں سے ختم ہو جائیں اور محمد عربی کے غلام تخت پر بیٹھ جائیں۔
33. دین کے ساتھ ایسا رویہ رکھو کہ لبرل، دشمنانِ دین پاکستان میں لبیک سُن کر چیخیں ماریں۔
34. اربوں روپے کھا کر پاکستان کی بات کرنا اور ہے، موٹر سائیکل اور موبائل بیچ کر دور دراز سے آکر 2 نومبر کی کانفرنس میں لبیک کا نعرہ لگانا اور ہے۔
35. تم عشق رسول ﷺ میں ہتھکڑی بھی نہ لگوا سکے۔میں نے بہت پڑھا لیکن وہ عشق رسول ﷺ نہ مل سکا جن میں احد، بدر اور خندق نہ ہو۔
36. تم ہمیں عورتوں کی عزتیں بتاتے ہو۔کلبوں میں شراب پی کر عورتوں کی عزتیں لوٹنے والو؟

37. ہم چمکتے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں اور ہماری منزل بھی افضل و اعلیٰ ہے۔
38. اچھے حالات میں تم اپنے رب کو یاد کرو اور جب مشکل حالات آئیں گے تو تم اپنے رب کو سامنے پاؤ گے۔
39. ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ وفا کرنی ہے۔
40. جب بھی پاکستان میں بات ہو گی رسول اللہ ﷺ کی ہی بات ہو گی۔
41. لوگ اپنے لیڈروں کے جانثار بن گئے اور تو کلمہ پڑھ کے بھی (حضور کا وفادار) نہ بن سکا۔
42. چوں چوں کرنے سے ناموس رسالت ﷺ کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔
43. تم حضور ﷺ کی عزت کے مقابلے میں امن کی بات کرتے ہو۔ کسی امن کی ضرورت نہیں، کسی جہان کی ضرورت نہیں، ہمیں تو صرف اُن کی عزت و آبرو کی ضرورت ہے۔
44. تمہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ حضور ﷺ کی عزت کا مسئلہ کیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی صرف قیمت لگی تھی مصر کے بازار میں، رب سات سال قحط لے آیا۔ یہ تو پھر امام الانبیاء ہیں۔
45. حضور ﷺ کی عزت کے ساتھ غداری کرنی ہے، نہیں نہیں ایسا تو قیامت تک نہیں ہونا۔
46. آج قادیانیوں کو تھوڑا سا کہا، تو نہیں جی وہ ہمارے شہری ہیں، میں کہتا ہوں کہ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سمجھدار ہے۔
47. جو تمہیں کرنا ہے کرو لیکن ایک بات یاد رکھنا میرے آقا و مولا ﷺ کے بارے میں بات نہ کرنا۔ بس اتنی سی بات ہے
48. اسلام سب کو زندہ رہنے کا حق دیتا ہے لیکن گستاخ رسول کو نہیں۔
49. میرے آقا و مولا کا نام تمہاری سکرینوں کا محتاج نہیں، اسی تھاڈی سکریناں تے تُھکدے وی نئیں۔
50. اے میری گل یاد رکھنا، جدروں وی جمع تفریق کر کے لے آوَ۔ اَگےّ رسول اللہ ﷺ ہی کھڑے نے۔
51. اگر حضور ﷺ دے بغیر گزارا ہے تے ول دسو، اگر نیئں تو پھر ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کی بات کرو۔
52. اے وی انفاق فی سبیل اللہ ہے نا کہ ڈاکٹر عبد القدیر نوں کوئی سونے وچ تول دیوے۔

53. جیندیاں گھر بیہہ کے، ٹنگاں کمبی جارہیاں ہوون، پتا نہیں حالات نہیں ٹھیک، جدوں میرے آقا ﷺ نوں لوکاں پتھر مار دتّے اودوں حالات ٹھیک سن۔

54. اج مورتیاں تے جا کے دودھ پاؤ، ہولیاں تے بکواس کرو، فیر دَسّو! پاکستان کیوں بنڑیا؟

55. میں آکھیا، جہیڑھا بیجنگ دا لفظ ٹھیک نا آکھ سکے او ملازمت توں فارغ، تے جہیڑھا خاتم النبیین نہ آکھ سکے؟

56. جدوں حضور ﷺ دی عزت دی گل آوے تے کھڑا کوئی ناہووے، فیر او پیر اے؟

57. دنیا کا کوئی کمینہ حضور ﷺ کی بات نہ کرے۔

58. میں دین کا ٹھیکیدار نہیں، چوکیدار ہوں۔

59. اج ساڈے نال کھڑے ہو جاؤ بعد وچ ساڈے جئے وی نئیں لبھنے پترو۔

60. آؤ آج موقع ہے آج رسول اللہ ﷺ سے وفا کرو آج رسول اللہ ﷺ کی بات کرو۔ کل رہنا تم نے بھی نہیں ہے۔

61. سسک سسک کے مر تو ویسے بھی جانا ہے، جاؤ غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھو، پیر جماعت علی شاہ صاحب نے پاؤں کیوں چومے؟

62. اعلان جہاد کرو چاہے سارے مر جایئے کم از کم قیامت کے دن شرمندگی تے نہ ہوسی۔

63. اسلام قربانیوں کا نام ہے چیخنے چلانے کا نام نہیں ہے.

64. اگر ہم فیض آباد دھرنے میں جل کر راکھ ہو جاتے تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے مقابلے میں ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

65. مرنا تو ایک دن ہے، تو شان سے کیوں نہ مر جائیں۔

66. ہم جینے کے لیے نہیں جیتے ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے جیتے ہیں۔

67. یا اللہ اگر حضور ﷺ کے خاکے شائع ہو جائیں تو مجھے موت دے دینا۔

68. اتنا تو کام کر کے جاؤ کہ جب قبر میں پہنچو تو سرکار ﷺ فرمائیں یہ اپنا ہی ہے۔

69. قبر میں تم سے یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ بتا محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کیا وفا کر کے آیا ہے۔
ہزار سال بعد بھی کوئی میری قبر پر سے گزرے اور لبیک کا نعرہ لگائے تو میں اسکا جواب ضرور دونگا۔

اُنہیں جانا اُنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الحمد میں دُنیا سے مُسلمان گیا
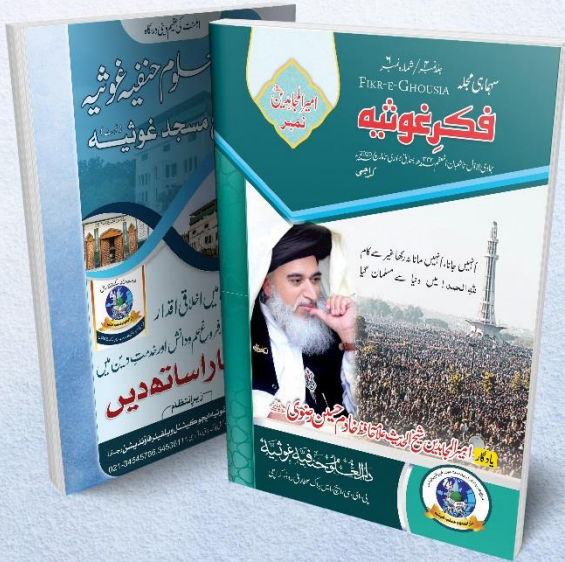
# "خبر غم سے جنازہ تک"

تحریر: محمد ذیشان اسلم
متعلم: دارالعلوم حنفیہ غوثیہ

## "موت العالم موت العالم"

بیشک موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس دار فانی میں جو بھی آیا اسے ایک نہ ایک دن کوچ کرنا ہی ہے لیکن کچھ لوگوں کے انتقال سے ایک دم ایک مہیب خلاء پیدا ہوتا محسوس ہوتا ہے اور ایک بار تو دنیا واقعتا اندھیری سی ہو جاتی ہے۔ "امیر المجاھدین عاشق صادق حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی وفات یقینا اسی زمرے میں ہے اس عاشق صادق کی وفات سے اس امت پر اس قول کی حقیقت آشکار ہوئی کہ یہ قول کس قدر جامع اور سچا ہے کہ ایک عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مجاہدانہ کردار کے ساتھ علم و عمل کی اعلی مثال تھے۔ انکا انقلابی لہجہ، انداز خطابت، ختم نبوت و شعائر اسلام کی حفاظت، انقلاب کی دعوت دینا، کفر پر زلزلہ برپاء کر چکا تھا۔ کیونکہ وہ بکتے تھے نہ جھکتے تھے ڈرتے تھے نہ ہٹتے تھے۔ ختم نبوت کے پاسبان اور محافظ ناموس رسالت تھے ان کا جینا مرنا اسی مقدس کاز کے لئے تھا۔ رسول پاک کی حرمت کے تحفظ کے لئے ان کی بے مثال جرات اور بے باکی نے کروڑوں مسلمانوں کو انکا مداح بنا دیا تھا۔

اور اب اچانک انکی رحلت نبی پاک کی حرمت کی خاطر سر بکف مجاہدوں کے لئے ایک زبردست دھچکے سے کم نہیں۔ امیر المجاھدین کے انتقال کی خبر منٹوں میں دنیا کے گوشے گوشے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہر شخص نے بڑے افسوس کے ساتھ اس خبر کو پڑھا، سنا اور دوسروں کو بتایا۔ بیشک علامہ رضوی صاحب کی وفات پوری امت مسلمہ کے لئے ایک بڑے سانحے سے کم نہیں۔

انکی وفات کی خبر سنتے ہی کارکنوں اور انکے چاہنے والوں کی بڑی تعداد انکے گھر پہنچ گئی۔

رضوی صاحب کی وفات نے ہر عام وخاص کو غمگین کر دیا۔

اس موقع پر دارالعلوم کراچی کے ناظم اعلی جناب مفتی تقی عثمانی صاحب کا کہنا تھا "علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی وفات پر دلی صدمہ ہوا ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ پر وہ ایک گونجتی آواز تھے"

اس کے علاوہ مسلک اھل حدیث کے ممتاز عالم دین علامہ اہتشام الہی ظہیر کا امیر المجاہدین کے انتقال پر کہنا تھا کہ "پاکستان میں دفاع حرمت رسول کی گرجدار آواز خاموش ہوگئی، بریلوی مسلک کا عصر حاضر کا سب سے بڑا رہنمار خصت ہوا، جس وقت خوف کے عالم میں مضبوط ٹانگوں والے سب بیٹھے تھے یہ ٹانگوں سے معذور مستقل چل رہا تھا۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن صاحب کا علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے حوالے سے کہنا تھا کہ "میں لاکھوں انسانوں کو گواہ بنا کر اللہ اور اسکے رسول کی بارگاہ میں شہادت دیتا ہوں کہ خادم حسین رضوی نے اپنی بساط کے مطابق حسینی کردار کو زندہ کیا۔ نوجوانوں کے دلوں میں عشق مصطفی ﷺ کو کوٹ کر بھر دیا۔

کیا سروکا رہمیں رونق بازار کے ساتھ
ہم الگ بیٹھے ہیں دست ہنر آثار کے ساتھ
وقت خود ہی بتائے گا کہ میں زندہ ہوں
کب وہ مرتا ہے جو زندہ رہے کردار کے ساتھ

جنازے سے قبل علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی میت کو انکی رہائش گاہ پر رکھا گیا، جہاں عقیدت مندوں نے آپکا آخری دیدار کیا۔ عقیدت مندوں کی اتنی بڑی تعداد وہاں موجود تھی کہ کئی کلو میٹر لمبی قطار بنا کر آپکا آخری دیدار کیا گیا۔ امیر المجاہدین کا روشن، پر سکون، نورانی چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ زبان حال سے امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی کا ارشاد فرمودہ اور اپنا پسندیدہ شعر

پڑھ رہے ہیں

کی انہیں جانا،انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی کی نماز جنازہ مینار پاکستان کے گریٹر اقبال پارک میں ادا کی گئی۔ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ جس میں ایک اندازے کے مطابق ایک کروڑ ستر لاکھ کے لگ بھگ عاشقان رسول نے شرکت کی۔

امیر المجاھدین کا جسد خاکی انکی رہائش گاسبزہ زار سے مینار پاکستان گراؤنڈ تک ایمبولینس کے ذریعے لایا گیا جہاں عقیدت مندوں کا جم غفیر غم والم کی کیفیت میں موجود تھا۔ راستے میں سوگوار مداحین جلوسوں کی شکل میں جنازے میں شریک ہوتے رہے جہاں سے ایمبولینس گزرتی گئی چھتوں اور اطراف سے اس پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتی رہیں۔ میت داتا دربار پہنچی تو عقیدت کے طور پر تھوڑی دیر کے لیے وہاں ایمبولینس کو روکا گیا۔ اور پھر کچھ توقف کے بعد وہاں سے ایمبولینس روانہ ہوئی اور مینار پاکستان تقریبا ایک بجے کے قریب پہنچی۔

نماز جنازہ کے لئے صف بندی ہوئی تو مینار پاکستان کا گراؤنڈ جہاں پہلے ہی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی مزید کم پڑ گیا اور اطراف کی سڑکوں اور عمارتوں پر لوگوں نے صف بندی کر کے نماز جنازہ ادا کی اور پھر امیر المجاھدین علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کو آہوں اور سسکیوں اور فلک شگاف لبیک یارسول اللہ ﷺ کے نعروں کی گونج کے ساتھ مسجد رحمت اللعالمین سے ملحق مدرسہ ابوذر غفاری میں آپکی وصیت کے مطابق سپرد خاک کر دیا گیا۔

اس تاریخی جنازے نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیا میں عزت اسی کی ہے جس نے رسول ﷺ کی عزت کی بات کی اور حضور کی عزت پر پہرہ دیا۔ جنازے میں اسلام پسندوں کی اتنی کثیر تعداد نے جمع ہو کر ان

لوگوں کو یہ پیغام دے دیا جو پاکستان کو سیکولر اور لبرل بنانے کی خواہشمند ہیں کہ اس وطن کی بنیاد اسلام پر ڈلی ہے اور اس وطن کا مستقبل بھی صرف اسلام ہی ہے۔

اب رہیں چین سے درد زمانے والے
سوگئے خواب سے لوگوں کو جگانے والے
دیکھنے کو ہزاروں ہیں مگر کتنے ہیں
ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکانے والے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتا ہے۔ اور میں تو بانٹنے والا ہوں دینے والا اللہ ہے اور یہ (اسلام کی) جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی دشمنوں سے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے (قیامت)۔

(بخاری، جلد اوّل، کتاب العلم، حدیث نمبر 71)

# آہ۔۔۔امیر المجاہدین علیہ الرحمہ

تحریر: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین۔۔

ابھی جمیل العلماء علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا زخم تازہ ہی تھا کہ تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ کے امیر، امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اچانک خبر نے عالم اسلام کو تڑپا کر رکھ دیا ہے۔۔

حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصے سے علیل تھے انہیں تیز بخار اور سانس کی تکلیف تھی لیکن ناموس رسالت و ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے اپنی بیماری اور معذوری کو کبھی آڑے نہ آنے دیا۔ چنانچہ ایک صبح ان کی طبیعت جب بہت ہی زیادہ خراب ہوئی اور انہیں جناح اسپتال لاہور میں پہنچایا گیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور یوں 3/ ربیع لآخر 1442ھ /19/نومبر 2020ء بروز جمعرات عین نماز مغرب کے وقت ہمارے امیر المجاہدین ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت تھی۔ آپ کی ولادت مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے ایک گاؤں نکہ کلاں میں 22/جون 1966ء کو ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حاجی لعل خان مرحوم ایک زمیندار گھرانے کے ایک فرد فرید تھے جو اپنی شرافت کے وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے گاؤں کے سکول میں چار جماعتیں پڑھیں اور پانچویں جماعت کے لئے کتابیں ابھی خریدی ہی تھیں کہ قدرت کو کچھ اور منظور

ہوا۔ والدین کی خواہش تھی کہ آپ دینی تعلیم حاصل کریں چنانچہ آپ نے اٹھ برس کی عمر میں جون 1974ء میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے اٹک سے جہلم کے کے لئے رخت سفر باندھا اس وقت 1974ء کی تحریک ختم نبوت عروج پر تھی۔

جہلم میں آپ کے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد نے آپ کو مدرسہ غوثیہ اشاعت العلوم میں داخل فرمالیا جہاں آپ نے قاری غلام یسین سے قرآن کریم کے بارہ پارے حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ باقی اٹھارہ پارے جہلم میں مشین محلہ نمبر 1 کے دارالعلوم میں قاضی امانت علی سے حفظ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ یوں آپ نے بارہ برس کی عمر میں صرف چار سال کی عرصہ میں قرآن کریم مکمل حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ دینہ گئے اور وہاں دو برس تک تجوید وقرآت پڑھی۔

1980ء میں آپ جامع مسجد وزیر خان لاہور میں قاری منظور حسین کے پاس انہوں نے آپ کو درس نظامی کی تکمیل کے لئے اہل سنت کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں داخل کرادیا وہاں آپ نے مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف، مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف، ابوداؤد شریف، علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کنزالدقائق، قصیدہ بردہ شریف، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔

1988ء میں دورہ حدیث مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی اور دستار فضیلت سے ہمکنار ہوئے۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں کوٹلی آزاد کشمیر کے معروف شیخ طریقت حضرت حاجی پیر عبدالواحد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ آپ کو تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد

اختر رضا خان بریلوی الازھری رحمۃ اللہ علیہ اور نباض قوم علامہ مفتی ابو داؤد محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی۔

ہمارے دینی مدارس میں اگرچہ ہر سال ہی بے شمار حفاظ اور علماء سند فراغت لے کر نکلتے ہیں لیکن 1988ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی صورت میں ایک ایسا طالب علم سند فراغت لے کر نکلا جس نے نہ صرف حافظ قرآن، عالم باعمل، شیخ طریقت، خطیب، مصنف بلکہ ناموسِ رسالت و ختم نبوت کا محافظ بن کر لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی فرمائی ہے اور ساری دنیا میں ناموس رسالت و ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے شہرت عام پائی ہے۔

1990ء میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ہی میں "علم صرف" کا درس دینا شروع کیا اور جلد ہی "امام نحو و صرف" کے نام سے شہرت حاصل کر لی۔ بعد میں شیخ الحدیث کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

1993ء میں محکمۂ اوقاف لاہور کی طرف سے دربار حضرت سائیں کانواں رحمۃ اللہ علیہ والے گجرات میں امامت و خطابت کے لئے آپ کا تقرر ہوا۔ پھر حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں آپ کا تبادلہ ہوا وہاں حکومتی پالیسیوں پر تنقید کی وجہ سے چار ماہ کے لیے آپ کو معطل کر دیا گیا۔ بحال ہوئے تو حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض آپ کو سونپے گئے لیکن حکومتی پالیسیاں حسب معمول یہاں بھی ان کا ہدف تھیں بالخصوص ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کا مؤقف حکومت کے برعکس تھا: "وہ زہر ہلاہل کو کہہ نہ سکے قند" اوقاف کی ملازمت کا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور آپ مستعفی ہو گئے۔ کچھ عرصہ تک دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعد ازاں جامع مسجد رحمت العالمین لاہور میں آخری دم تک امامت و خطابت اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر یہی مسجد تحریک لبیک یا رسول اللہ کی سرگرمیوں کا مرکز ثابت ہوئی اور اسی حوالے سے اس مسجد کو شہرت عام حاصل ہوئی۔

آپ سے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے آپ نے اپنے تلامذہ میں عشقِ رسالت مآب ﷺ کی ایسی روح پھونک دی ہے کہ جب بھی کہیں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے کوئی فتنہ اٹھا تو آپ کے تلامذہ اس کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔

2009ء میں تلہ گنگ کے قریب ایک خوفناک حادثے میں آپ شدید زخمی ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کا زیادہ وقت ویل چیئر پر گزرا۔ مبدائے فیاض نے آپ کو عربی، فارسی، پنجابی اور اردو میں کمال کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ آپ کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ میدان خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی ہر تقریر ہی قرآنی آیات، احادیث نبویہ، عربی، فارسی، پنجابی اور اردو اشعار سے مزین ہوتی تھی۔ فکر رضا کے امین اور اقبال کے خوشہ چین تھے۔ اسی لئے کلام رضا اور کلام اقبال کے حافظ نظر آتے تھے۔ اگرچہ آپ تمام اکابرین سے حسنِ عقیدت و محبت رکھتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ عبد المصطفیٰ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی محبت وعقیدت دیدنی تھی جب بھی آپ کے سامنے اعلیٰ حضرت کا نام لیا جاتا تو فرط جذبات سے آپ جھوم اٹھتے تھے۔

اسی حسنِ عقیدت و محبت ہی کی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لکھنے اور کہلوانے کا التزام فرماتے تھے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول (ﷺ) تھے، اہل بیت اطہار، صحابہ کبار اور اولیاء کرام سے آپ کی محبت وعقیدت اظہر من الشمس تھی۔ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے مخالفین کے لئے تیغ مسلول تھے۔ اسی لئے دنیا بھر میں مقبول تھے۔ آپ تحریک فدایان ختم نبوت کے امیر رہے۔ اور اس کے تحت ایک عرصے تک سہ ماہی "العاقب" لاہور شائع فرماتے رہے۔ اس رسالہ کا ہر شمارہ ہی اپنے موضوع پر لاجواب ہے لیکن اس کے "شہید آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نمبر" نے شہرت عام حاصل کی ہے۔ آپ جہاد بالقلم کے محاذ پر بھی سرگرم رہے ہیں۔ آپ نے دورہ حدیث شریف کے امتحان میں ایک مقالہ " اعلیٰ حضرت قدس سرہ بحیثیت مرجع العلماء" لکھا جسے آپ کے

اساتذہ کرام نے بے حد پسند فرمایااور اس کی جامعیت اور افادیت کی وجہ سے اسے فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن کی پہلی جلد ہی کے آغاز میں شامل کیا گیاہے۔اسی مقالے کو آپ نے از سر نو مزید اضافات کے ساتھ ترتیب دیا تو اس کی ضخامت پانچ سو صفحات سے بھی بڑھ گئی ہے۔ابھی تک یہ مقالہ مکمل صورت میں شائع ہو کر سامنے نہیں آیا۔

آپ نے 680 صفحات پر مشتمل صرف کی گردانوں پر مشتمل ایک مفصل اور جامع کتاب" تیسیر ابواب الصرف" لکھی جو طلباء کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی طرح علم صرف پر آپ کی دوسری ضخیم کتاب" تعلیلات خادمیہ" ہے جو 677 صفحات پر مشتمل ہے اور اپنے موضوع پر انتہائی مفید اور جامع ہے۔ ان دونوں کتابوں کا انتساب آپ نے اپنے پیر و مرشد شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور دونوں کا الاھداء اپنے عظیم استاد مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کیا ہے۔

مولانا شیر جہان چشتی زید مجدہ نے آپ کے مختلف بکھرے ہوئے خطبات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ آپ نہایت محنت اور تحقیق سے آپ کے خطبات کو سلک مروارید کی طرح جمع کرنے میں مصروف ہیں ابھی تک "خطبات امیر المجاھدین" کی دو جلدیں شائع ہو کر سامنے آئی ہیں، مزید جلدوں پر کام نہایت تیزی سے جاری وساری ہے۔ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ نے مضامین و مقالات بھی لکھے ہیں جو سہ ماہی "العاقب" لاہور اور دیگر رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو عشقِ رسالت مآب ﷺ کی دولت اپنی والدہ ماجدہ کی گود ہی سے ملی ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں "صدقے یا رسول اللہ" پکارا کرتی تھیں جب ناموسِ رسالت مآب ﷺ پر پہرہ دینے کی وجہ سے عاشق رسول ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو مملکت خداداد پاکستان میں سزائے موت دی گئی تو آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ، پاکستان کی بنیاد رکھی۔

غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا آپ اور دیگر قائدین نے لیاقت باغ سے اس اجتماع کو احتجاجی تحریک کی صورت دے دی گئی اور یہاں سے پیدل ڈی چوک اسلام آباد تک احتجاج کیا گیا اور پھر دھرنا دیا گیا اس احتجاجی مظاہرے میں فقیر کو بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے تحت ملک بھر میں جلسے کئے۔ لوگ آتے گئے اور کاروان بنتا گیا۔

2016ء میں توہین مذہب قانون کے حوالے سے آپ نے ایک بھرپور ریلی نکالی۔ ریلی پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ اور آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

2017ء میں این اے 120 لاہور کے ضمنی انتخابات میں پہلی بار سیاسی منظر نامے پر ظاہر ہوئے اور سات ہزار ووٹ حاصل کر کے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ این اے 4 پشاور کے ضمنی انتخابات میں تقریباً دس ہزار کے قریب ووٹ حاصل کئے۔ لودھراں کے انتخابات میں بھی گیارہ ہزار کے قریب ووٹ حاصل کئے۔

2017ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں جب الفاظ بدلے گئے تو امیر المجاہدین نے اس کے خلاف عملی قدم اٹھایا نومبر 2017ء میں فیض آباد راولپنڈی پر تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک دھرنا دیا جو کئی دن جاری رہا جس کے مثبت نتائج سامنے آئے اور حکومتی وزیر کو مستعفی ہونا پڑا۔

اسی طرح 2018ء میں بھی دھرنا دیا گیا۔ جس پر حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی اور آپ کو تحریک لبیک کے سینکڑوں کارکنوں سمیت پھر اسیر بنالیا گیا۔

فرانسیسی صدر کیمرون نے جب ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کی ناپاک جسارت کی تو خادم ملت اسلامیہ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ پھر تڑپ اٹھے اور آپ نے

فرانسیسی صدر کے خلاف 15 / نومبر 2020ء کو فیض آباد راولپنڈی کے مقام پر بھرپور احتجاج کا اعلان کیا۔ عمران حکومت ایک بار پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئی اور فرانس کے خلاف تحریک لبیک کے پرامن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئی۔ رکاوٹیں کھڑی کیں۔ سڑکیں بلاک کیں موبائل سروس جام کر دی۔ میڈیا پر خبر نشر نہ ہونے دی لیکن اس کے باوجود امیر المجاھدین اپنی علالت اور ضعیف العمری کے باوجود یہاں پہنچے۔ ملک بھر سے محافظین ناموسِ رسالت و ختم نبوت بھی رکاوٹیں توڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ پرامن احتجاج پر آنسو گیس کی شیلنگ کی انتہا کر دی گئی۔ آپ نے جب حکومت کو للکارا تو در و بام گونج اٹھے۔ اور عشاق جھوم اٹھے۔

آپ نے 3 / نومبر 2020ء کو ہی حکومت کو کچھ اس انداز میں خبر دار فرما دیا تھا: "میں بالکل قریب آکر تمہیں کہہ رہا ہوں پھر نہ کہنا کہ تمہیں مہلت نہیں دی۔ فرانس کا سفیر نکالو، مصنوعات کا بائیکاٹ کرو، یہ معمولی سا مطالبہ ہے۔ بڑا مطالبہ یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ اعلان جہاد کرو، نہیں تو اگلا لائحہ عمل ہم نے دینا ہے۔" فیض آباد کی ساری فضا" من سب نبیا فا اقتلوہ" سے گونج اٹھی ۔۔ تحریک لبیک کے کارکنوں کا جوش و جذبہ دیدنی تھا بالآخر حکومتی ٹیم نے مذاکرات کئے اور مطالبات تسلیم کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ تب احتجاج اختتام پذیر ہوا۔۔

حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ، فقیر کے ہم عمر تھے بلکہ پانچ ماہ مجھ سے چھوٹے تھے لیکن سیادت کی وجہ سے فقیر کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ مولانا فدا حسین رضوی نے جب ایک کتاب "حق چار یار" لکھی۔ تو اس پر آپ کی تقریظ کے لئے مصنف کو ایک مختصر سا مکتوب دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ذرا دیر نہ فرمائی بلکہ فقیر کا بھرم رکھتے ہوئے فوراً برجستہ اور قلم برداشتہ تقریظ لکھ کر عنایت فرما دی۔۔

اسی طرح غالباً 2013ء میں حسن ابدال شہر میں ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے ایک کانفرنس میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ تو آپ بھی تشریف لائے۔ فقیر گیٹ پر کھڑا رہا جوں ہی آپ آئے

تو فقیر نے ملاقات کی، سلام دعا ہوئی۔ فقیر نے ماہ نامہ مجلہ الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول آپ کی خدمت میں پیش فرمائی، آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا۔ آپ کو ویل چیئر پر آگے سٹیج پر پہنچا دیا گیا۔ سٹیج پر پہنچتے ہی آپ نے فرمایا کہ "صابر حسین شاہ صاحب کہاں ہیں" کسی نے اشارہ کر کے نشان دہی کی کہ وہ نیچے سامعین کے مجمع میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو غلط ہے کہ شاہ صاحب نیچے بیٹھ جائیں اور ہم سٹیج پر براجمان ہوں۔ سٹیج سیکرٹری مولانا قاری عبد الرحمن صاحب سے فرمایا کہ "شاہ صاحب کو فوراً سٹیج پر بلاؤ"۔ انہوں نے فقیر کا نام پکارا کہ "صابر حسین شاہ بخاری صاحب سٹیج پر آجائیں استاد جی بلا رہے ہیں" چنانچہ فقیر سٹیج پر پہنچا تو باقاعدہ پروگرام شروع ہوا۔ اللہ اللہ، سادات سے احترام و محبت کی اس قسم کی مثالیں کم کم دیکھنے میں آتی ہیں۔۔

اسی طرح 16/ اکتوبر 2014ء میں محمد افتخار احمد قریشی اور حافظ سعد فاروق قریشی کی کاوشوں سے فقیر کی صدارت میں مدرسہ غوثیہ رضویہ محلہ غربی برھان شریف میں "تحفظ ناموسِ رسالت و ختم نبوت کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ نے حاضری دی اور سامعین کے قلوب کو ناموسِ رسالت و ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرمایا۔

حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمتہ اللہ علیہ صحیح معنوں میں "امیر المجاھدین" تھے۔ فرانسیسی صدر کے خلاف آپ نے جس طرح غیض و غضب کا اظہار فرمایا ہے اس طرح کی مثال اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس طرح کا غیض و غضب انٹر نیشنل سطح کے بعض "پیران عظام" میں نظر نہیں آیا۔ آہ! ہم سے آج عزم و استقامت کا ایک کوہ گراں رخصت ہو گیا۔ آہ! گستاخوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارنے والا اب خاموش ہو گیا۔ آہ! جبل استقامت نہ رہا، آہ! ناموسِ رسالت و ختم نبوت کے قافلہ عشق و محبت کا حدی خواں ہم سے بچھڑ گیا۔ ایسا مرد مجاہد اور عاشق صادق صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

ڈھونڈو گے گر ملکوں ملکوں      ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔ سارا عالم اسلام افسردہ ہو گیا۔ ہر طرف آہ و فغاں اور سوگواری کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ہمارا نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔: ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے::: حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے آپ کے پسماندگان میں نہ صرف آپ کی بیوہ، چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں بلکہ لبیک یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والا دنیا کا ہر مسلمان ہی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد امجاد، دیگر پسماندگان بلکہ ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے!

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ و اولیاء امتہ و علما ملتہ اجمعین۔۔

# میرے استاد

# قبلہ امیر المجاہدین

تحریر: مفتی محمد طاہر رضوی

شمس العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مادر علمی مرکز علم عرفان میں ۱۹۹۳ء زانوئے تلمذ طے کرنے حاضری ہوئی تو اس زمانے میں جامعہ نظامیہ کا طوطی بولتا تھا علم و آگہی کے بحر بیکراں وہاں دن رات علمی گوہر پارے لٹا رہے تھے انہی میں ایک نام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم کا بھی تھا کون جانتا ہے کہ ایک وقت میں یہ پوری دنیا کو درس عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبق پڑھا جائے گا۔ ہمارے زمانہ طالب علمی میں اس مرد قلندر کا انداز اور افکار جو ہم نے ان کی زبانی سنے وہی مؤقف انکی حیات کے آخری حصے تک رہا اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود افکار صحابہ پر ڈٹ کر پیغام صحابہ واہلبیت دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا انہی کا خاصہ تھا۔ دوران تدریس طلبہ کو جس انداز میں صحابہ کرام کے واقعات سناتے وہ انداز شاذ و نادر ہی دیکھنے کو ملتا ہے ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور نم آنکھیں کبھی بھلائی نہیں جاسکتی اپنی باتوں میں کثرت کے ساتھ جن شخصیات کا ذکر فرماتے ان میں امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اعلی حضرت بریلوی، اور مفکر اسلام علامہ اقبال لازمی جز ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہمارے کسی ساتھی کے پوچھنے پر فرمانے لگے کہ میں انتہائی احتیاط کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے جتنا مطالعہ میرا ہے کسی کا نہیں ہوگا اور حقیقیت بھی یہی ہے کہ ہم ان کی تقاریر میں پوری سیرت عمر فاروق سن سکتے ہیں۔

ان کا انداز تدریس سب سے جدا اور نرالا تھا ہم نے ان سے صرف و نحو اور نور الایضاح مکمل پڑھی ہے جبکہ بعد ازاں قبلہ مفتی اعظم پاکستان عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ امیر المجاہدین کو اختتامی اسباق دے دیے تھے جن ساتھیوں نے ان سے اوپر کی کتابیں پڑھیں ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہر سبق کو اس ڈیمانڈ کے مطابق پڑھایا کرتے تھے خصوصا عبارت سننے میں صرفی و نحوی قوانین پر گہری نظر رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ جو بھی مطالعہ کر کے آئے وہ عبارت پڑھے۔ جب صیغے نکالنے کا پیریڈ ہوا کرتا تو اپنے مخصوص انداز میں جیب سے صیغوں کی پرچی نکالتے اور یہ دیکھتے یہ ہم سمجھ جاتے کہ آج خیر نہیں پتا نہیں کہ کہاں سے ایسا علم کا ذخیرہ لے کر آتے اور طلبہ پر نچھاور کر دیتے ہم نے کئی مرتبہ منجد اور دیگر لغت کی کتابوں سے مطالعہ کیا مگر جب وہ پرچی سامنے آتی تو ہمارا علم اس کے آگے مانند پڑ جاتا۔

جب کبھی بھی قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا سامنا ہوتا تو ایسا لگتا کہ دوبارہ صرف و نحو کی کلاس میں آ گئے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے ادارے شمس العلوم جامعہ رضویہ کے قریب شادمان ٹاؤن میں جامع مسجد تاج میں ہونے والے پروگرام (جو کہ بارش کی نظر ہو گیا تھا) میں ملاقات ہوئی تھی بارش اور آندھی کی وجہ سے پروگرام کا پنڈال زیر آب آ گیا تھا اور پروگرام دوران بارش کرنا پڑا جبکہ لائٹ بھی نہیں تھی دوران تقریر اچانک صفت مشبہ کا صیغہ پوچھ لیا جو کہ میں نے فورا بتا دیا تو خوش ہو کر فرمانے لگے (یہ ہوتی ہے مدرس کی حاضری دماغی) اور یہی الفاظ میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔

دوران تدریس کہیں کسی طالب علم کے مورال کو بلند کرنا ہو تو مجاہدین کے قصے سناتے اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے جو کہ زود اثر اور دیرپا ہوتے اور طلبہ کا جوش اور جزبہ اونچائیوں کی بلندیوں پر پہنچ جاتا۔

میرے ایک دوست علامہ طاہر عزیز باروی (ناروے) نے بتایا کہ جلالین شریف سورۃ طٰہ کی آیات:قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون اول من القیٰ قال بل القوا(٦٥.٦٦)
ترجمہ: انہوں (جادوگروں) نے کہا اے موسیٰ آیا کہ تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں موسیٰ

نے کہا بلکہ تم پہلے ڈالو۔ پڑھ رہے تھے فرمانے لگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل آنے والے چودہ ہزار جادو گروں کو ایمان اس وجہ سے نصیب نہیں ہوا کہ وہ ہار گئے تھے اور شرم کے مارے یا ہیبت اور دبدبہ کے باعث اسلام قبول کیا بلکہ اللہ رب العزت نے ان کو تعظیم نبی ﷺ کے صدقے ایمان کی دولت عطا فرمائی وجہ یہ بنی کہ ان کا صرف یہ پوچھنا کہ تم پہل کروگے یا ہم؟ یہ حسن ادب۔ اظہار تواضع اور تعظیم نبی ﷺ ہے اور اسی بدولت اللہ کریم نے ان لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالامال فرمادیا۔ اس کے بعد اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے کہ جھلے او: ایک لمحے کی نبی کی تعظیم اور وہ بھی نبی جان کر نہیں بلکہ ایک عام انسان یا جادوگر جان کر انہوں نے یہ سب کیا اور وہ بارگاہ ایزدی میں اتنا مقبول ٹھہرا کہ انہیں دولت ایمان سے مالامال کر دیا تو جو اللہ نبی کو نبی سمجھ کر تعظیم کرے گا اللہ اسے کتنا نوازے گا۔

حدیث شریف پڑھانے سے قبل قصیدہ بردہ شریف اور شجرہ طیبہ روز پڑھاتے اور حدیث پڑھاتے وقت انتہا درجے کا ادب ملحوظ رکھتے خصوصا کتابوں کے ادب پر بھی درس دیتے یہاں تک کہ قرآن پاک پر حدیث شریف کی کتاب رکھنے پر بھی برہم ہو جاتے اسی وجہ سے طلباء آپ کے آنے سے پہلے کتابوں کی ترتیب اور حسب مراتب رکھنے کا اہتمام آپ کی لکھی ہوئی کتاب تیسیر ابواب الصرف ہر طالبعلم کی ضرورت بن چکی ہے۔ ناچیز کو دوران طالبعلمی اس کتاب کے کچھ صفحات پروف ریڈنگ کیلئے عنایت فرمائیں تو میں نے عرض کی کہ میری کیا مجال کہ غلطی نکالوں تو مسکرا کر فرمانے لگے تم میری نہیں کاتب کی غلطی نکالوگے اس پر یہ اعزاز ملا کہ چند اغلاط کاتب کی نکال کر پیش کر دیں۔

بعد ازاں آپ نے تعلیلات خادمیہ کے عنوان سے قوانین صرفیہ کی وضاحت و قیود پر ایک ضخیم کتاب لکھی جس میں صرفی قوانین کے جامع اور مانع ہونے کی خوب وضاحت موجود ہے یہ قوانین اپنے تلامذہ کو ازبر کروادیا کرتے تھے اور آپ کی اجازت سے قوانین کے مجموعے کو میں نے پاکٹ سائز کتابچہ (الصرف ام العلوم) کی صورت میں پرنٹ کروایا تھا جو کہ آپ کی خدمت میں ایک کراچی کے دورے کے دوران پیش کی تو دعاؤں سے نوازا۔

الغرض طلباء پر اس قدر محنت فرماتے کہ ہر طالبعلم فراغت کے بعد صرف و نحو کو مدرس بننا آسان اور بنیاد مضبوط کرنے کا ذریعہ سمجھتا ہے اور بڑے فخر کے ساتھ صرف و نحو پر عبور رکھنے کا دعوی کر سکتا ہے کیونکہ صرف و نحو پڑھی بھی تو مدرس گر سے ہے۔

ایک بہت پیارا واقعہ یاد آیا کہ ایک دفعہ ۱۹۹۳ میں اپنے نانکے میانوالی جانا ہوا وہاں میرے ماموں مولانا نیاز احمد نظامی رحمہ اللہ علیہ جو کسی زمانے میں مدرس تھے کہنے لگے: لڑکے کیا پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صرف و نحو کی کلاس میں ہوں فرمانے لگے کہ سوال پوچھوں میں نے عرض کی جی پوچھیں تو خاموش ہو گئے تو اگلے دن میرے بڑے بھائی مولانا محمد قاسم سیالوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ان سے کہنے لگے کہ تمہارا بھائی بے ادب ہے کہتا ہے کہ سوال پوچھو میں نے بھائی سے پوچھا کہ اس میں کیا بے ادبی ہے تو کہنے لگے یہ شیخ المناطقہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور انکو اپنے زمانے کا ابو الصرف کہا جاتا ہے تم نے گویا انکو چیلنج کر دیا ہے اسلئے انہوں نے ایسا کہا ہے یہ سن کر میں نے عرض کی کہ اگر ایسی بات ہے تو میں بھی جس استاد کا شاگرد ہوں مقابلہ کیلئے تیار ہوں اب تو لازمی سوال پوچھا جائے اس پر ماموں نے امر حاضر بنانے کا طریقہ پوچھا جوابا تمام قیود کے ساتھ بیان کر دیا جس پر ماموں نے دس روپے انعام دیے اور فرمانے لگے لگتا ہے تیرا استاذ بھی بہت قابل ہے۔

یہ چند ایک یادیں تھیں جو کہ وقت کی کمی اور کند ذہنی کی وجہ سے یاد رہیں ورنہ عشق و مستی میں ڈوب کر مدرس گر کی وہ مدرس گریاں ہر طالب علم کی یادوں کا حصہ ہیں۔

اللہ رب العزت قبلہ امیر المجاہدین کی تربیت کا صدقہ ہمیں انکی کاز کو آگے بڑھانے اور دین کو تخت پر لانے والوں میں شامل فرمائے۔ یکے از تلامذہ امیر المجاہدین مفتی محمد طاہر رضوی (شمس العلوم)
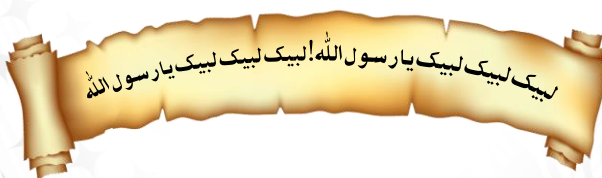
# اور پھر میرا ضبط بھی ٹوٹ گیا!

**از: جوہر غوری**

میں سمجھتا ہوں کہ میں ایک ایسا پتھر دل انسان ہوں جسے کسی کی میت پر ٹھیک سے آنسو بہانا بھی نہیں آتا۔ آج مورخہ 21 نومبر 2020 کو عاشق رسول ﷺ خادم حسین رضوی کا نمازہ پڑھنے کے لیے طاہر منہاس صاحب سے رابطہ کیا آپ نے مجھے ایوان عدل آنے کا کہا تاکہ وہاں سے لبیک لائیرز موومنٹ کے دیگر وکلاء بھائیوں کے ساتھ مل کر نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جایا جائے میں قریب 45-09 پر ایوان عدل پہنچ گیا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا عاشق رسول ﷺ کے آخری دیدار کے لیے اور ان کے نمازہ جنازہ میں شرکت کے لیے عوام کا جم غفیر امڈ آیا ہے جس کی وجہ سے نمازہ جنازہ ابھی سمن آباد موڑ ہی پہنچ سکا ہے میں بالکل تر و تازہ اور نارمل تھا.

لہذا ایوانِ عدل کے سامنے صوفی عتیق اے خان صاحب اور دیگر وکلاء بھائیوں کے ساتھ روڈ پر کھڑے انتظار کرنا شروع کیا۔ بالآخر لبیک یارسول ﷺ کی صداؤں میں رضوی صاحب کا نمازہ جنازہ مینار پاکستان جانے کے لیے ایوانِ عدل کے سامنے پہنچا تو بہت سے جذباتی مناظر دیکھنے کو ملے ہم بھی لبیک یارسول ﷺ کی صداؤں کو با آواز بلند لگاتے ہوئے نمازہ جنازہ میں شریک ہو گئے وہ تو بھلا ہو رضاکاروں کا اور شکریہ لبیک لائیرز موومنٹ کا کہ جن کی بدولت نہ صرف رضوی صاحب کے آخری سفر میں ساتھ ساتھ چلنے کا موقع ملا بلکہ آج کے دور کے اس سچے عاشق رسول ﷺ کا دیدار بھی نصیب ہوا۔ میں ابھی تک بالکل نارمل تھا۔

لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے تھے۔ میری آنکھیں براہ راست پھولوں کی برسات دیکھ رہی تھیں جنھیں دیدار نصیب نہ ہو سکا ان کی عقیدت ان کے چہروں سے صاف عیاں تھی لیکن کچھ ایسے بھی تھے جن کے سامنے سے جب وہ ایمبولینس گزری جس میں رضوی صاحب کا جسد مبارک موجود تھا تو

انہوں نے سیکیورٹی حصار کو توڑتے ہوئے اس ایمبولینس کے ٹائرز تک کو چومتے ہوئے ایک عجیب سماں تخلیق کیا انہیں روکنے والوں کا صبر بھی دیکھنے کے لائق تھا لیکن ضبط ابھی قائم تھا۔

نمازہ جنازہ آگے بڑھا۔۔ ایک عظیم مجمع، درود و سلام کی بلند صدائیں اور لبیک یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نعروں کی گونج میں جب یہ قافلہ داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کے بالکل سامنے پہنچا تو قافلہ رکا۔۔ رضوی صاحب کا جسدِ مبارک جس ایمبولینس میں موجود تھا اسے داتا دربار کے مرکزی دروازہ کے بالکل سامنے دعائیہ کلمات کے لیے لایا گیا۔ ابھی تک میں نارمل ہی تھا اور ابھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے۔ کہ ایک دیوانے کی گونج سنائی دی۔ ایک دیوانہ کہ جس نے ایک ہاتھ سے ایمبولینس کو تھاما اور دوسرے ہاتھ سے داتا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے عقیدت اور جذبات کی لہر میں پکارا۔۔۔۔۔۔

داتا دیکھ، تیرا خادم بِکا نہیں۔ داتا دیکھ، تیرا خادم جھکا نہیں۔ داتا دیکھ تیرا خادم بکا نہیں جھکا نہیں وہ پکارتا جا رہا تھا جس سے ایک ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ دنیا کا کوئی لکھاری اسے لفظوں میں قلمبند نہیں کر سکتا میں بھی بس اتنا ہی لکھ پاؤں گا کہ پھر میں نارمل نہیں رہا!

## اور پھر میرا ضبط بھی ٹوٹ گیا!

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ (دین کا) علم بندوں سے چھین کر نہیں اُٹھائے گا، بلکہ عالموں کو اٹھا کر علم کو اُٹھائے گا، جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار (پیشوا) بنالیں گے، ان سے مسئلے پوچھیں گے وہ بے علم فتوے دیں گے، آپ بھی گمراہ ہوں گے (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے۔

(بخاری، جلد اوّل، کتاب العلم حدیث نمبر 100)

منتخب کالمز

# دِگر دانائے راز آید کہ ناید

اوریا مقبول جان: ہفتہ 21 نومبر 2020

لوگوں کے دلوں کو آتشِ عشقِ رسول ﷺ کی گرمی سے زندہ کرنے والا ہدی خوان چلا گیا۔ وہ جس نے برسوں بعد اس پژمردہ قوم کی خاکستر میں سید الانبیاء ﷺ سے محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو روشن چراغ بنایا۔ میری زندگی میں عشقِ رسول ﷺ کے تین بڑے حوالے ہیں۔ ایک میرے والد محترم، دوسرا اقبال اور کلامِ اقبال اور تیسرا علامہ خادم حسین رضوی۔ ان تینوں میں کلامِ اقبال مشترک ہے۔ کون اب قلندرِ لاہوری پکارتے ہوئے اقبالؒ کے شعروں سے دلوں کو گرمائے گا۔ حرمتِ رسول ﷺ کی نگہبانی کے لیئے کس کی زبان تلوار بنے گی اور کس کا جوش وولولہ دلوں کو زندہ کرے گا۔

اس مملکتِ خدادادِ پاکستان کے افق پر اس "سورج" کے طلوع ہو کر غروب تک کے صرف چند سال ہیں، لیکن ان چند سالوں میں اس افق پر ابھرنے والی یہ وہ شفق ہے جس کی لالی تادیر دلوں میں زندہ رہے گی۔ اللہ نے علامہ خادم حسین رضوی کو ایک ایسے دور میں اس پژمردہ وافسردہ قوم کو زندہ کرنے پر مامور کیا، جو اُمتِ مسلمہ کے سب سے بڑے مجرم پرویز مشرف کا دور تھا اور پوری دنیا حدیث رسول ﷺ کے مصداق بھیڑیوں کی طرح اُمت کی بھیڑوں پر ٹوٹ پڑی تھی۔ اعلائے کلمۃ الحق تو بہت دور کی بات تھی، اللہ کے دین سے وابستگی کا اظہار بھی جرم بن چکا تھا۔ گذشتہ صدی میں مسلمانوں پر مظالم کی اگر تاریخ مرتب کی جائے تو مشرف اور عالمی منظر پر چھائی قوتوں کے مظالم کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ پاکستان میں یہی دور تھا جب صدیوں سے "توہینِ رسالت" کے مسلمہ اصولوں کو چھیڑنے کا آغاز ہوا۔

میدانِ سیاست میں اس کو آمر اور ڈکٹیٹر کہنے والی پارٹیاں بھی اس معاملے میں اس کی ہمنوا تھیں۔ عافیہ صدیقی سے لال مسجد کے قتلِ عام، ملا عبد السلام ضعیف سمیت چھ سو آزاد مسلمانوں کو امریکہ کے حوالے کرنے سے لیکر پاکستانی ہوائی اڈوں سے ستاون ہزار امریکی طیاروں کی افغان مسلمانوں پر بم برسانے والی پروازوں تک، یہ سب کچھ یہ قوم خاموشی سے دیکھ رہی تھی اور برداشت بھی کرتی چلی آرہی تھی۔ تعلیمی ادارے الحاد کی فیکٹریاں بن چکے تھے۔ انسانی حقوق کے نام پر مغرب زدہ این جی او"زادے"اور"زادیاں"اُمت سے اس کی آخری متاع"عشقِ رسول ﷺ"بھی چھیننا چاہتے تھے۔

یہ لوگ کسی بھی گروہ، سیاسی پارٹی یا عقیدے سے تعلق رکھتے تھے، مگر حرمتِ رسولؐ کے معاملے میں پرویز مشرف، سلمان تاثیر اور عاصمہ جہانگیر کی طرح ایک دوسرے کے مخالف ہو کر بھی ایک ہی لائن میں کھڑے تھے۔ یہ موضوع تو اُمت میں چودہ سو سال تک کبھی زیرِ بحث نہیں آیا تھا۔ ہر کوئی اس بات پر ایمان کی حد تک یقین رکھتا تھا کہ سید الانبیاء ﷺ کی ذات، اس کے لیئے اپنے ماں باپ، اولاد، بہن بھائیوں، رشتے داروں اور دیگر تمام رشتوں سے زیادہ محترم، معزز اور عزیز ہے۔ مسلمان اپنے باپ کی گستاخی معاف کر دیتا، ماں کی بے حرمتی پر کمزور ہونے کی وجہ سے چُپ ہو جاتا لیکن رسول اکرم ﷺ کی ذات کی جانب غلط اشارہ بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس دور میں یہ موضوع ٹی وی ٹاک شوز کی زینت بننے لگا تھا۔ یہ ایک انتہائی خوفناک وقت تھا۔ پرویز مشرف سے پہلے ناکوں اور پولیس کی چیک پوسٹوں پر ایسے افراد کو روک کر پوچھا جاتا تھا جن کا حلیہ غنڈوں اور بدمعاشوں والا ہوتا تھا، لیکن اس دور میں ان پوسٹوں اور ناکوں پر ایسے افراد کو تذلیل کا نشانہ بنایا جانے لگا، جن کے ماتھے پر محراب، سروں پر عمامہ، چہرہ داڑھی سے آراستہ اور شلوار اتباعِ سنت رسول میں ٹخنوں سے اونچی ہوتی۔ اسی دور میں آئینِ پاکستان کے تحت اقلیت قرار دیئے جانے والے قادیانیوں کے بارے میں بھی مین سٹریم میڈیا پر گفتگو کا آغاز ہوا۔ پورے ملک میں ہر وہ شخص جو اسلام، مسلمان اور نظریہ پاکستان کا تمسخر اڑانا چاہتا، اسے کھلی چھوٹ تھی۔ اس پژمردگی، مایوسی اور بے زبانی کے عالم میں شعلۂ جوالہ کی صورت ایک آوا

زگونجی، ایک نعرۂ مستانہ، کہ جس کی گونج میں ہر وہ دل جس میں محبتِ رسول ﷺ کی ٹمٹماتی سی لو بھی زندہ تھی پروانہ وار اس کے گرد جمع ہونے لگا۔ اقبالؔ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا یہ مردِ قلندر بالکل ویسی ہی کیفیت دلوں میں پیدا کرنے میں کامیاب ہوا جیسی اقبال نے اپنے بارے میں اپنی نظم ''شکر و شکایت'' میں لکھی: اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تا خاکِ بخارا سے سمرقند، کون تھا جس کو اس عالمِ پژمردگی و مایوسی میں علامہ خادم حسین رضوی کی آواز نے حوصلہ نہ دیا ہو۔ یوں لگتا تھا جیسے جنگل کے پرہول سناٹے میں کوئی ضیغم کچھار سے نکل آیا ہو اور اس کے پرزور نعرے نے جہاں دلوں میں ولولہ پیدا کیا، وہیں میں نے مدتوں بعد ہر گستاخِ رسول اور ملحد کے چہرے پر خوف دیکھا تھا۔ جن کی زبانیں مشرف دور میں گز گز لمبی ہو گئی تھیں۔

علامہ خادم حسین رضوی کے چہرے کے جلال سے کانپتے تھے۔ اسلام سے عناد، مسلمانوں کی تہذیب سے نفرت اور رسول اکرم ﷺ کی ذات کو زیرِ بحث لانے کی آرزو رکھنے والے مشرف دور کے بعد بھی بے لگام رہے۔ اس زہرناک درخت کی آبیاری زرداری اور نواز شریف کے دور میں بھی ہوئی اور عمران خان کے عہد میں بھی یہ پھلتا پھولتا رہا۔ نواز شریف نے ممتاز قادری کو تختۂ دار پر لٹکانے کا طوق اپنے گلے میں پہنا تو عمران خان نے اُس ملعونہ آسیہ مسیح کو ''پروٹوکول'' دیا جس کی جسارت فرانس کے گستاخانِ رسولؐ کو اس قدر پسند آئی تھی کہ آج پیرس کی جس عمارت پر رسول اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکے لٹکائے گئے تھے، اس عمارت پر کئی سال آسیہ مسیح کی تصویر لٹکتی رہی۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ مغرب رسول اکرم ﷺ کے گستاخ کو کتنی عزت دیتا ہے۔ لیکن گذشتہ دس سالہ عہد اگر کسی فرد کی جدوجہد سے عبارت تھا، کسی مردِ حُر کی مردانہ وار آواز سے گونجتا اور زندہ ہوتا تھا اور کسی عشقِ رسولؐ میں ڈوبے شخص کے جذبے سے توانائی لیتا تھا تو وہ صرف اور صرف علامہ خادم حسین رضوی کی ذات تھی۔ اور ان کے بعد شاید اب کوئی بھی نہیں۔۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا کہ جس کی گرمیٔ شوق سے لوگوں کے دل زندہ ہوں:

میری نوائے شوق سے شورِ حریمِ ذات میں
غلغلۂ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں

مفسرینِ ومفتیان تو بہت سے آئے اور آج بھی ہیں۔ مقررین بھی بے شمار آئے اور آج بھی شعلہ بیانی دکھارہے ہیں، لیکن عشقِ رسول ﷺ کا ہدی خوان اس قوم میں مدتوں بعد پیدا ہوا تھا۔ وہ جرّی جس نے اقبال کے اس مصرعے ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری'' کا حق ادا کرتے ہوئے خانقاہوں اور مزاروں سے لپٹے ہوئے لاتعداد انسانوں کو وقت کی کربلا میں سنتِ امام حسینؓ کی اتباع میں لا کھڑا کیا تھا۔ جس کی گرمیٔ گفتار دلوں کو جوش دلاتی تھی، کمزور دلوں کو توانا اور مضبوط دلوں کو شیر کرتی تھی۔ عشقِ رسول ﷺ کے ترانے گاتا شخص ''نغمہ کجا من کجا، ساز سخن بہانہ ایست سوئے قطار میں کستم، ناقۂ بے زمام را'' (میں کہاں اور نغمہ کہاں، میری شاعری تو ایک بہانہ ہے۔ میں تو ایک بے لگام اونٹنی (مسلم قوم) کو قطار میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں)۔ علامہ خادم حسین رضوی کی بنائی گئی قطار میں آج بے شمار فرزانے و پروانے موجود ہیں جنہیں شمع رسالت ﷺ کی لو پر جان دینے کا جذبہ انہوں نے دیا ہے، لیکن ان کے رخصت ہو جانے کے بعد دل پر وہی کیفیت طاری ہے جو اقبالؒ نے وقتِ رخصت اپنے بارے میں کہا تھا۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیم حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دِگر دنائے راز آید کہ ناید

(وہ پہلے والا دور آئے گا کہ نہیں۔ حجاز کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آئے گی یا نہیں۔ اس فقیر کا آخری وقت آگیا ہے۔ کوئی دوسرا دانائے راز آئے گا کہ نہیں)۔ اپنے اس عالمِ پیری میں مجھے تو دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا۔

# لبیک لبیک لبیک یارسول اللّٰہ

محمد اکرم چوہدری Nov 22, 2020

علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ ادا کر دی گئی۔ نماز جنازہ میں عقیدت مندوں کی لاکھوں کی تعداد میں شرکت نے اندرون و بیرون ملک تمام قوتوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ پردے کے پیچھے وہ تمام طاقتیں جو ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کی خواہاں ہیں ان سب کو مسلمانانِ پاکستان نے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ختم نبوت کے تحفظ پر فیصلہ سنادیا ہے۔ یہ جنازہ ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کے خواہاں افراد کے لیے ریفرنڈم ثابت ہوا ہے۔ لاکھوں افراد کی علامہ خادم رضوی سے تعلق صرف اور صرف ختم نبوت کے قانون سے محبت ہے۔ علامہ خادم حسین رضوی کی وجہ شہرت ختم نبوت کے قانون پر واضح اور دوٹوک موقف تھا انہوں نے گذشتہ چند برسوں میں اس قانون کے حوالے سے واضح موقف اختیار کیا اور زندگی کے آخری سانس تک اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے۔ علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں شریک افراد

لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ

لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ

کے فلک شگاف نعرے لگاتے رہے۔ یہی نعرہ علامہ خادم حسین رضوی کی پہچان تھا یہی نعرہ پاکستان بھر سے عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مینار پاکستان کھینچ لایا۔ ان کی نماز جنازہ مینار پاکستان میں ادا کی گئی لیکن پورا لاہور جناز گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا اس نسل نے اس سے پہلے کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا ہو گا کہ کسی کے جنازے میں اتنی عقیدت کا مظاہرہ کیا گیا ہو۔ در حقیقت یہ محبت لبیک لبیک یارسول

اللہ کے نعرے سے ہے اور علامہ خادم رضوی نے اس نعرے کے مقصد کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور بلا خوف و خطر اس نعرے کے مقصد کے ساتھ جڑے رہے۔

علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان کسی بھی صورت ختم نبوت کے قانون میں معمولی سی تبدیلی بھی برداشت نہیں کریں گے۔ وہ ہر ایسی حرکت کی مخالفت کریں گے۔ جو کوئی بھی اس قانون کو بدلنا چاہتا ہے وہ ان لاکھوں افراد کی مخالفت کے لیے تیار رہے، وہ جو مینار پاکستان پہنچے یا انہوں نے جو اپنے گھروں سے عقیدت کا اظہار کرتے رہے۔ علامہ خادم حسین رضوی اور ان کے ساتھیوں نے ختم نبوت کے قانون کی حفاظت کے لیے جو راستہ اختیار کیا ہے اس نے آنے والی نسلوں کے لیے ایک نئی سمت کا تعین کیا ہے۔ تحریک لبیک پاکستان کے اکابرین نے اس ملک میں بسنے والے مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ختم نبوت سے محبت کا درس دیا ہے۔ ہمیں یہ سبق اپنے بچوں کو پڑھانا ہے۔ ہمیں اس قانون کا پہریدار بننا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اللہ (دین کا) علم بندوں سے چھین کر نہیں اُٹھائے گا، بلکہ عالموں کو اٹھا کر علم کو اُٹھائے گا، جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار (پیشوا) بنا لیں گے، ان سے مسئلے پوچھیں گے وہ بے علم فتوے دیں گے، آپ بھی گمراہ ہوں گے (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے

(بخاری، جلد اوّل، کتاب العلم حدیث نمبر 100)

# عاشقِ رسول ﷺ کا سفرِ آخرت

کالم: انصار عباسی / 23 نومبر، 2020

اگرچہ ایک طرف علامہ خادم حسین رضوی مرحوم کی موت نے لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کو افسردہ کر دیا تو دوسری طرف اُن کی نمازِ جنازہ کے مناظر دیکھ کر دل خوش ہوا۔ مرحوم کی وفات پر صرف اُن کی جماعت کے پیروکار ہی دکھی نہیں تھے بلکہ ہر اسلام پسند دکھی تھا اور یہی حقیقت اُن کے جنازے میں شرکت کرنے والوں کی تھی۔ اِس کی وجہ صرف ایک تھی۔ دینِ اسلام کی نسبت اور عشقِ رسول ﷺ۔ اُن کی زندگی میں علامہ مرحوم کی حکمتِ عملی اور طریقہ کار سے ہزار اختلاف کیا جا سکتا تھا اور کیا جاتا بھی رہا لیکن اِس میں کسی کو زرہ برابر شک نہیں کہ مرحوم کا مقصد عظیم تھا، خالص تھا، جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب اور مفتی عدنان کاکا خیل صاحب نے اپنے سوشل میڈیا پیغامات میں لکھا۔ تقی صاحب نے لکھا کہ علامہ کی وفات پر دِلی صدمہ ہوا، ختمِ نبوت ﷺ اور ناموسِ رسول ﷺ پر وہ ایک توانا آواز تھے۔ کاکا خیل صاحب نے لکھا کہ علامہ کے سانحۂ انتقال نے سب کو غمزدہ کر دیا، اُن کا خمیر عشقِ رسول ﷺ سے گندھا ہوا تھا اور بلاشبہ وہ ملک میں ناموسِ رسالت ﷺ اور تحفظ ختمِ نبوت ﷺ کی سب سے گرجدار اور بے خوف آواز تھے۔

یہی وجہ تھی کہ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ جنازے میں شرکت کرنے والے لاکھوں میں تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سارا پاکستان اُمڈ آیا ہے۔ مینارِ پاکستان کا وسیع میدان، اُس کے اردگرد کا سارا علاقہ، سڑکیں، جس طرف نظر دوڑائیں لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے۔

بلاشبہ مرحوم علامہ خادم حسین رضوی، جنہوں نے زندگی میں ختمِ نبوت ﷺ اور ناموسِ رسالت ﷺ کے عظیم مقاصد کے لئے خوب پہرا دیا، اِس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والے عوام کے سمندر کے ذریعے تمام دنیا کو پیغام مل گیا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی اِس دھرتی میں اور مسلمانوں کے لئے ختمِ نبوت ﷺ اور ناموسِ رسالت ﷺ وہ ریڈ لائنز ہیں جن کو کراس کرنے کی کسی صورت بھی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔

علامہ رخصت ہوگئے لیکن اُن کی تاریخ ساز نمازِ جنازہ کے ذریعے یہ پیغام مل گیا کہ تمام تر روشن خیالی کی تحریکوں، مغرب کے دباؤ، ڈالرز سے چلنے والی این جی اوز کے پروپیگنڈہ اور سیکولرازم، لبرل ازم کے نعروں کے باوجود یہاں کے مسلمان اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان میں آج بھی اسلام کی نسبت کو ہی اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اُن کی اسلام کے لئے خدمات کو قبول اور اُن کی کوتاہیوں، غلطیوں، گناہوں کو معاف فرمائے، آمین!

علامہ خادم حسین رضوی مرحوم کے انتقال نے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کو بھی ایک کر دیا۔ صدر، وزیر اعظم، آرمی چیف سب نے علامہ کی موت پر افسوس کا اظہار کیا لیکن افسوس کہ لبرلز اور سیکولرز کا ایک طبقہ ایسی شدت پسندی کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے اور اِس قدر نفرت اور بغض کی بدبو سے تر ہے کہ اعتراض کر اُٹھا کہ صدر، وزیر اعظم، آرمی چیف کیوں علامہ مرحوم کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں؟ اِس طبقہ کو اِس بات پر بھی بہت تکلیف ہوئی کہ لاکھوں افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ کچھ کو تو یہ بھی دکھ ہوا کہ دوسرے مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کیوں علامہ کے انتقال پر اتنے افسردہ ہیں اور کیوں سب جنازے میں شرکت کر رہے ہیں؟

ایک صحافی دوست سے بات ہوئی تو کہنے لگا کہ لبرلز اور سیکولرز کا یہ طبقہ لاعلاج ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس طبقے سمیت ہم سب کو ہدایت دے، آمین! میری دعا ہے کہ ہماری بڑی سیاسی جماعتوں کو بھی اِس موقع پر یہ احساس ہوا ہو کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان اور یہاں کے رہنے والے مسلمانوں سے

گزشتہ 73 سال سے بہت دھوکہ ہو چکا بلکہ اگر سچ بولا جائے تو یہ صرف عوام کے ساتھ دھوکہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے کیئے گئے اِس عہد کہ اِس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو گا، سے روگردانی ہے جس کی سزا ہمیں مختلف صورتوں میں مل رہی ہے اور ہمیں ایک کے بعد ایک کرائسز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کب تک ہماری بڑی سیاسی جماعتیں مغرب کو خوش کرنے کے لئے پاکستان کے قیام کے مقصد سے روگردانی کرتی رہیں گی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے علم نہ ہونے کے باوجود فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے اور جس آدمی نے اپنے بھائی کو ایسی بات کا مشورہ دیا جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ بھلائی اس کے برعکس ہے تو اس نے (مشورہ طلب کرنے والے سے) خیانت کی۔

(ابوداوُد، باب کتاب العلم 50)

# عاشق رسول ﷺ کا جنازہ

سجاد میر / پیر 23 نومبر 2020ء

یہ جو خادم حسین رضوی تھے۔ یہ دو روایات کے امین تھے۔ ایک تو علمی روایت جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے جا ملتی ہے۔ یہ جس مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ وہ مولانا عبد القیوم ہزاروی نے قائم کیا تھا یہ مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان کے شاگرد تھے اور مولانا سردار احمد کی نسبت براہ راست اعلیٰ حضرت سے تھی۔ ہم بچپن میں حضور کی نسبت سے ان کی علمی شان کے بارے میں سنا کرتے تھے۔ میرے شہر ساہیوال میں ایک ان کے شاگرد تھے دوسرے مولانا نور احمد محدث بصیر پوری کے۔ یہ اہل سنت کے مزاج تھے۔ یہاں سے یہ نسبت اپنی تمام شدت کے تحت اس مرد مجاہد کو منتقل ہوئی۔ انہیں پہلی شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب ممتاز قادری کے جنازے پر راولپنڈی شہر کے گلی کوچوں میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور اس اجتماع کی قیادت خادم حسین رضوی کر رہے تھے۔

سیاسی طور پر وہ میدان میں اترا تو سب کے بندوبست دھرے کے دھرے رہ گئے، کراچی کی سنی تحریک کا انداز اور ہے اگرچہ عشق رسول ﷺ میں وہ بھی بڑا مجمع اکٹھا کر سکتے ہیں مگر سیاسی طور پر نورانی میاں کے بعد دوسرے آدمی تھے جنہوں نے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا۔

دنیا داروں نے بہت باتیں بنائیں! کسی نے کہا، اسٹیبلشمنٹ کا آدمی ہے! کسی نے کہا، حکومت کو گرانا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا، حکومت کو بچانا چاہتا ہے۔ کسی نے کہا، فلاں جماعت پشت پر ہے! مگر اُسے کسی افترا، کسی طعنے کی پروا نہیں تھی۔ اپنے کسی دنیاوی یا سیاسی فائدے کے لیے کسی گروہ، کسی جماعت، کسی ادارے نے اُس کی حمایت کی تو وہ اِس پر اِترایا نہیں! جس مقصد کے لیے اٹھا تھا، اُسے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں

بھولا۔ بخار سے پنڈا دہکتا، سلگتا، بھڑکتا رہا! سانس اٹکتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی اسمِ محمد کی حرمت پر قربان ہو گئی۔

خلقت چہار دانگِ عالم سے اُمڈ کر آئی۔ اس تہی دست فقیر کو رخصت کرنے بوڑھے' جوان اور بچے' اور تندرست و بیمار لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوئے۔ عورتیں جنازے کے راستے پر چھتوں سے پھول پھینکتی رہیں۔ کوئی غیر مرئی طاقت مخلوق کو کھینچ کھینچ کر لا رہی تھی۔ بسیں پکڑی گئیں نہ پٹواریوں' تھانیداروں تحصیلداروں کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ قیمے والے نان کھلائے گئے نہ بریانیاں پیش کی گئیں۔ یہ بھوکے پیاسے تھے، مگر کیسے، بھوکے پیاسے کہ بھوک کی پروا تھی نہ پیاس کی۔ میلوں پیدل چلے مگر تھک کر کوئی بیٹھا نہ واپس ہوا۔ کوئی بس پر آیا تو کوئی کسی سوزوکی سے لٹک کر، کوئی کسی ٹرک پر تو کوئی فرسنگ در فرسنگ، سائیکل چلاتا ہوا! کسی کے پاس شب بسری کا انتظام تھا تو کسی کے پاس وہ بھی نہ تھا۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو لوگوں کا تذکرہ کیا گیا۔ ان میں ایک عابد اور دوسرا عالم تھا اس پر آپؐ نے فرمایا !عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح تم میں سے ادنیٰ درجہ کے انسان پر میری فضیلت ہے۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بلا شبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے آسمانوں اور زمین میں رہنے والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں بھی سمندر میں اس آدمی کے لئے دعائیں کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔

(ترمذی، باب العلم، حدیث نمبر 38)

# حضرت علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری / پیر 23 نومبر

گزشتہ چند سالوں میں ملکی افق پر وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر ان کے مختلف رد عمل اور ان میں بطور خاص ممتاز قادری کی پھانسی اور ان سے ابھرنے والی لبیک یارسول اللہ' کی تحریک اور نعرے نے ملکی سیاست اور مذہبی قیادتوں کو ہلا کر رکھ دیا اور پھر علامہ خادم حسین رضوی بتدریج "ٹاپ ٹرینڈ" بنتے چلے گئے۔ تین سال قبل فیض آباد دھرنے کو "فرنٹ سے لیڈ" کر کے قیادت کی نئی طرح ڈالنے والے مولانا رضوی؟ پاکستانی مذہبی سیاست میں ایک منفرد مقام کے حامل ہوئے۔2018ء کے عام انتخابات میں تحریک لبیک پاکستان کے نام سے شامل ہوئے اور لاکھوں ووٹ لے کر طویل سیاسی کیریئر اور جدوجہد کی حامل مذہبی جماعتوں ہی کو ووٹوں کی گنتی میں پیچھے نہیں چھوڑا بلکہ پاکستان کی صف اول کی سیاسی جماعتوں کو بھی مشکل کا شکار کر دیا اور ان کے اس ووٹ بینک نے ملک کے پارٹی توازن کو مختلف کر دیا۔ جس پر تجزیہ کاروں اور تبصرہ نگاروں کی آرا اپنی جگہ۔ مگر سیاسی حوالے سے اس نوزائیدہ جماعت نے وہ میدان مارا جو اس سے قبل، اس مختصر مدت میں کسی اور کے حصے میں نہ آیا۔ مولانا رضویؒ کی شخصیت کا ایک خاص اور اہم پہلو یہ بھی ہے کہ وہ کسی اہم خاندانی یا روایتی حوالے کے بغیر پروان چڑھے۔ ایک عام طالب علم کے طور پر جامعہ نظامیہ لاہور سے سند حفظ قرآن حاصل کی جہاں آپ کے ممتحن مولانا حافظ ظہور احمد سیالوی جبکہ استاد محمد سلیمان تھے۔ اسی ادارے سے شہادۃ الفراغ من العلوم المتداولہ فی الدرس النظامی' شعبان المعظم 1414ھ میں' جہاں آپ کے معروف اساتذہ میں سے حضرت مفتی اعظم، مفتی عبدالقیوم ہزاروی' مولانا عبدالحکیم شرف قادری، اور علامہ حافظ عبدالستار سعیدی تھے۔ قبل ازیں انہوں نے سند القراۃ والتجوید' بھی جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ہی

سے حاصل کی۔ شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ۔ جو کہ سرکاری سطح پر تدریسی تحقیق اور تعلیمی حوالے سے ایم اے عربی اسلامیات کے برابر تسلیم شدہ ہے، سال 1409ھ بمطابق 1988ء درجہ الممتاز، جس کی سند انہیں 11 ستمبر 1988 ربیع الاول 1409ء تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کی طرف سے جاری ہوئی۔ انہوں نے روایتی دینی درسیات پڑھنے والے طالب علموں کے لئے اپنے خطبات کے اس پہلو کو بطور مثال چھوڑا، جس میں وہ قرآن و حدیث کے ساتھ عربی، فارسی اشعار اور اقتباسات کو سناتے اور داد و تحسین حاصل کرتے۔ علامہ اقبال سے از خود عقیدت کے حامل تھے۔ گزشتہ چند سالوں سے ان کے یوم 9 نومبر کے موقع پر مزار اقبال پر حاضری دیتے اور ان کی بارگاہ میں اپنی محبتوں کا خراج پیش کرتے، اور خود انکے ان اشعار کا مصداق ٹھہرے:

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
پھُونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
زندگی کی قُوّتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے
خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے

# عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ارشاد احمد عارف / اتوار 22 نومبر

مسلم لیگ (ن) کے دور حکمرانی میں ایک مسلّمہ غیر مسلم اقلیت کی تالیف قلب کے لئے حلف نامہ تبدیل کیا گیا تو مقاصد واضح تھے' امریکہ ویورپ کی خوشنودی کا حصول اور پاکستان کے قومی تشخص میں غیر محسوس تبدیلی۔ قومی اسمبلی اور سینٹ میں موجود بعض مذہبی راہنماؤں نے محض میاں نواز شریف کی خوشنودی کے لئے ختم نبوت کے قلعے پر شب خون کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا مگر علامہ خادم حسین رضوی ڈٹ گئے اور فیض آباد کے دھرنے میں نہ صرف حکومت کو ان ترامیم کی واپسی پر مجبور کر دیا بلکہ وزیر قانون زاہد حامد کا استعفیٰ لے کر چھوڑا' فیض آباد دھرنا ختم کرانے کے لئے ریاستی طاقت استعمال ہوئی' ترغیب و دباؤ کے حربے آزمائے گئے مگر ٹانگوں سے معذور خادم حسین رضوی اپنے جانثاروں کے ساتھ ڈٹے رہے' ایک اہل حدیث عالم دین نے یہ کہہ کر خادم حسین رضوی کی استقامت کو سلام پیش کیا کہ ''حکومتی رعب و طاقت کے سامنے جیّد علماء اور مشائخ کی ٹانگیں کانپنے لگیں مگر دونوں ٹانگوں سے معذور خادم حسین رضوی پورے قد سے کھڑا رہا۔

خادم حسین رضوی ایک جذبے' ایک ولولے' ایک شعلے کا نام تھا' بے ریا' بے لوث اور بے خوف عاشق رسول ﷺ۔ مینار پاکستان کے سائے میں جمع ہونے والے لاکھوں لوگ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں شرکت سے زیادہ دنیا کو اپنے آقا و مولا حبیب خدا ﷺ سے دلی محبت، شیفتگی اور وابستگی سے آگاہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور رسول اللہ ﷺ و اسلام کی تضحیک و توہین میں مشغول مغرب کو بتایا کہ جب تک ہم زندہ ہیں اور ہمارے دل میں حب رسول ﷺ کا جذبہ موجزن ہے پاکستان کا اسلامی تشخص تبدیل ہو سکتا ہے نہ ہم کسی کو حضور ﷺ کی حرمت و ناموس سے کھیلنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

چند روز قبل فرانسیسی صدر کے گستاخانہ انداز فکر کے خلاف تحریک لبیک کے دھرنے کا مکمل بلیک آؤٹ ہوا مگر وہ کامیاب رہا کہ ذات رسالت مآب ﷺ سے وفاداری اور تاجدار ختم نبوت کی پہریداری کے طفیل عاشقان مصطفی ﷺ کے دلوں میں بستا تھا۔ ثابت یہ ہوا کہ ریاستی وسائل واختیارات اور ریگولر و سوشل میڈیا کی طاقت سے کسی فرد کو مقبولیت کے بام عروج پر پہنچایا جا سکتا ہے نہ مخالفت اور پابندیوں سے عوام کے دلوں میں موجزن محبت میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

سادہ اطوار، درویش منش، بوریا نشیں خادم حسین رضوی نے چار پانچ سال کی سیاسی ریاضت میں ثابت کیا کہ: مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے وہ کیا تھا؟

زور حیدر، فقر بوذر، صدق سلیمانی

خادم حسین رضوی مردانہ وار جیا، اچانک مرا تو زمانے بھر کو حیران کر گیا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ علامہ خادم حسین رضوی کے جانشین مولانا سعد حسین رضوی کو اپنے والد کی طرح عشق رسول ﷺ کی شمع جلائے رکھنے اور تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ کا حقیقی پہریدار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے علم نہ ہونے کے باوجود فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے اور جس آدمی نے اپنے بھائی کو ایسی بات کا مشورہ دیا جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ بھلائی اس کے برعکس ہے تو اس نے (مشورہ طلب کرنے والے سے) خیانت کی۔ (ابوداؤد، باب کتاب العلم 50)

ایک یادگار دن

# قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی دار العلوم حنفیہ غوثیہ آمد

طارق روڈ، کراچی

**تحریر:** حافظ محمد ارسلان
**متعلم:** دار العلوم حنفیہ غوثیہ

2017 کے فیض آباد دھرنے کے ذریعہ بہترین کامیابی حاصل کرنے کے بعد جب قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ 2018 کے الیکشن کمپین کے لئے کراچی تشریف لائے تو ہمارے ادارے "دار العلوم حنفیہ غوثیہ" کے مہتمم استاذ القراء، علامہ قاری عبد القیوم محمود نقشبندی زید مجدہ نے قبلہ امیر المجاہدین سے ملاقات کی اور اپنے ادارے میں تشریف آوری کی دعوت دی (یاد رہے کہ جناب مہتمم صاحب کی قبلہ امیر المجاہدین سے یہ پہلی ملاقات تھی مگر قبلہ امیر المجاہدین کی طرف سے عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت وغیرہ مسائل پر دی گئی ہر احتجاجی کال پر اپنے تلامذہ و متعلقین سمیت بھرپور شرکت فرماتے رہے اور ہمیشہ ان کی قیادت پر اعتماد اور ان سے محبت کا اظہار کرتے رہے ہیں) قبلہ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ چونکہ بنیادی طور پر مدرس تھے اس لئے آپ علیہ الرحمہ کو مدارس دینیہ سے قلبی محبت تھی آپ علیہ الرحمہ نے مصروف ترین شیڈول کے باوجود دعوت قبول فرمائی اور 17 جنوری بروز بدھ صبح آٹھ بجے کا وقت عنایت فرمایا۔

یہ خبر ملتے ہی دار العلوم کے تمام اساتذہ و طلباء اور سٹاف میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر شخص کے چہرے پر عجیب سی مسرت اور خوشی کے آثار تھے اور شدت سے ان مبارک گھڑیوں کا انتظار کرنے لگے۔ بالآخر 17 جنوری کی صبح تمام طلباء خوشی و مسرت کی کیفیت میں اسمبلی میں موجود تھے اور دل کی دھڑکنیں ہر گزرتے لمحے تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ جامعہ کے طلباء اور اساتذہ کے علاوہ جن افراد کو قبلہ امیر

المجاھدین کی یہاں تشریف آوری کی خبر ملی وہ بھی جمع ہو گئے تھے۔ مگر انتظار کی گھڑیاں طویل ہونے لگیں، آٹھ سے ساڑھے آٹھ ہوئے پھر نو بج گئے مگر قبلہ امیر المجاھدین کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے اور ساڑھے نو کے قریب یہ افواہیں گردش کرنے لگیں کہ مصروفیت کے باعث قبلہ امیر المجاھدین نے جامعہ آنے کا پروگرام کینسل کر دیا ہے۔مایوسی پھیلنے لگی۔ہر شخص پریشان نظر آرہا تھا۔ مہتمم صاحب بھی افسردہ نظر آرہے تھے اور مسلسل رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر رابطہ نہیں ہو رہا تھا بالآخر 11 بجے کے قریب رابطہ ہوا اور معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے لیکن قبلہ امیر المجاھدین نے فرمایا، "اگرچہ ہم لیٹ ہو گئے ہیں مگر آپ کے جامعہ میں ضرور آئیں گے" اللہ اللہ۔۔۔ان کی شفقت اور مدارس سے محبت کا کیا عالم تھا۔

بالآخر ساڑھے بارہ بجے ہمارا ادارہ لبیک کے نعروں سے گونج اٹھا پھولوں کی پتیاں بارش کی طرح برس رہی تھیں، لبیک کے نعرے گونج رہے تھے،اور سامنے وہ درویش صفت قلندر تشریف لا رہے تھے جن کی للکار سے کفر و الحاد کے ایوان لرز رہے تھے۔

لگتا تھا جامعہ کے در و دیوار بھی اس شخص کو خوشی سے سلامِ محبت پیش کر رہی ہیں جس نے اپنے نبی ﷺ کی ناموس کی پہریداری کے لیے دنیا کی طاقتوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔

قبلہ امیر المجاھدین نے تمام طلباء سے مختصر خطاب فرمایا اور نصیحتوں سے نوازا۔

## امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے پند و نصائح:

(1) قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنے والے بڑی شان والے ہیں بعض والدین اپنے بچوں کو حفظ کروا کر اسکول میں داخل کروا دیتے ہیں اور کہتے ہیں بچہ اب اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے قرآن سے بڑھ کر کونسی تعلیم اعلیٰ ہو سکتی ہے؟

(2)دوران تعلیم مشکلات آتی ہیں۔اگر مشکلات آئیں تو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔کیونکہ مشکلات کے بعد آسانیاں آتی ہیں۔

(3)مدرسہ میں کھانا اگر طبیعت کے مطابق نہ ہو تو پریشان نہ ہوں محنت سے دین حاصل کرتے رہیں، ایک دن آئے گا کہ آپ کے دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہوں گے آپ سوچ میں پڑ جائیں گے کہ کونسا کھاؤں اور کونسا چھوڑوں۔

(4)قرآن پاک کے حفظ کو اللہ تعالی کی عظیم نعمت سمجھیں،اور اس نعمت پر فخر کریں کہ لاکھوں لوگوں میں سے اللہ تعالی نے آپ کو یہ سعادت نصیب فرمائی۔اور اپنی منزل ہمیشہ یاد رکھیں ایسانہ ہو کہ قرآن پاک حفظ کر کے منزل بھول جائیں اور پھر طلباء سے ازراہ مزاح فرمایا ایسانہ ہو کہ لوگوں کو کہتے پھرو کہ ہم حافظ قرآن ہیں اور اگر کوئی سوال کرلے تو آگے سے مثلا:

"وما من دابة فی الارض الاّعلی الله ،آ،آ،آ"

یعنی بھول جاؤ کہ آگے کیا ہے،منزل ایسی ہو کہ جہاں سے جب بھی کوئی پوچھے تو فر فر سناؤ۔

(5)پیر توکل شاہ انبالوی رحمہ اللہ ایک دن اپنے مریدوں کے پاس بیٹھے تھے اور جنت کا تذکرہ فرما رہے تھے،

آپ نے فرمایا:جنت میں ایک درخت ہو گا جس کی لمبائی پانچ سو سال مسافت جتنی ہو گی، جنتی اس سے پھل کھائیں گے۔مریدوں نے عرض کی:حضور یہ انعام ہے یا سزا ہے ؟کہ ایک پھل لینے کے لئے انہیں پانچ سو سال سفر کرنا پڑ رہا ہے ؟تو اس کے جواب میں پیر توکل شاہ انبالوی نے فرمایا:تم اس طرح سمجھو کہ مثلا وہ سامنے درخت لگا ہے جنتی اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرے گا پیر صاحب نے اشارہ کیا تو سامنے لگا درخت چل کر آنے لگا،تو پیر صاحب نے درخت کو کہا ٹھہر جاؤ، تمہیں نہیں کہہ رہا، تو وہ ٹھہر گیا، تو جو لوگ اللہ کے دین پر چلتے ہیں،اطاعت کرتے ہیں دنیا کی ہر شئ ان کے اشارے پر چلنے لگتی ہے۔

خطاب کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ اور پھر قبلہ امیر المجاھدین علیہ الرحمتہ دارالافتاء کے ساتھ آفس میں تشریف فرما ہوئے اور تمام اساتذہ اور طلباء و دیگر افراد سے فرداً فرداً مصافحہ فرمایا۔ یہ آپ کی محبت و شفقت کا انداز تھا کہ تقریبا500 افراد سے مصافحہ فرمایا اور مسلسل مسکراتے رہے سب کو محبتوں سے نوازا۔ یہ عاجزی، انکساری، دین کے طلباء سے یہ محبت آپ علیہ الرحمہ کا ہی خاصہ ہے۔

## دارالعلوم کے تعلیمی نظام پر خوشی کا اظہار:

جامعہ میں تعلیمی و انتظامی امور کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا تو قبلہ امیر المجاھدین نے دلی خوشی کا اظہار فرمایا۔ مدرسے میں طلباء کی تعداد اور بہترین انتظام پر مہتمم صاحب کو دعاؤں سے نوازا۔

تمام مہمانوں کے لیے ریفریشمنٹ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تقریبا4 بجے آپ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے لوگوں میں سے وہ (بھی) ہیں جو میرے بعد آئیں گے، ان کی یہ آرزو ہو گی کہ کاش وہ اپنا گھر بار اور مال سب قربان کر کے کسی طرح مجھ کو دیکھ لیتے۔

# تأثرات

## حضرت علامہ مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن مد ظلہ العالیہ

تحریکِ لبیک پاکستان کے سربراہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کا شبِ جمعہ کو انتقال ہو گیا ہے، فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِأَجَلٍ مُسَمًّی۔

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی ختمِ نبوت کے پاسبان اور محافظِ ناموسِ رسالت تھے، اُن کا جینا اور مرنا اسی مقدّس کاز کے لیے تھا اور اسی مشن پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ مکرّم ﷺ کے حضور حاضر ہو گئے، اس مقدّس مشن میں عہدِ حاضر میں دور دور تک کوئی اُن کا ہمسر نہیں ہے۔ میرا ایمان ہے کہ وہ اپنے عظیم مقصد میں سرخرو رہے۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اپنے حبیبِ مکرّم ﷺ کے محبوبین اور جانثاروں کی صفوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اُن کے اہلِ خانہ، تحریکِ لبیک پاکستان کے ذمے داران سے لے کر کارکنان تک اور جمیع اہلسنّت کو اس سانحۂ عظیمہ پر صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے، سب کو ان کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائے۔

میں تمام علماء ومشائخِ اہلسنّت اور عوامِ اہلسنّت سے پرزور اپیل کرتا ہوں: جس جس کے لیے ممکن ہو، امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کی نمازِ جنازہ میں شرکت کر کے اپنے لیے حسنِ عاقبت کا اہتمام فرمائیں۔

نیز مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے مفتی جمیل احمد نعیمی علیہ الرحمہ کے سوئم میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: آپ اپنے اندر ہمت پیدا کریں جرأت پیدا کریں خادم حسین رضوی صاحب کو سن لیا کریں۔ کیا وہ لوہے کے بنے ہوئے تھے؟ گوشت پوست کے نہیں تھے؟ تانبے اور پلاٹینیم کے بنے ہوئے تھے؟ کمٹمنٹ چاہیے، اپنے نظریہ پہ ایمان اور ایقان چاہیے۔ خادم حسین بھی تو انہی مدرسوں سے

نکل کر بنے ہیں، جامعہ نظامیہ رضویہ میں پڑھے ہیں ان کے استاد علامہ عبد الستار سعیدی آج بھی موجود ہیں۔ اور ان کے استاد علامہ عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ تو ان مدرسوں کو وہ ٹکسٹائل بناؤ، جن میں خادم حسین ڈھلے، جن میں جمیل احمد نعیمی جیسے ڈھلیں، جن میں شاہکار پیدا ہوں۔

تاثرات

## علامہ قاری عبد القیوم محمود نقشبندی

مہتمم دار العلوم حنفیہ غوثیہ کراچی

**عَنْ فُضَالَةَ بنِ عُبَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ کُلُّ الْمَیِّتِ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِہٖ اِلَّاالْمُرَابِطُ فَاِنَّہٗ یَنْمُوْلَہٗ عَمَلُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِوَیُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ۔ ( رواہ ابوداؤد۔ کتاب ا لجہاد۔)**

ترجمہ: ۔حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر مرنے والے کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ سوائے دشمن کی خبر داری رکھنے والے کے، کہ قیامت تک اُس کے اعمال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

استاذ العلماء حضرت علامہ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایمان کے دشمنوں اور عقیدے کے دشمنوں اور ملک کے دشمنوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے رکھ دیا اور لوگوں کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے دن رات کوشش کرتے رہے۔ تقریریں کرتے رہے ۔جلسے جلوسوں کی قیادت کرتے رہے۔ قرآنِ کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کی فضیلتوں کو بیان کر کے عامۃ المسلمین اور بالخصوص اہلسنت وجماعت کے لوگوں کو آگاہ کیا، جگایا، جھنجھوڑا۔

دشمنانِ صحابہ کرام واہلبیت اطہار اور ختمِ نبوت کے منکرین اسی وجہ سے ان سے خائف رہے ۔امید ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعاء ہے کہ: ”آپ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مقدسہ کے

مصداق ہوں اور آپ کے درجات میں اللہ تعالیٰ بلندیاں عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

**نوٹ:** افسوس! حکومتِ پاکستان نے گستاخ ملک فرانس کا سفیر واپس نہ کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے سفیر کو اپنے پاس بلالیا۔ ۲۲ نومبر ۲۰۲۰ء

تأثرات

## علامہ ثاقب رضا مصطفائی صاحب دامت برکاتہم

یقینا یہ ایک بہت بڑے دکھ کی خبر ہے کہ عالم اسلام کا ایک بہت بڑا نام شیخ الحدیث والتفسیر علامہ خادم حسین رضوی صاحب اچانک انتقال کر گئے، اب بتایا یہ جارہا ہے کہ وہ کچھ دنوں سے بیمار تھے لیکن بیماری کا لوگوں کا تبھی پتہ چلا جب ان کے وصال کی، ان کے انتقال کی خبر سنی۔ انہوں نے جس طرح سے زندگی گزاری اس کا گوشہ گوشہ آپ کے سامنے ہے اور آج وہ اس دنیا سے سرخرو ہو کر اللہ کے حضور پیش ہوئے ہیں، ہماری بے پناہ دعائیں ان کے نام اللہ ان کو برزخی زندگی میں حضور علیہ السلام کی خصوصی شفقتیں نصیب فرمائے اور اپنی خاص امان اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کا مقسوم فرمائے، ان کے پسماندگان ان کی اولاد ہے، ان کے تلامذہ ہیں، ان کے متعلقین ہیں، ان کے ساتھ محبت کرنے والے اور ان کی تعداد لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ہے اللہ سب کو صبر عطاء کرے اور ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے ان کی قبر کو وسیع، کشادہ، منور، خوشبودار اور ٹھنڈا کرے اور اللہ ہم سب کو حضور کی غلامی کا نور عطاء فرمائے۔

تأثرات

## علامہ خاخورشید الاظہری دامت برکاتہم العالیہ

نبی قبر میں آجاتے ہیں پھر اٹھا کر پوچھا جاتا ہے۔ ''ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل'' اس شخص کے بارے میں بتا؟ اللہ کی قسم کتنا مزا آئے گا علامہ خادم حسین رضوی کو۔ آج وہ ساری تھکاوٹیں اتر جائیں

گی، وہ سارے حکومت کی بیغیرتی والے شِل کا دھواں ہو، وہ بارہ بور کی مارے جانے والی گولیاں ہوں، وہ چار بجے سے نو بجے تک وہ فیض آباد میں شیل پھینکنے والا وہ ماحول ہو، وہ رسول اللہ کے غلاموں کو گھسیٹا جانے والا ہو۔ جب حضور سامنے آئیں گے، اٹھا کر فرشتے کہیں گے۔ ان کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ مجھے یقین ہے آج میرے نبی فرمائیں گے اس سے نہ پوچھو میں کون ہوں۔ آج مجھ سے پوچھو یہ کون ہے اس نے فیض آباد میں پہرہ دیا تو میرا، جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے گیا تو میرے لئے، سیڑھیوں سے گھسیٹا گیا تو میرے لئے، یہ دنیا میں لوگوں کو کہتا تھا میرا نعرہ نہ لگاؤ لبیک یارسول اللہ کا نعرہ لگاؤ۔ یہ کہتا تھا تاجدار ختم نبوت کی بات کرو۔ بس یہی کچھ ہو گا۔

سرور کہوں کہ مالک و مولی کہوں تجھے
باغ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

میرے کریم آقا کے دربار میں جب وہ معاہدہ نامہ لیکر جائے گا، حضور آخری عمر کے حصہ میں، بیماری کے عالم میں بھی میں اپنی نجات کے لئے یہ لکھوا کر آیا ہوں۔ لوگ فائلیں، پلاٹ، رقبے، جائیدادیں، خادم حسین رضوی حضور کی عزت و عظمت کا وہ مژدہ لیکر جائے گا۔ کہ میں نے زندگی میں اپنا سب کچھ دیا مصطفی کے لئے۔ یہی مشن ہے۔

جو اس کو سیاسی مشن سمجھتے ہیں اللہ ان کو حلال کھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

تاثرات

## مفتی محمد اشرف القادری دامت برکاتہم العالیہ (گجرات)

حضرت مولانا خادم حسین رضوی صاحب جو ہیں یہ کچھ ان گستاخان رسول ﷺ پر غصہ اتنا آجاتا ہے کہ بعض اوقات وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، جو کام وہ کر رہے ہیں نہ وہ کا ایسا کام ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی نے نہیں کیا بلکہ پوری دنیا میں ایک منفرد ایک منفرد طرز کا وہ کام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و

کرم سے ایسے لوگوں کی ہمیں قدر کرنی چاہئے اور جس مقصد میں وہ جوش میں آکر یہ کہتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ کچھ ان کے بھی جذبات ہیں، کچھ ان کے بھی مجبوری ہے کہ حالت اضطرار ان پر غالب ہو جاتا ہے ،ہمیں یہ توجیہ کرنی چاہئے۔

باقی اس شخص کے تقوی پر کسی کو اعتراض نہیں، شب بیدار ہے روزانہ وہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے پندرہ بیس سپارے تلاوت کرلیتا ہے، گاڑی میں بیٹھتا ہے تو ہمیشہ دو تین کتابیں ساتھ ہوتی ہیں کہ گاڑی میں بیٹھ کر اگر وہ فارغ ہے تو پڑھتا ہے اور اگر یہ دونوں کام نہیں تو پھر درود شریف پڑھتا ہے، جن لوگوں نے ان کے ساتھ سفر کیا انہوں نے بتایا کہ پورے سفر کے دوران مولانا خادم حسین صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ بالکل کلام نہیں کرتے، بالکل کلام نہیں کرتے، اور رعب ان کا اتنا ہے کہ جو لوگ ان کے ساتھ ہوتے ہیں ان کو جرأت بھی نہیں ہوتی کہ ان سے کوئی بات کرے ، صرف عبادت میں سارا وقت گزارتے ہیں درود شریف میں گزارتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت میں گزارتے ہیں، یا کوئی حدیث پاک کی کتاب یا سیرت کی کتاب پڑھنے میں گزارتے ہیں۔ یہی ان کا حال ہے۔

پھر جب وہ اپنے گھر میں ہوتے ہیں اپنے حجرے میں بیٹھتے ہیں وہاں بھی یہی حال ہے، کسی کو جرأت نہیں ہوتی ان کے پاس جانے کی اگر کسی نے پیغام پہچانا ہے تو بڑے ادب کے ساتھ جا کر وہ پیغام پہچاتے ہیں۔ یہ ان کا مزاج ہے مزاج میں بعض اوقات، مزاج کے اعتبار سے بعض غلطیوں کی معافی بھی ہوتی ہے، مزاج اگر ایسا ہو تو پھر مزاج تو اللہ نے بنایا ہے، کسی شخص نے اپنا مزاج خود تو نہیں بنایا وہ تو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، تو اگر اس کو مزاج پر کنٹرول نہیں رہ سکا اور وہ بھی نبی پاک ﷺ کی ناموس کے معاملے میں تو اس پر ہم طعن و ملامت نہیں کرسکتے۔

تاثرات

# مولانا ارشد القادری دامت برکاتہم العالیہ

موت ہو تو ایسی کہ سخت سردی میں وہ ناموس رسول پر پہرہ دینے گیا ہوا تھا اور واپس آیا تو رب نے کہا تمہیں تو یہ پسند نہیں ہے مجھے بہت پسند ہے۔ اس قول میں کوئی شک نظر آرہا ہے؟ یہ تمہیں تو پسند نہیں آیا لیکن مجھے بہت پسند ہے، جو کسی کو پسند ہوتا ہے اسے کہاں رکھتا ہے؟ اپنے پاس، یہ سند ہے کہ نہیں، تمہیں تو پسند نہیں آیا نہ یہ مجھے بہت پسند ہے میں اس کو اپنے پاس بلالیتا ہوں، جس کو کوئی پسند کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ یا میں اس کے پاس چلا جاؤں یا یہ میرے پاس آجائے، ظاہر ہے خلاق کائنات جو ہے وہ حصار میں نہیں آسکتا اس نے کہا تو آجا، تو آجا۔ وہ چلا گیا۔ امت ابھی تو نہیں روئی میں نے کہا تھا، اب یہ امت اسے یاد کر کر کے رویا کرے گی خدا کرے پھر کوئی ایسا مرد پیدا ہو جائے جو اس امت کو پھر سے جگا دے۔ اپنی اپنی مساجد میں سوئے پڑے تھے مدارس میں سوئے پڑے تھے، اپنے اپنے کاموں میں پوری طرح غرکاب تھے، اے مال داروں تم بھی یاد رکھ لو کل قیامت کو یوں ہو گا میرا وجدان کہتا ہے جب رسول اللہ ﷺ نظر کرم کریں گے کہہ دیں گے لے خادم حسین گل کر لے میرے نال کنوں کنوں بلاحساب لے لواں'' اج گل کر لے تو میرے نال، میں کینوں کینوں بلاحساب لے لواں جنت چہ، یقین کریں رسول اللہ ﷺ کا جب اشارہ ہو گا تو بے حساب جنت میں جائیں گے انشاء اللہ انشاء اللہ ہم بھی بے حساب جنت میں جائیں گے۔ آج ہمارے لئے بڑا قیامت خیز دن ہے کہ آج وہ عاشق چپ ہوا وہ بلبل جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے لئے نغمہ سرائی کرتا رہتا تھا وہ بلبل چپ ہوا، بلبل کے چپ ہونے سے چمن اجڑ گیا، آہ کہ چمن کی بہار جاتی رہی، آہ کہ وہ جاتا رہا، آثار قیامت نظار ہو چکے اب جب بھی قیامت آئے گی۔ آپ سے صرف یہ گزارش ہے کہ اپنے آپ کہیں بھی رہیئے کچھ بھی بن جایئے، مدینے کے چاند کی غلامی میں رکھیئے گا۔ وہی غلامی انشاء اللہ ہماری دنیا اور آخرت میں کام آئے گی۔

بہر حال سلام ہے مولانا خادم حسین رضوی آپ کی عظمت کو، آپ کی استقامت کو، آپ کے طرز بیان کو، لوگوں کو برا تو لگا لیکن بتایئے جو سچا ہوتا ہے وہ یوہی کہتا ہے نا جس طرح وہ کہتا تھا، جو سچا ہوتا ہے اس کا طرز عمل یہی ہوتا ہے نا جو خادم حسین رضوی کا تھا۔

میں بیمار ہوا دو سال پہلے کی بات ہے بظاہر حیات کی کوئی امید باقی نہ رہی میں نے خواب میں مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو دیکھا میرے کمرے میں تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا کہ حضرت دروازہ تو بند ہے آپ کیسے تشریف لے آئے تو مجھے کہنے لگے میں آ نہیں سکتا؟ میں نے کہا میری طبیعت دیکھ لیں آپ؟ کیا صورت حال بن گئی ہے تو مجھے کہنے لگے فکر نہ کریں آپ ایسا کریں کہ دودھ میں ہلدی ملا کر پی لیں آپ ٹھیک ہو جائیں گے، تو میں نے کہا میں نے کبھی پی نہیں دودھ میں ہلدی ملا کر، مجھے طبعاً پسند نہیں۔ مجھے فرمانے لگے یہ "حکم اودھروں آیا" تو میں نے کہا اچھا۔ پھر موقع ملا تو قریب بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا پھر دودھ منگواتا ہوں ہلدی بھی منگوالیتا ہوں، دودھ منگوایا ہلدی بھی منگوائی اور انہوں نے پھر اس میں ملا دیا، میں نے الحمد للہ وہ گلاس پی لیا یعنی یہ ظاہرا بات ہے خواب میں نہیں، الحمد للہ اب اس کے بعد اللہ نے مجھے شفاء عطاء فرما دی، میں ٹھیک ہو گیا، میں مر تو نہیں گیا، بندہ نہیں مرتا جب تک اس کا امر نہیں آئے گا، اب اگر مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کو اللہ نے واپس بلوا لیا تو کوئی بات نہیں یہ آنا جانا کب سے لگا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر بندے سے اللہ تعالیٰ کوئی کام لیتا ہے اور کچھ لوگوں کو یاد رہا نہ رہا تحقیقات یاد رہیں نہ رہیں، انہیں بخاری مسلم یاد رہی نہ رہی، لیکن یہ یاد رہے گا کہ ایک مرد مجاہد ایسا بھی آیا تھا جس نے اس امت کو جگانے کے لئے یوں کہا تھا،

"لبیك لبیك لبیك یا رسول اللہ"

## تاثرات
## علامہ مفتی منیر احمد سعیدی دامت برکاتہم العالیہ

عالم اسلام کے لئے اور بالخصوص پاکستان کے لئے بہت بڑا صدمہ شیخ الحدیث امیر المجاہدین علامہ بابا جی خادم حسین رضوی کا اس دنیا سے چلے جانا۔ یقین جانیئے آج ہر آنکھ اشک بار ہے، اس مرد درویش کی جدائی میں آنسو بہہ رہے ہیں اور کوئی ان آنسوؤں کو روک نہ سکا، اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اس کو سلام عقیدت پیش کیا۔ ناموس مصطفی کے ایک پہرہ دار حضور ﷺ کی عظمت کے ایک چوکیدار کا نام بابا جی خادم حسین رضوی ہے۔ جس کا نام سن کر عالم کفر تھر تھر کانپنے لگ جاتا تھا۔

حضرت بابا جی صرف ایک عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ سراپا عشق تھے سر سے لیکر پاؤں تک حضور ﷺ کے عشق میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آپ نے لاکھوں دلوں میں حضور ﷺ کے عشق اور محبت کے چراغ روشن کر دیئے۔ اور وہ چنگاری جو بابا جی نے سینوں میں جلائی ہے وہ آسانی سے بجھنے والی نہیں ہے۔ بابا جی تو اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ لیکن ان کے لاکھوں بیٹے اس عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم اپنا تن، من، دھن آقا ﷺ کی ناموس پر قربان کر دیں گے۔

## تاثرات
## شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

میری اور امیر المجاھدین کی رفاقت 1985ء سے تھے ہم نے دورہ حدیث 88 میں کیا جب کہ 90 لیکر دونوں اکٹھے جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ اس دوران دونوں میں قربت رہی وہ ایک متقی، محنتی اور وسیع مطالعاتی عالم تھے، اپنی ساری زندگی میں اساتذہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے علاوہ کبھی کسی کے تابع ہو کے نہ رہے۔ بلکہ ہمیشہ حریت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی، جب ہم دونوں نے جامعہ ھٰذا میں پڑھانا شروع کیا تو صبح سے نماز عصر تک طلباء کو پڑھاتے تھے۔ امیر المجاہدین کی زندگی کامیابیوں سے بھرپور تھی اس میں سب سے بڑا کردار ان کے پیرو مرشد حاجی پیر صاحب کا تھا جبکہ

علمی زندگی میں وہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد رشید رحمۃ اللہ کا بہت بڑا کردار تھا۔ جبکہ تنظیمی اور تحریکی سرگرمیوں میں وہ قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ تھے۔

میں اور جناب امیر المجاہدین ایسا کوئی اجلاس یا میٹنگ مِس نہیں کرتے تھے جس میں ان دونوں شخصیات نے تشریف لانا ہوتا تھا، جب امیر المجاہدین کا ایکسیڈنٹ ہوا تو آپ بہت تکلیف میں تھے استاذ قبلہ حافظ صاحب تقریباً ہر روز ہی امیر المجاہدین کے پاس تشریف لے جاتے اور حوصلہ افزائی فرماتے اور یہ دعا دیتے کہ آپ ٹھیک ہو کر ابھی بہت کام کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے مربّی قبلہ استاد علامہ حافظ عبدالستار سعیدی کے ان الفاظ کو پورا کیا تو آج پوری دنیا امیر المجاہدین کے کارہائے نمایاں کی معترف ہے اور لاکھوں لوگ ان کے مشن میں ان کے نقوش قدمین پر چلنے کے لئے تیار ہیں۔

امیر المجاہدین کو اس راستے میں جب بھی کوئی دشواری ہوئی تو جامعہ نظامیہ رضویہ ان کے ساتھ رہا اور صاحبزادہ صاحب ان کے مشن میں سو فیصد حامی تھے جبکہ مفتی اہلسنت مفتی منیب الرحمن ہزاروی صاحب نے ہر موقع پر ان کے موقف کی ڈٹ کر حمایت کی اور ہم سب آئندہ بھی ان کے مشن میں تحریک کے سپورٹر رہیں گے۔

تاثرات

## علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

آج کا یہ جمعہ اس اعتبار سے یقیناً ایک غم اندوک اور ایک سانحہ ارتحال بھی ہے کہ اہلسنت والجماعت کی ایک قد آور شخصیت اور غیرت و حمیت کا ایک بہت اونچا عنوان جنہوں نے پوری دنیا کے اندر ناموس رسالت ﷺ اور وفاداری رسول ﷺ کے جذبے کو فروغ دیا اور اللہ رب العالمین نے ایک قلیل عرصے میں ان کی ذات سے دین متین کا ایک بہت بڑا کام لیا، امت کے اتحاد کے لئے، بالخصوص نبی کریم ﷺ کی محبت و سیرت کو لوگوں کے سینے میں اجاگر کرنے کا ایک بہت بڑا کام ان سے اللہ رب العلمین

نے لیا، اور اس کام کی عظمت یہ ہے کہ بندہ اگر صدیوں بھی عمر پائے تو شاید اتنا بڑا کام نہ کر سکے، جو امام غیرت امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے اللہ رب العالمین نے لیا، جس جرأت کے ساتھ اور جس محبت کے ساتھ انہوں نے عشق رسول ﷺ کے فروغ کے لئے اپنا عملی کردار پیش کیا یقیناوہ ایک سچے پیر کے مرید تھے اور پاکیزہ اور ستھرا عقیدہ رکھنے والے تھے اور ایک سچے عاشق رسول تھے اور یقینا آج پوری اہلسنت اور پورا عالم اسلام ان کے سانحۂ ارتحال کے ساتھ غمناک ہے اللہ رب العالمین جل وعلا اس خلاء کو اپنے فضل سے پورا فرمائے اور انکے مدارج کو اللہ رب العالمین بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کو اللہ رب العالمین صبر جمیل عطاء فرمائے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے آج جمعہ کے دن یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین ان کا بدل پھر اس امت کو عطاء فرمائے جو استقامت اور للّٰہیت کے ساتھ الحاد، بے دینیت اور دشمنان مصطفی کے سامنے پھر علمی انداز میں اور جرأت کے ساتھ سینہ سپر ہو سکے اور اللہ رب العالمین جل وعلا پاکستان کی خیر فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تاثرات

## محسن پاکستان وامت ڈاکٹر عبد القدیر خان

یہ سال پاکستان کے لیے نہایت غم کا سال ہے۔ کئی قد آور تاریخی شخصیات ہم سے جدا ہو گئیں اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اللہ پاک مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا کرے ان کے عزیز و اقارب کو صبر جمیل ہمت اور برداشت عطاء فرمائے آمین۔

مرزا اسد اللہ خان غالب اردو زبان کے سب سے اعلی شاعر تھے، ان کا فارسی کلام بھی لاجواب ہے مگر ہمارے یہاں فارسی دانوں کا فقدان ہے۔ حالات کی مناسبت سے یہ شعر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

(اگر میں خوش قسمت یا اہل اقتدار ہوتا تو میں زمین سے پوچھتا کہ اے خسیس (کنجوس) تو نے وہ بیش بہا قیمتی خزانوں کا کیا کیا؟)

مطلب یہ تھا کہ اتنے عالیشان لوگ اس میں دفن ہو گئے اور ان کا کوئی سراغ ونشان نہیں ہے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک شعر ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(تمام نہیں بلکہ چند گلاب وٹیولب بن کر ابھر آئے، زمین میں رہ کر ان کی کیا حیثیت رہ جاتی)

مجاہد ختم نبوت، عاشقِ رسول، اللہ تعالی کے سپاہی، حافظ خادم حسین رضوی کی وفات کا ذکر کرتا ہوں اور آنکھیں آنسوؤں سے نم ہیں۔ ایسے مجاہد اسلام عاشق رسول بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ آپ انسان کے بھیس میں فرشتہ تھے۔ ان کی نماز جنازہ میں جس جم غفیر نے شرکت کی اس کی مثال ملک میں نہیں ملتی، جب ایک دوست نے اس کا ذکر کیا تو میں نے دل میں کہا اللہ پاک، گنہگار ہوں مگر تیرا بندہ ہوں میں نے 20 کروڑ مسلمانوں کو حفاظت میسر کی ہے مجھے ایسی موت، نماز جنازہ عطا کرنا۔

میں خادم حسین رضوی صاحب کو ذاتی طور پر جانتا تھا یوٹیوب پر میرے لیے ان کے بیانات اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں، کراچی میں میری بہن کے گھر کے قریب محمد علی ہاؤسنگ سوسائٹی کے بالکل قریب ایک فرشتہ خصلت اور مخیر دوست حاجی رفیق پردیسی رہتے ہیں۔ خادم حسین صاحب وہاں تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ گارڈ وغیرہ موجود ہیں پہرہ دے رہے ہیں۔ پوچھنے پر حاجی رفیق نے ان کو بتایا کہ میں آیا ہوا ہوں اور بہن کے پاس ٹھہرا ہوا ہوں۔ انہوں نے ملنے کی خواہش کی اور حاجی صاحب ان کو لے کر آئے وہ وہیل چیئر پر تھے چہرہ پر رعب اور عشقِ رسول نمایاں تھا، انہوں نے پہلے میرے گھٹنے کو ہاتھ لگائے پھر مصافحہ کیا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے، آنکھوں سے لگائے اور کہا کہ یہ صرف محسن

پاکستان نہیں ہیں بلکہ محسن امت بھی ہیں اور قائد اعظم کے بعد کوئی قیامت تک آپ کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ بہت دیر ٹھہرے، میری چھوٹی مرحومہ بہن نے بھوپالی روایت کے مطابق خاطر مدارت کی۔ میں یہ ملاقات زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔

تاثرات

## شہزادہ عطار حاجی بلال دامت برکاتہم العالیہ

## "الوداع میرے محسن الوداع"

اے پرسکون چہرے والے! اب تجھے کوئی نہ ستائے گا، کوئی ظالم تیری مقدس داڑھی پکڑ کر تجھے معذوری میں نہ گھسیٹے گا، اب کوئی تیری پشت پر زخموں کے نشان نہ دیکھ پائے گا، اب کبھی تجھے زنداں کی تاریکی میں مارا نہ جائے گا، کوئی سخت سردی میں تیرے نحیف جسم پر ٹھنڈا پانی نہ پھینکے گا، پس تو داخل ہو جا اپنے رب کی جنت میں، یقیناً اہل جنت تجھے مرحبا کہتے ہیں

اے شخص! تیری عاجزی کیسی بے مثل تھی، وہ لاکھوں کا مجمعہ کہتا تھا

"ہمارے شیخ کا مزار بنایا جائے گا"

اور تیری وصیت ایسی سادہ تھی کہ مجھے میرے کمرے میں دفن کر دینا، وہی عظیم کمرہ جہاں تو دِلوں کو بدلا کرتا تھا

اے اہل جہاں! وہ ساری عمر کہتا تھا میں نے کبھی کسی سے پیسے نہ لئے، آج دیکھ لو اس نے اپنے پیچھے کیا ہی چھوڑا؟؟؟؟

اگر چھوڑنا ہوتا تو اپنا مزار بننے دیتا، باقیوں کی طرح اس کی نسلیں بھی چندے کھاتیں، پر قربان وہ تو لاہور کا قلندر تھا، اسلام کا ہمدرد تھا!!!!

اے بریلی والے! تو نے کہا تھا:

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد جو آئے گا وہ تمہیں کیا بتائے گا پس تم جان لو کہ حجت اللہ قائم ہو چکی"

اے امام! سن اور اچھے سے سن:

"بخدا تیرے بعد جو آیا اس نے بھی ہمیں وہ ہی بتایا جو تو نے بتایا تھا، وہ بھی تیری طرح فنافی الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھا، میں نے مانا علم میں تیرا کوئی ثانی نہ تھا لیکن تو بھی مان لے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو پہرہ اس نے دیا، پوری تاریخ اسلامیہ میں کسی اور نے نہ دیا۔

وہ اکثر کہتا تھا:

"وہ درویش جو بریلی میں لیٹا ہے (احمد رضا بریلوی)، وہ درویش جو سرہند میں لیٹا ہے (مجدد الف ثانی)"

آج میں کہتا ہوں: "وہ درویش جو لاہور میں لیٹا ہے"

اے اہل جہاں!

میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، میری آنکھیں خشک نہیں ہوتیں، میں اس کی دید کو ترستا ہوں، اس نے اپنا چہرہ ایسے چھپایا کہ محشر تک نہ دکھائے گا۔

اے ابن حزم! نہ تجھے اپنے محبوب کا غم تھا اور نہ اے مجنوں! تجھے لیلی کی جدائی ڈستی تھی

مجھ سے پوچھو میرے محبوب کی جدائی نے میرے دل پر قہر ڈھا دیئے ہیں۔

کاش اس کے پہلو میں مجھے بھی چند گز جگہ مل جاتی۔

تعزیت

## ڈاکٹر سید عدنان خورشید

مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ اس ملک میں جب بھی کوئی عوامی رہنما طاقت کے ایوانوں کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپے اصل حقائق کو نہ صرف بھانپ لیتا ہے بلکہ اس میں اتنی جرأت بھی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو اِن غلام گردشوں کے بارے میں شعور دینا شروع

کرے اور حقیقی عوامی تحریک کا دروازہ سب کو متحد کر کے کھٹکھٹائے..... تو سمجھ جائیں کہ اسے بہت جلد بظاہر فطری یا غیر فطری طریقہ سے اپنے خالقِ حقیقی سے ملا دیا جاتا ہے.....

علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی اس دارِ فانی سے ایسے رخصت ہو گئے کہ سننے اور دیکھنے والے حواس یقین کرنے کو تیار نہیں کہ اچانک یہ سب کیا ہوا.... اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے....

اب اصل امتحان انکا ہے جنھوں نے آپکے بعد اس تحریک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے..... انہیں بہت پھونک کر اور سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھانا ہو گا, ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو ساکھ و شیرازہ وہ بنا کر گئے، اندرونی و بیرونی سازشیں اسے ضائع کر دیں....

اللہ رب العزت علامہ مولانا خادم حسین رضوی صاحب پر اپنی رحمت فرمائے اور اپکے چاہنے والوں کو صبر و استقامت کے ساتھ معاملات کو آگے چلانے کی توفیق عطا فرمائے....(آمین)

تأثرات

## مولانا حکیم محمد آصف رضوی دامت برکاتہم العالیہ (گجرات)

بڑے بڑے دلیروں کے قصے پڑھے اور سنے کبھی شہاب الدین غوری تو کبھی محمد بن قاسم کبھی نورالدین زنگی تو کبھی صلاح الدین ایوبی کبھی محمود غزنوی تو کبھی موسی بن نصیر لیکن آنکھوں سے ایک ہی دلیر دیکھا۔ جو پاس رکھا گلاس تو نہیں اٹھا سکتا تھا لیکن جب بولتا تھا تو کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

# دیگر مکاتب فکر کے علماء کے تاثرات

## تأثرات

### علامہ ھشام ظھیر الٰھی

نہایت دکھ اور افسوس کی بات ہے، ہزار خوف ہوں مگر ہو زباں دل کی رفیق، میں غم دل سے آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں، پاکستان کے اندر حرمت رسول کی سب سے طاقتور، سب سے گرجدار، سب سے توانا اور بریلوی مسلک کے عصر حاضر کا سب سے بڑا راہنما آج اس دنیا سے چلا گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حرمت رسول کے لئے خادم حسین رضوی اس دن بھی کھڑا تھا اور وفا کے راستے کا ہر مسافر، یہی کہے گا کہ خادم رضوی تم کھڑے تھے، تم کھڑے تھے، جس وقت مضبوط ٹانگوں والے اور مالشوں والے، مالشیں کروانے والے، مضبوط مضبوط ٹانگوں والے حرمت رسول کا سودا کرکے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، یہ معذور ٹانگوں سے معذور حرمت رسول کے لئے چل رہا تھا، ٹانگیں نہیں تھی مگر چل رہا تھا۔

اور خادم حسین رضوی، آپ اس کے ساتھ لاکھ اختلاف کریں، آپ اس کے ساتھ لاکھ عقیدے کے مسائل کہیں، لیکن ہمارے دل سے اس کی وہ تقریر نہیں نکل سکتی جس وقت اسی کے مکتب کے، اسی کے مسلک کے بعض بدبختوں نے سیدنا امیر معاویہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کی تھی تو خادم حسین رضوی نے اس وقت یہ الفاظ کہے تھے اور کس انداز میں کہے تھے اللہ کی قسم شان صحابہ کے لئے، حرمت رسول کے لئے اس آدمی کا کردار کیسا تھا، مینار پاکستان میں کھڑے ہو کر کے ہم تو چلو اپنے منبر و محراب کے اوپر وہ الفاظ نہیں کہتے لیکن ایک اشارہ دیتا ہوں، اس نے کہا تھا سیدنا معاویہ پر بھونکنے والو! در در تمہارے اوپر تف ہو اپنے مالکوں کو ہی پڑ گئے ہو، "اپنے مالکوں کو ہی پڑ گئے ہو"۔ یہ الفاظ کس کے تھے اپنے ہی مسلک

کے راہنماؤں کے خلاف اس نے اس آواز کو اٹھایا کہ سیدنا معاویہ کے خلاف جو بکواس کرے گا دنیا کا سگ تو ہو سکتا ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح آج وہ دنیا سے گئے ہیں تو ہر دل ان کی اس بات کا معترف ہے کہ حرمت رسول کے لئے ان کا کردار تھا، دفاع صحابہ کے لئے ان کا کردار تھا۔ ہر بندے نے دنیا سے چلے جانا ہے میرے بھائیو! دنیا میں رہنا کسی نے نہیں، لیکن تاریخ میں وہ لوگ زندہ رہتے ہیں جو ہر خوف کے سامنے، ہر جبر کے سامنے جب ہر طرف خوف کا سناٹا ہو جن کی آواز توانا ہو۔

## تأثرات

### علامہ منظور مینگل

کافروں کی دوستی میں دوڑیں لگا رہے ہیں ان سے تعلقات بنا رہے ہیں، اتنی بھی غیرت نہیں ہے، تمہارے اندر سفارتی تعلقات ہیں اسے کاٹ دو، فرانس والوں نے جو ایسا کیا کچھ آنکھیں تو دکھادو، اللہ پاک مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ اس کی مغفرت کاملہ فرمائے، انتقال ہو گیا، بریلویوں سے ہمارے اختلاف ہیں چھوٹے موٹے مسائل میں کچھ اختلاف تو ہمارے ہیں، لیکن پھر بھی نر کا بچہ، نر کا بچہ، ہمارے دیوبندی، سرینچے ہیں ہمارے، کہاں گئے ہم لوگ دیوبندی کہاں گئے۔

اللہ غریق رحمت کرے اب ہماری حکومت کو بڑی خوشی ہو گی لیکن آج قوم سوگوار ہے اور ان کی مغفرت کے لئے آپ دعا بھی فرمائیں اور یہ بھی دعا فرمائیں اے اللہ ہم میں بھی کوئی ایسا مرد مجاہد پیدا کر، اس قسم کے لوگ بھی ہو۔

## تأثرات

### اورنگزیب فاروقی صاحب

آج ایک افسوس ناک خبر بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اہلسنت کے ایک عظیم راہنما علامہ خادم حسین رضوی صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

میں دیوبندی مکتب فکر سے ہوں اور وہ بریلوی مکتب فکر سے تھے لیکن ناموس رسالت کے لئے ان کی جو کاوشیں اور کوششیں تھیں اور ان کا جو آخری عمل تھا زندگی کا، وہ بھی ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے روڈ اور چوک پر نکلنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں اور کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

## تأثرات

### مفتی سید عدنان کاکاخیل

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا انتقال ہو گیا گذشتہ رات، وہ بڑے عالم تھے اور بڑے عاشق رسول تھے۔ ناموس رسالت اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت کے سپاہیوں میں سے تھے۔ اختلاف کسی کو ہو سکتا ہے، کسی سے اختلاف ہو سکتا ہے، طریقہ کار سے اختلاف ہو سکتا ہے، کسی اور چیز سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان کا اخلاص شک وشبہ سے بالاتر تھا۔ اور ہمیشہ ان کی آواز سب سے اونچی آواز جبکہ سب آوازیں خاموش ہو جاتی ہیں، اور جب کوئی بولنے والا نہ ہو، اور کوئی انسان بول رہا ہو، اس پر بات کر رہا ہو تو اس کا بڑا درجہ ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات کو بلند کرے، کمیوں کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ اور یہ جو جذبہ ہے جو ان کی وجہ سے تازہ ہوا پچھلے تین، چار سالوں سے لوگوں کے اندر، ختم نبوت کے حوالے سے، ناموس رسالت کے حوالے سے بیداری پیدا ہوئی۔

دیکھیں جو ہم سب لوگ گھروں میں بیٹھنے والے ہیں سچی بات یہ ہے کہ ہمیں کوئی حق ہی نہیں ہے کہ ہم کسی پر تبصرہ کریں۔ میدان میں جو لوگ ہوتے ہیں باہر نکلتے ہیں ان سے کمیاں بھی ہو سکتی ہیں، کوتاہیاں بھی ہو سکتی ہیں، ان سے کسی کو کوئی اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ معاملات آخرت کے اندر کھلیں گے۔ اور آخرت کے اندر یہ پتہ چلے گا کہ کس کی سعی کو، کس کی کوشش کو، کس کی محنت کو، کس کے اخلاص کو، کس کی قربانی کو، کس کے جذبہ کو اللہ جل شانہ نے کیا وزن دیا ہے۔ اور

حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ کے اندر اس کی کوششیں کیسی مقبول ہوئیں۔ یہ سارے معاملات ایسے ہیں جو کہ آخرت میں معلوم ہونگے۔

اس لئے بحیثیت مسلمان ہمیں حسن ظن رکھنا چاہئے۔ اچھا ظن رکھنا چاہئے، اچھا گمان رکھنا چاہئے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مخلصین جتنے بھی ہیں جو لوگ اپنا کام اخلاص سے کر رہے ہوتے ہیں، اس میں انسانوں کی کمیاں کوتاہیاں اگر بشری تقاضوں کے تحت کچھ ہو بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں معاملہ بالکل اور طرح کا ہوتا ہے۔ لیکن جب بھی میں ان کو سنتا تھا، ان کی باتوں کو سنتا تھا تو دل میں یہ ہمیشہ آتا تھا کہ یہ باتیں، جو بندہ دل سے باتیں کر رہا ہوتا ہے تو بات اسی طرح کی ہے۔

باقی یہ کہ ان کا ایک اپنا لب ولہجہ تھا اپنا ایک انداز تھا۔ عوامی خطباء عوام کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔

بہر حال ایک اونچی اور توانا آواز، ایک ایسی جرأت مند آواز، بے باک اور بے خوف آواز جو ہے وہ کل خاموش ہو گئی۔ اور ساری عمر رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے ترانے گاتے ہوئے، اور پوری عمر اسی کام میں گزری، صبح سے لیکر شام تک جس طرح کسی انسان کا وظیفہ ہو۔ اللہ جل شانہ کرم فرمائے۔

## تأثرات

### مفتی عبدالرحمان مدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی رحمت جب شامل حال ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ پھر جس سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں۔ اور انہی شخصیات میں سے ایک ناموس رسالت، ناموس صحابہ، تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے اس وقت امت مسلمہ کی سب سے جاندار، گرجدار آواز علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی تھی۔ جن کا ابھی اس وقت لاہور میں جنازہ ہو رہا ہے۔ ان کی نماز جنازہ ادا ہو رہی ہے۔ اور تاریخ لاہور میں ایسا جنازہ نہ ہوا، تا حد نظر لاکھوں انسان ہیں اور پوری فضاء ''لبیك یا رسول اللہ'' کے والہانہ

نعروں سے گونج رہی ہے۔ ساری دنیا ہی دیکھ رہی ہے آج دنیا بتائے کے پاکستان کس کا ہے۔ پاکستان اللہ کے بندوں کا رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں کا، صحابہ کے متوالوں کا ملک ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ جو بریلوی مکتب فکر کے ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، معلم، مدرس، امام، خطیب تھے۔ انہوں نے ناموس رسالت کے حوالے سے اس قدر والہانہ پن اور ایسی فدائیت سے کام کیا۔

یہ بات ثابت ہوگئی کہ فرقہ واریت سے بلند کر کے درِ آقا کا غلام بنا دیتا ہے۔ ایک موقع پر پیشہ ور نعت پڑھنے والوں سے کہا تم کہتے ہو۔ کہ مدینے جاواں تے مڑ نہ آواں

مجھے بتاؤ وہاں رہو گے تو یہاں گلی گلی میں دین کا کام کون کرے گا۔ یہود و نصاریٰ کی آنکھوں میں آنکھیں کون ڈالے گا؟ رسول اللہ کا پیغام کون پہنچائے گا؟ ناموس رسالت پر پہرہ کون دے گا؟ وہاں رہو گے یہاں واپس نہیں آنا، یہاں کام نہیں کرنا؟

اور جب سے سرکاری سطح میں فرانس میں گستاخانہ خاکوں کی نمائش ہوئی بار بار کہتے تھے اب جینے کا دل نہیں کرتا۔ میرے دماغ کی رگ پھٹ کیوں نہیں جاتی، میں مر کیوں نہیں جاتا، یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔

کہتے ہیں ہمیں کہا جاتا ہے کہ عالم کا امن خطرے میں ہے۔ انہوں نے کہا وہ کون سا عالم ہے؟ وہ عالم کوئی عالم ہے؟ جس میں رسول اللہ کی عزت نہ ہو۔

جب انسان محبت رسول میں فناء ہو جاتا ہے تو پھر اللہ اس کو بلند کر دیتے ہیں۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں

بقاء کا راز مضمر ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: "ورفعنا لک ذکرک" ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ اور حق یہ ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ کے ذکر کو بلند کیا ان سے محبت کی، ان سے وفا نبھائی، اللہ نے ان کے ذکر کو بھی بلند کر دیا ہے۔ اپنے بندوں کے دل میں ان کی بھی محبت ڈال دی۔

مولانا خادم حسین رضوی ایک بزرگ، ایک بوڑھا، ایک سفید ریش، ایک بیمار، ایک معذور وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا۔ لیکن اللہ جس سے کام لے لے جو ڈٹ گیا اس محاذ پر ایسا ڈٹ گیا کہ اس آخری دھرنے پر شیلنگ تھی 103 بخار تھا، سانس اکھڑ رہی تھی، اسلام آباد کی سردی تھی، کھلی فضائیں تھیں۔ لیکن وہ معذور بوڑھا ڈٹا رہا۔

آج واقعی ایسا جنازہ ہے کہ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو، بطور خاص طبقہ علماء کو یہ توفیق عطاء فرمائے کہ احقاق حق کرنے والے ہوں۔ وہ باطل کا ابطال کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور ایسے عاشق صادق ہم میں پیدا فرمائے۔

سلام اس آقا پر کہ جس دیوانے ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کے فسانے میں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

# چند اخباری تراشے

تحریک لبیک کے امیر علامہ خادم حسین رضوی انتقال کر گئے۔ نماز جنازہ کل مینار پاکستان پر ہوگی

## صاحب لشکر اکیلا سو گیا

چند ماہ سے بخار اور سانس لینے میں مشکلات تھیں۔ طبیعت اچانک بگڑنے پر شیخ زاید ہسپتال منتقل کیا گیا، ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کر دی۔ کارکنوں کی بڑی تعداد پہنچ گئی

جنازے میں شرکت کیلئے ملک بھر سے قافلے لاہور روانہ۔ خرابی صحت کے باوجود راولپنڈی میں دھرنے میں شرکت کی۔ ناموس رسالت کی خاطر جدوجہد میں بھی ...

محافظ ختم نبوت علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ میں 8 لاکھ سے زائد افراد کی شرکت

## رسول پاک کے نے بانہوں میں بھر لیا ہوگا

ملکی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ۔ پھولوں کی پتیاں نچھاور۔ اقبال پارک بھرنے کے بعد مینار پاکستان کے اطراف بھی جگہ کم پڑ گئی۔ لبیک یا رسول اللہ کی صدائیں

محافظ ختم نبوت علامہ خادم حسین رضوی کے سفر آخرت کی تیاریاں مکمل۔ درود و سلام کی صدائیں

## نماز جنازہ کیلئے لاکھوں عقیدت مند لاہور پہنچ گئے

اندرون اور بیرون ملک سے سوگواروں کی آمد مینار پاکستان کے اطراف ہوٹلوں میں جگہ ختم مدارس بادشاہی مسجد اور داتا دربار میں رہائش کے انتظامات۔ دیگیں پہنچائی جاتی رہیں

تحریک لبیک کے کارکنوں نے بھی قیام و طعام کی سہولت دی جامع مسجد رحمت اللعالمین کے اطراف عوام کا ہجوم۔ سیکورٹی کے سخت اقدامات تعزیتی پیغامات کا سلسلہ جاری

لاہور کی تاریخ میں سب سے بڑا نماز جنازہ، عقیدت مند دھاڑیں مار مار کر روتے رہے، ہر آنکھ اشکبار، لبیک یا رسول اللہ کی صدائیں

## عاشق رسول اپنے محبوب کے حضور پیش

## علامہ خادم حسین رضوی سپرد خاک

## نماز جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت

علامہ خادم حسین رضوی کی نماز جنازہ گریٹر اقبال پارک میں ان کے استاد علامہ عبدالستار سعیدی نے پڑھائی، گریٹر اقبال پارک کھچا کھچ بھر گیا، عقیدت مندوں نے سڑکوں، چھتوں، دیواروں پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کی

نماز جنازہ کے بعد پولیس سکواڈ میت کو یتیم خانے پہنچایا جہاں مدرسہ ابوذر غفاری کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا، لوگ گھروں کی چھتوں سے پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے رہے، رسم قل آج صبح 9 بجے داتا دربار میں ادا کی جائے گی